اسلام کے عقائد

قرآن مجید کی روشنی میں

پہلی جلد

علامہ مرتضی عسکری

مترجم:

اخلاق حسین پکھناروی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے''

قال الله تعالی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

ارشادِ رب العزت ہے:

اللہ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ تم اہل بیتؑ سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تمھیں پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

اسلام کے عقائد

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

"انی تارک فیکم الثقلین، کتاب اللہ، وعترتی اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلّوا ابدا وانھما لن یفترقا حتیٰ یردا علیّ الحوض".

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دوگرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انھیں اختیار کیے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

(اختلاف عبارت کے ساتھ: صحیح مسلم: ۱۲۲/۷، سنن دارمی: ۴۳۲/۲، مسند احمد: ج ۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶، ۵۹، ۳۶۶/۴ و ۳۷۱، ۱۸۲/۵، ۱۸۲ اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۱۰۹/۳، ۱۴۸، ۵۳۳ وغیرہ۔)

خانه فرهنگ جمهوری اسلامی ایران.کراچی
شماره دیویی: ۲۹۷/۱۵۹
شماره ثبت: ع۱ ـ ۱۰۱۷۲
تاریخ ثبت: ۱۳۸۷/۱۱/۲۲

اسلام کے عقائد

قرآن مجید کی روشنی میں

پہلی جلد

علامہ مرتضی عسکری

مترجم:

اخلاق حسین پکھناروی

مجمع جہانی اہل بیت

سرشناسه : عسکری، مرتضی، ۱۲۹۲
عنوان قراردادی : عقاید الاسلام من القرآن الکریم. اردو.
عنوان و نام پدیدآور : اسلام کی عقاید قرآن مجید کی روشنی میں / مرتضی عسکری ؛ ترجمه اخلاق حسین پکھناروی
مشخصات نشر : قم: مجمع جهانی اهل بیت(ع)، ۱۳۸۶.
مشخصات ظاهری: ۳ج.
شابک : (ج. ۱)؛ 964-529-054-6 (ج. ۲)؛ 964-529-055-4 (ج. ۳) 964-529-261-2
وضعیت فهرست نویسی : فیپا
موضوع : اسلام -- عقاید -- جنبه‌های قرآنی.
شناسه افزوده : پکھناروی، اخلاق حسین ، مترجم
رده بندی کنگره : BP۱۰۴/ع۴۷ع ۵۲ .۴۶ ۱۳۸۶
رده بندی دیویی : ۲۹۷/۱۵۹
شماره کتابشناسی ملی : ۱۰۵۷۷۷۰

نام کتاب: اسلام کے عقائد (پہلی جلد)
مؤلف: علامہ سید مرتضی عسکری
مترجم: اخلاق حسین پکھناروی
تصحیح: سید اطہر عباس رضوی (الہ آبادی)
نظرثانی: ہادی حسن فیضی
پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارہ ترجمہ
ناشر: مجمع جہانی اہل بیت علیہم
کمپوزنگ: وفا
طبع اول: ۱۴۲۸ھ - ۲۰۰۷ء
تعداد: ۳۰۰۰
مطبع: اعتماد
ISBN:964-529-054-6
www.ahl-ul-bayt.org
info@ahl-ul-bayt.org

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذہب عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیروؤں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب

اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیت کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، فاضل علام سید مرتضی عسکری کی گرانقدر کتاب "عقائد اسلام در قرآن کریم" کو فاضل جلیل مولانا اخلاق حسین پکھناروی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے، جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علیٰ محمد و آلہ الطاہرین و السلام علیٰ اصحابہ المنتجبین

خداوند عالم کی تائیداور توفیق سے درج ذیل ہدف تک رسائی کے لئے میں نے اس کتاب کی تالیف کا اقدام کیا:

الف۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ مختلف بشری مکاتب فکر قرآن کریم کی مخالفت کر رہے ہیں اور نظام اجتماعی کے قانون گزار سماجی قوانین کے نقطہ نظر سے احکام قرآن سے برسرپیکار ہیں اور یہ بے اساس بنیاد نسل درنسل آیندہ کے لئے سند اور ایک دستاویز بن جائے گی، یہی چیز باعث بنی کہ بعض علماء اسلامی اٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن کریم میں خداوند عالم کے بیان کی مختلف توجیہیں کرنا شروع کر دیں، خلقت کی پیدائش سے متعلق بیان قرآن کو جو قوانین اسلام کی تشریع میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں مادی مخلوقات کی مادی نگاہ کے ساتھ یکساں حیثیت دے دی. اور ان کوششوں کے نتیجے میں مخلوقات کی پیدائش اور اس کے خدا سے رابطے کے سلسلے میں قرآن نے جو صحیح فکر پیش کی وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ ان تمام مذکورہ باتوں کو دیکھتے ہوئے اس کتاب کے مباحث کی تدوین اور تالیف میں مشغول ہو گیا اور نہایت ہی متواضع انداز میں خداوند خالق پروردگار اور قانون گزار، نیز اس کے اسمائے حسنیٰ سے متعلق قرآن کریم کے بعض ارشادات سے استنباط کرنے کیلئے آگے بڑھا میں جلدی کی اور تخلیق کی کیفیت اور اس کے خالق سے ارتباط کے بارے میں روز پیدائش سے قیامت تک کے متعلق قرآن کریم کے بیان کی جانب رجوع کیا، نیز اس بات کے بغیر کہ اس بیان کی روش سے ہٹ جاؤں اور قرآن کے علاوہ لوگوں کے اقوال کو پیش کروں، اس کی تحقیق اور چھان بین کرنا شروع کر دی. لہٰذا اگر ہم نے اپنی اس ناچیز کوشش کے لئے توفیق حاصل کی اس کے لئے خداوند عالم کے شکر گزار

ہیں۔اس کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہم پر یہ نعمت نازل کی ہے.اور اگر کسی جگہ لغزش کھائی ہو تو اپنا قصور اور کوتاہی خیال کرتا ہوں اور خداوند متعال نیز اس کے فضل و کرم سے امیدوار ہوں کہ وہ مجھے عفوو درگزر کرے۔

ب۔اس کے بعد کہ کتاب کی دوسری جلد (قرآن کریم اور دو مکتب کی روایات) میں مکتب خلفاء کی بعض روایات کو مردود سمجھا ،یعنی جن روایات کو رسول خداؐ کی طرف نسبت دی اور کہا: آنحضرت نے قرآن کریم میں اسمائے الٰہی کے جابجا کرنے کی اجازت دی ہے۔اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہ بحث خصوصی تحقیق اور تلاش کی طالب ہے تاکہ اسمائے الٰہی میں سے دو نام جو قرآن کریم میں آئے ہیں شرح وبسط سے ان کے استعمال کے موارد کے درمیان مقائسہ اور تطبیق کا حق ادا ہو جائے ،دو نام ''الہ'' اور ''رب'' جو اس کتاب میں آئے ہیں تاکہ ان روایات کی عدم صحت جو رسول خداؐ اور اصحاب کی طرف دی گئی ہے اس کی حق اور صواب سے دوری خوب واضح ہو جائے۔

ج۔حوزہ علیہ کی درسی کتابوں کی تنظیم کے بعد مجھے آج کی ضرورت کے مطابق اسلامی عقائد کی تحقیق سے متعلق کوئی مناسب کتاب نہیں ملی لہٰذا خداوند عالم کی توفیق اور تائید سے اس کتاب کی تالیف میں مشغول ہو گیا اس امید کے ساتھ کہ خداوند عالم کی اجازت سے اس کمی کی تلافی ہو جائے۔

د۔اسلامی جمہوری نظام کی تشکیل اور اس کے استوار ہونے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ تمام نگاہیں اسلام اور اس کی شناخت کی جانب متوجہ ہیں اور دور و نزدیک رہنے والے اس کے درک و فہم کے طالب ہیں، اس سے پہلے بعض اسلامی گروہوں کی غربی ممالک کی جانب ہجرت اور اپنے اسلامی ملک سے قطع رابطہ کو بھی میں نے دیکھا ہے لہٰذا میں نے اپنے لئے واجب سمجھا کہ اسلامی تعلیم کا دورہ مختلف عنوان سے تیار کر کے پیش کروں لہٰذا اس مقصد کے تحت خداوند عالم کی تائید سے خصوصی پروگرام ترتیب دیکر درسوں کا سلسلہ ''نقش ائمہ در احیائے دین'' شروع کر دیا جس کا پہلا حصہ ''اسلامی اصطلاحات'' کے نام سے اس کتاب کا مقدمہ قرار پایا ہے۔

ھ۔اسی کتاب کے سلسلہ میں جب عقائد اسلامی کی تحقیق کے لئے قرآن کریم کے عمیق اور گہرے مطالب سے قریب ہوا تو میں نے دیکھا کہ قرآن نے اسلام کے عظیم عقائد کو اس طرح آسان اور رواں پیش کیا کہ عربی زبان سے آشنا بچہ جو سن بلوغ کو پہونچ چکا ہو اور خدا کے قول ''یا ایھا الناس'' کا مخاطب ہو وہ خدا کے کلام کو اچھی طرح درک کر سکتا ہے۔

لیکن علماء نے تفسیر قرآن میں فلسفیوں کے فلسفہ ،صوفیوں کے عرفان، متکلمین کے کلام اور اسرائیلی روایات، نیز

دیگر غیر تحقیق شدہ روایات جو رسول خدا کی طرف منسوب ہیں ان پر اعتماد کیا اور قرآنی آیات کی ان چیزوں کی مدد سے تاویل و تفسیر کردی اور اپنے اس عمل سے "اسلامی عقائد" کو طلسم، معمہ اور پہیلی بنا کر رکھ دیا جسکا درک کرنا علماء کی علمی روش یعنی فنون بلاغت و فصاحت، منطق، فلسفہ وغیرہ سے آشنائی اور جانکاری کے بغیر ممکن نہیں یہی چیز باعث بنی کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا اور مسلمان اشاعرہ، معتزلہ اور مرجئہ وغیرہ کے گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

انہیں تحقیقات کے درمیان، اسلامی عقائد کے سلسلہ کو ایک دوسرے سے اس قدر مربوط پایا کہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے معاون و مددگار ہیں یعنی بعض دوسرے بعض کی طرف راہنمائی اور اس کی تفسیر و توضیح کرتا ہو اور مجموعی طور پر ایک منسجم اور مرتب پیکر کے مانند ہیں کہ اس کا ہر حصہ دوسرے حصے کی تکمیل کرتا ہے۔

چونکہ دانشور حضرات اپنی تالیفات میں اس کے بعض حصوں کو الگ الگ بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے اسلامی عقائد کی حکمت پوشیدہ رہ جاتی ہے۔

مذکورہ بالا بیان پر توجہ دیتے ہوئے بحثوں کے اصول و مبانی اس کتاب میں کچھ یوں ہیں:

الف۔ تحقیق کی روش

اس کتاب میں اسلامی عقائد کے اصول قرآن کریم کی واضح اور روشن آیات سے ماخوذ ہیں، خداوند عالم نے قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا اور فرمایا:

﴿انا انزلناہ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون﴾(۱)

ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا تا کہ تعقل کرو۔

﴿نزل به الروح الامین☆ علیٰ قلبك لتکون من المنذرین☆لسان عربی مبین﴾(۲)

روح الامین نے اسے تمہارے قلب پر اتارا تا کہ تم ڈرانے والوں میں رہو، واضح عربی زبان میں۔

چونکہ خداوند عالم کی "واضح عربی زبان" سے مراد نزول قرآن کے وقت کی زبان ہے اور عصر نزول کی عرب زبان سے ہماری دوری کی وجہ سے تفسیر آیات کے موارد میں لغت عرب کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

تفسیر آیات کی بہتر شناخت کے لئے سیرت اور حدیث کی ان روایات کی طرف جو میری دوسری

---

(۱) سورہ یوسف ۲/ (۲) شعراء ۱۹۵-۱۹۳

تالیفات میں تحقیق شدہ ہیں میں نے مراجعہ کیا اور ان میں چند کی اس کتاب میں تحقیق کی ہے اس لحاظ سے ''مباحث کتاب'' میں قرآن کریم کی تین طرح کی تفسیر پر اعتماد کیا گیا ہے:

۱۔ تفسیر روائی: آیات کی روایات کے ذریعہ تفسیر جیسے سیوطی نے تفسیر ''الدر المنثور'' میں اور بحرانی نے ''تفسیر البرھان'' میں کیا ہے مگر میں نے انہیں روایتوں پر اعتماد کیا ہے جس کی صحت قابل قبول تھی، جبکہ سیوطی نے ہر وہ روایت جو سے ملی اپنی کتاب میں ذکر کر دی ہے وہ بھی اس طرح سے کہ بعض منقولہ روایات بعض دیگر روایات کی نفی کرتی ہیں اسی لئے ہم نے اس کی بعض روایات پر اس کتاب میں نقد و تحقیق کی ہے۔

حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع کر کے مسلمانوں کی تمام معتبر کتابوں، خواہ صحاح ہوں یا مسانید و سنن ان میں سے قابل اعتماد احادیث کا انتخاب کیا نیز کسی خاص مکتب پر اخذ حدیث کے سلسلے میں اعتماد نہیں کیا کبھی تحقیق تطبیقی اور ایک حدیث کو دوسری حدیث سے مقایسہ بھی کیا اور ایک نظریہ کا کہ جس نے دو احادیث میں سے کسی ایک پر اعتماد کیا تھا دوسرے کی رائے سے موازنہ کیا اور صاحب رای کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے نظریات کو دلیل کے ذریعہ تقویت دی ہے اور ثابت کیا ہے۔

درایت و فہم حدیث سے متعلق چھٹی صدی ہجری تک کے اکابر محدثین کی روش اپنائی۔ اسی روش کو معالم المدرستین کی تیسری جلد میں (ائمہ اہل بیتؑ نے حدیث شناسی کی میزان قرار دی ہے) کی بحث میں ذکر کیا ہے۔(۱)

۲۔ لغوی تفسیر: آیات کی تفسیر اصطلاحات اور کلمات کے معانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھیک اسی طرح جس طرح سیوطی نے اپنی روایات میں ابن عباس وغیرہ سے ذکر کیا ہے اور چونکہ لغوی دانشور لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی کے ذکر میں بحث کو طولانی کر دیتے ہیں لہٰذا میں نے اس روش سے کنارہ کشی اختیار کی اور ان معانی کو ذکر کیا جو سیاق آیت سے سازگار ہیں۔

۳۔ موضوعی تفسیر: ایک موضوع سے متعلق آیات کی تفسیر ایک جگہ جیسے جو کچھ فقہاء نے اپنی تفاسیر میں آیات احکام کو ذکر کیا ہے۔

تفسیر کے مذکورہ تینوں ہی طریقے صحیح اور درست ہیں اور اس سلسلہ میں ائمہ معصومینؑ سے روایت بھی وارد ہوئی ہے۔

---

(۱) اس کتاب کی پہلی جلد اسلام کے دو ثقافتی مکتب (معالم المدرستین) کے نام سے ترجمہ ہو کر چھپ چکی ہے۔

چونکہ اکثر قرآنی آیات میں ایک مطلب سے زیادہ مطالب سموئے ہوئے ہیں، لہٰذا آیات کے انہیں الفاظ کو جو بحث سے مربوط ہیں ذکر کیا اور اس کے علاوہ کو ترک کر دیا تاکہ مطالب کا جمع کرنا طالب علموں کے لئے آسان ہو، اسی لئے ایک آیت مربوط مباحث میں موضوعات سے مناسبت کی بنا پر چند بار تکرار ہوئی ہے اسی طرح ایک قرآنی لفظ کے معانی موضوعات سے دوری اور فراموشی کی یا نئی جگہوں پر معانی کی تبدیلی کے امکان کی وجہ سے مکرر ذکر ہوئے ہیں۔

روایات سے استفادہ کرنے میں بھی ان روایات کے علاوہ جو آیات کی توضیح اور تفسیر میں آتی ہیں ایسی روایات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جو شرح و تفصیل کے ساتھ بحث کے بعض جنبوں کی وضاحت کرتی ہیں اس لئے کہ بحث کے تمام اطراف کی جمع بندی اور اس پر احاطہ اس بات کا باعث ہوا کہ ایسا کیا جائے۔

بعض مباحث میں جو کچھ توریت اور انجیل میں ہمارے نظریات کی تائید میں ذکر ہوا ہے خصوصاً درج ذیل موارد میں استشہاد کیا گیا ہے۔

الف:۔انبیاء کے واقعات: اس لئے کہ رسول اسلامؐ سے پہلے کے انبیاء کی سیرت کے متعلق سب سے زیادہ قدیم تاریخی نص توریت و انجیل میں ہے اور خداوند متعال نے قرآن کریم میں، جو کچھ توریت میں اسرائیل کے اپنے اوپر تحریم کے متعلق وارد ہوا ہے اس سے استشہاد کیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿کلّ الطعام کان حلاً لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علیٰ نفسه من قبل ان تنزل التوراة قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم صادقین﴾(۱)

بنی اسرائیل کے لئے ہر طرح کی غذا حلال تھی سوائے ان چیزوں کے جن کو اسرائیل (یعقوب) نے توریت کے نزول سے پہلے خود پر حرام کر لیا تھا، کہو: توریت لے آؤ اور اس کی تلاوت کرو اگر سچے ہو۔

واضح ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جو کچھ خدا، رسول اور انبیاء کی طرف ناروا نسبت دی گئی (اور خداوند متعال اور انبیائے کرام ان سے پاک و منزہ) اور جو کچھ ہے علم و عقل کے مخالف مطالب ہیں ان سب کو ترک کر دیا ہے۔

ب۔ جو کچھ حضرت خاتم الانبیاء کی بعثت کے بارے میں بشارت اور خوشخبری سے متعلق ان دونوں کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰؑ کی بشارت سے استشہاد کیا اور فرمایا ہے:

﴿و اذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول الله الیکم مصدقاً لما بین یدیّ من

(۱) آل عمران/۹۳

التوراة و مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد۔۔۔﴾

جب حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری جانب خدا کا رسول ہوں اور اپنے آنے سے توریت میں مذکور اپنے متعلق پیشین گوئی سچ ثابت کی نیز ایک ایسے پیغمبر کی آمد کا مژدہ سنا رہا ہوں جس کا نام احمد ہے۔(۱)

مطالب کے ذکر میں بصورت امکان علمی اصطلاحات کے ذکر سے دوری اختیار کی ہے اور علمی تعبیرات بھی عام قارئین کی فہم وادراک کے مطابق آئی ہیں۔

محل بحث موضوع سے متعلق لوگوں کے آراء ونظریات ذکر نہیں کئے ہیں بلکہ صرف اپنے پسندیدہ نظریہ پر اکتفا کیا ہے کبھی اس رائ کو مقدم کیا ہے جو گزشتہ دانشوروں کے نقطۂ نظر سے الگ تھی اس انتخاب کی دلیل خداوند متعال کی اجازت سے پیش کرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ اس کتاب میں اسلامی عقاید کو قرآن کریم میں موجود ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ مجموعی طور پر سب ایک دوسرے سے ہم آہنگ اور ہم رنگ ہیں ہر حصہ دوسرے حصہ کو مکمل کرتا ہیاور گزشتہ بحث آئندہ بحث کے لئے راہ گشا ہے۔ نیز اسی اسلوب سے اسلام کے عقائد اور اسکی حکمت روشن ہو جاتی ہے اسی لئے آخری بحث کی جمع بندی اور پہلی بحث کی جمع بندی سے پہلے امکان پذیر نہیں ہے نیز یہ مطلب آئندہ ''مباحث کی سرخیوں سے سمجھ میں آجائے گا۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) صف/۶

مباحث کی سرخیاں

۱۔ عہد و میثاق ''الست بربکم''

۲۔ مباحث الوہیت

الف۔ آیا مخلوقات کا وجود اتفاقی اور اچانک ہوا ہے؟

ب۔ ''الہ'' کے معنی

ج۔ ''لا الہ الا اللہ'' کے معنی

د۔ آیا خدا کے لڑکا اور لڑکی ہے؟

۳۔ قرآن کریم میں اقسام مخلوقات خداوندی

الف۔ فرشتے

ب۔ زمین و آسمان و سماء الارض

ج۔ چلنے والے

د۔ جن و شیاطین

ھ۔ انسان

۴۔ مباحث ربوبیت

الف۔ ''رب''

ب۔ ''رب العالمین'' کے معنی

ج۔ رب العالمین کی اقسام ہدایت اصناف مخلوقات کے لئے

اوّل۔ فرشتوں کی بلاواسطہ تعلیم

دوسرے۔ بے جان موجودات کی تسخیری ہدایت

تیسرے۔ حیوانات کی فطری ہدایت

چوتھے۔ جن وانس کی وحی کے ذریعہ انبیاء کے توسط سے ہدایت

۵۔ دین اور اسلام

۶۔ خدا کے رسول، لوگوں کے معلم آدمؑ سے لیکر پیغمبر اکرمؐ کے اجداد تک نسل اسماعیلؑ سے۔

۷۔ اللہ کے رسولوں کے صفات

۸۔ انبیاء الٰہی کا اپنی امت سے مبارزہ، رب العالمین کی ربوبیت (خدا کی قانون گزاری) اور اسلام کی تشریع سے متعلق۔

خداوند قادر ومتعال سے درخواست ہے کہ اس کتاب کو ان لوگوں کے لئے جو قرآن کریم سے اسلامی عقائد کے خواہاں ہیں دائمی مددگار اور راہ کشا قرار دے نیز ان لوگوں کے لئے بھی جو تفرقہ اندازی سے دور رہنا چاہتے ہیں اور قرآن مجید کے سایہ میں وحدت کلمہ تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں، ایک سکون بخش راہنما وسیلہ قرار دے کہ اس نے خود فرمایا ہے:

اے لوگو! خداوند عالم کی جانب سے تمہارے لئے برہان اور دلیل آچکی ہے، نیز واضح اور روشن نور بھی تمہاری طرف بھیج چکے ہیں لہٰذا جو لوگ ایمان لاچکے ہیں اور اس سے توسل کرتے ہیں خداوند عالم انہیں اپنی رحمت اور عفو وبخشش کے سایہ میں قرار دے کر صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔(۱)

میری آخری گفتگو یہ ہے کہ ستائش پروردگار عالم سے مخصوص ہے۔

''مؤلف''

---

(۱) نساء/ ۱۷۵۔ ۱۷۴

۱

میثاق

خداوند عالم کا بنی آدمؑ کے ساتھ عہد و میثاق

الف۔ آیہ کریمہ ''الست بربکم'' کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟

ب۔ انسانی معدہ اور ذہن کو کھانے اور معرفت کی تلاش۔

ج۔ آیہ کریمہ ''الست بربکم'' کی تفسیر۔

د۔ انسان ماحول اور ماں باپ کا پابند نہیں ہے۔

۱۔۲: آیہ کریمہ "الست بربکم" اور فکری جستجو

خداوند عالم نے قرآن کریم میں مذکورہ چیزوں کے مطابق حضرت آدمؑ کی نسل اور ذریت سے عہد و پیمان لیا ہے، جیسا کہ سورۂ اعراف میں فرماتا ہے:

﴿و اذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم و أشهدهم علىٰ انفسهم الست بربكم قالوا بلىٰ شهدنا ان تقولوا يوم القيمة انا كنا عن هذا غافلين☆ او تقولوا انّما اشرك آباؤنا من قبل و كنا ذرية من بعدهم افتهلكنا بما فعل المبطلون﴾

جب تمہارے پروردگار نے فرزندان حضرت آدمؑ کی پشتوں سے ان کی ذریت اور نسل کو لیا نیز ان کو خود انہیں پر گواہ قرار دیا اور فرمایا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں، ہم گواہی دیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے تاکہ تم روز قیامت یہ نہ کہہ سکو کہ ہم آگاہ نہیں تھے یا یہ کہ ہمارے آباء و اجداد مشرک تھے اور ہم تو ان کے بعد والی نسل ہیں لہٰذا کیا تو ہمیں ان کی وجہ سے ہلاک کرے گا؟! (۱)

ان دو آیتوں کی شرح اور تفسیر کے لئے درج ذیل دو مقدموں کی ضرورت ہے:

جب نومولود رحم مادر سے الگ ہوتا ہے اور وہ ناف کا سلسلہ کہ جس کے ذریعہ غذا حاصل کرتا تھا وہ سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے، تو گرسنگی کی خواہش اسے غذا کی تلاش پر مجبور کرتی ہے، وہ روتا اور چیختا ہے اور ہاتھ پاؤں مارتا ہے نیز سکون نہیں لیتا جب تک کہ ماں کا پستان منھ میں نہیں لیتا اور دودھ نہیں پیتا اور منھ کے راستہ سے معدہ تک پہنچاتا ہے، یہ غریزہ (فطرت) انسان میں ہمیشہ پایا جاتا ہے اور اسے پوری زندگی غذا کے حصول پر مجبور اور متحرک رکھتا ہے۔

اس غریزہ میں جسے ہم غذا کے لئے معدہ کی تلاش کا نام دیتے ہیں تمام حیوانات انسان کے ساتھ

---

(۱) اعراف/۱۷۳۔۱۷۲

شریک ہیں اور یہی وہ پہلا غریزہ ہے جو انسان کو فعالیت اور تلاش کی طرف حرکت دیتا ہے، پھر جب نو مولود کچھ بڑا اور چند سال کا ہو جاتا ہے تو دوسرا غریزہ تدریجاً اس میں ابھرتا ہے اور بچپن کے درمیان اور ابتدائے نوجوانی میں ظاہر ہوتا ہے اور اپنی دماغی توانائی کو روحی غذا کے حصول کے لئے مجبور کرتا ہے، ایسی صورت میں جو کچھ اپنے اطراف میں دیکھتا ہے اپنی توجہ اس کی طرف مرکوز کر دیتا ہے اور اسکے ماں باپ اور اطراف سے سوال کرنے کا باعث بنتا ہے کہ ہر موجود کی علت دریافت کرے۔ نمونہ کے طور پر، جب خورشید کو ڈوبتا ہوا دیکھتا ہے تو ان سے پوچھتا ہے کہ خورشید راتوں کو کہاں جاتا ہے؟ یا جب کوئی پانی کا چشمہ پہاڑوں سے گرتا ہوا دیکھتا ہے تو سوال کرتا ہے کہ یہ پانی کہاں سے آرہا ہے؟ یا جب کبھی بادلوں کو آسمان پر اڑتا دیکھتا ہے تو سوال کرتا ہے یہ بادل کہاں جا رہے ہیں؟ وغیرہ۔

اس طرح موجودات سے متعلق آگاہی کو وسعت دیتا ہے اور موجودات کی علت اور حرکت سے متعلق ماں باپ یا اپنے بزرگ سے سوال کر کے دوسرے غریزہ کی ضرورت برطرف کرتا ہے لہٰذا یہ غریزہ بھی اس طرح کی بھوک مٹانے کے لئے انسان کو کوشش اور جستجو پر مجبور کرتا ہے، یہ درحقیقت وہی انسانی عقل کی تلاش وکوشش ہے جو معرفت اور ادراک کی راہ میں ہوتی ہے اور تحقیق وکاوش سے موجودات کے اسباب وعلل کے سمجھنے اور دریافت کرنے کے درپے ہوتی ہے۔

یہ روش موجودات کے ساتھ انسان کی پوری زندگی میں اس غریزہ کے ذریعہ وسیع ہوتی رہتی ہے، نیز موجودات کی پیدائش کے اسباب وعلل کے سلسلے میں جستجو اور تحقیق کی طرف کھینچتی ہے اور معرفت شناسی اور حصول علم ودانش کا یہی ایک واحد راستہ ہے۔

انسان کی کدوکاوش، تلاش وجستجو، تحقیق وبررسی، موجودات کی علت سے متعلق اس کے موجد یعنی خالق کائنات خدا کی شناخت کا سبب بنتی ہے نیز موجودات کے حرکت وسکون کی علت کا دریافت کرنا اور اس کے متعلق تحقیق وجستجو اسے مخلوقات کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نظم ونظام کے بانی کا پتہ دیتی ہے۔

مثال کے طور پر چاند کا زمین کے اردگرد اور زمین کا خورشید کے اردگرد چکر لگانا یا الکٹرون کی حرکت ایٹم (Atom) کے اندر اپنے ہی دائرہ میں نیز گلوبل (سرخ وسفید ذرات کی) حرکت خون کے اندر یا اس کے علاوہ نظم ونظام کے آشکار نمونے موجودات کی حرکت وسکون سے متعلق بے حد وشمار ہیں۔

اس طرح کی کوشش و تحقیق میں تمام انسانوں کو ایسے نتیجہ تک پہنچاتی ہیں کہ زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان تمام موجودات ایک قانون ساز اور نظم آفرین پروردگار رکھتے ہیں جس نے ان کی زندگی کو منظم اور باضابطہ بنایا ہے اور یہ وہی خداوند متعال کی بات ہے جو سورۂ اعراف میں ہے کہ وہ فرماتا ہے:

﴿و اذ اخذ ربك...﴾

۳۔ آیت کی تفسیر

﴿و اذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم﴾

یعنی جب خداوند عالم نے افراد بنی آدم میں سے ہر ایک سے اس کی ذریت اور نسل کو ظاہر کیا اور ہر باپ کی نسل اس کی پشت سے جدا ہو گئی تو **اشهدهم علىٰ انفسهم** تو ان میں سے ہر ایک کو خود انہیں پر گواہ بنایا اور تلاش و تحقیق کرنے والی اس فطرت کی راہ سے، جو اس نے ودیعت کی ہے تا کہ حوادث اور موجودات کی علت اور موجودات کی حرکت و سکون کا سبب دریافت کریں، اس نے ان سے دریافت کیا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ اور چونکہ سبھی نے اپنی فطری عقل سے دریافت کر لیا تھا کہ ہر مخلوق کا ایک خالق ہے اور ہر نظم کا ایک ناظم ہے لہٰذا تو سب نے بیک زبان ہاں کہہ دیا، یہ وہی فطری غریزہ ہے جس نے انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کیا ہے اور انسان اس کے ذریعہ سے صغریٰ و کبریٰ اور نتیجہ نکالنے پر قادر ہوا ہے اور وہ تمام چیزیں جو دیگر مخلوقات کے بس سے باہر ہیں انہیں درک اور دریافت کرتا ہے، انشاء اللہ اس کی شرح و تفصیل آیۂ کریمہ **"وعلم آدم الاسماء کلها"** کی تفسیر میں آئے گی۔

۴۔ انسان ماحول اور ماں باپ کا پابند نہیں ہے

میں نے کہا: خداوند متعال نے اسی فطری غریزہ سے جو انسان کی سرشت میں پایا جاتا ہے انہیں خود انہیں پر گواہ

بنایا اور ان سے سوال کیا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو ان لوگوں نے بھی بزبان فطرت جواب دیا کیوں نہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہی ہمارا پروردگار ہے درج ذیل روایت شدہ حدیث کے یہی معنی ہیں کہ پیغمبر نے فرمایا: "کل مولود یولد علیٰ فطرة الاسلام حتی یکون ابواه یهودانه و ینصرانه (۱) و یمجسانه." (۲)

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔

یعنی ہر انسان ربوبیت شناسی کی فطرت کے ساتھ عقلی نتیجہ گیری کے ہمراہ پیدا ہوتا ہے (اس کی شرح آئے گی) یہ تو ماں باپ ہوتے ہیں جو اسے فطرت سلیم سے منحرف کر کے دین یہود، نصرانی اور مجوس (جو کہ دین فطرت سے روگرداں ہو کر خداوند عزیز کے آئین میں تحریف کے مرتکب ہوئے) میں لے آتے ہیں، اس کی شرح آئے گی۔

رہا سوال یہ کہ خداوند عالم نے تنہا اپنی "ربوبیت" پر ایمان سے متعلق گواہ بنایا ہے اور الوہیت اور اس پر ایمان سے متعلق گواہی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تو وہ اس لئے کہ مخلوقات کے نظام زندگی میں قانون گزاری اور "ربوبیت" پر ایمان، خدا کی "الوہیت" پر ایمان کا باعث اور لازمہ ہے جب کہ اس کے برعکس صادق نہیں ہے۔ اس کی وضاحت آیہ کریمہ "الذی خلق فسوی" کی تفسیر میں آئے گی۔

ہاں خداوند متعال نے خود انہیں انہیں پر گواہ بنایا تا کہ روز قیامت یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم اس موضوع سے بے خبر اور غافل تھے اور تیری ربوبیت اور پروردگار ہونے کی طرف متوجہ نہیں تھے! اور تو نے ہمارے لئے برہان و دلیل نہیں بھیجی نیز ہماری عقلوں کو بھی کمال تک نہیں پہنچایا کہ ہم اس "ربوبیت" کو درک کرتے، یا یہ نہ کہہ سکیں کہ انما اشرک آباؤنا من قبل و کنا ذریة من بعدهم ہمارے گزشتہ آباء و اجداد مشرک تھے اور ہم تو ان کے بعد کی نسل ہیں، یعنی: ہمارے آباء و اجداد ہم سے پہلے شرک الوہیت اور کفر ربوبیت پر پرورش پائے تھے اور ہم تو ایسے حالات میں دنیا میں آئے کہ کچھ درک نہ کر سکے یہ تو وہ لوگ تھے جنہوں نے ہمیں اپنے مقصد کی سمت رہنمائی کی تھی۔ اور ہم بھی ان کی تربیت کے زیر اثر جیسا انہوں نے چاہا ہو گئے، لہذا سارا گناہ اور قصور ان کا ہے نیز اس کے تمام آثار اور نتائج کے ذمہ دار بھی وہی ہیں: "افتهلکنا بما فعل المبطلون" کیا ہمیں ان گناہوں کی سزا دے گا جس کے مرتکب ہمارے آباء و اجداد ہوئے ہیں؟!

یہ وہی چیز ہے جس کو اس دور میں "جبر محیط" یعنی ماحول کا جبر اور اس کا اثر انسان خصوصاً بچوں پر کہتے ہیں،

---

(۱) سفینۃ البحار: مادہ فطرت۔ (۲) صحیح مسلم: کتاب قدر، باب معنی کل مولود... صحیح بخاری، کتاب جنائز، کتاب تفسیر، و کتاب قدر، سنن ابی داود، کتاب سنت؛ سنن ترمذی، کتاب قدر؛ موطأ مالک، کتاب جنائز اور مسند احمد، ج ۲، ص ۲۳۳، ۲۵۳، وغیرہ...

خداوند عالم فرماتا ہے: تمہیں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ، ہم نے تمہیں تلاش و جستجو کی قوت اور علت یابی کی صلاحیت سے آراستہ کیا ہے، بعینہ اسی طرح کہ بعد کی نسلوں نے بہت سی ایسی چیزیں کشف کی ہیں اور کرتے رہتے ہیں کہ جن سے گزشتہ لوگ بے خبر تھے، نیز ان کا شدت سے انکار کرتے تھے اور ایسا خیال کرتے تھے کہ اس کا حصول محال ہے، جیسے بھاپ کی طاقت، الکٹریک اور بجلی کا پاور، نور کی سرعت، ستاروں کا ایک دوسرے کے اردگرد چکر لگانا نیز اس کے علاوہ دیگر انکشافات جن کا شمار اور احصاء نہیں ہے۔

ان تمام مقامات پر انسان نے اپنی علت جو فطری عقل و شعور کے ذریعہ یہ امکان پایا تا کہ سابقین کی گفتار وعقائد کو باطل اور بے بنیاد ٹھہرائے اور اپنے جدید انکشاف کو ثابت کرے۔ ہاں، خداوند عالم ہمیں اس طرح جواب دیتا ہے: چونکہ ہم نے تمہیں جستجو اور تلاش کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا، نیز حق و باطل کے درمیان تمیز کے لئے عقل اور صحیح وغلط کے لئے قوت امتیاز عطا کی اور تم پر حجت تمام کردی، لہٰذا تمہارے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے:

''ہم اسے نہیں جانتے تھے اور اس سے غافل تھے'' یا یہ کہ: ''ہمارے ماں باپ مشرک تھے اور ہم نے ان کا اتباع کیا اور ماحول نے ہم پر اپنا اثر چھوڑا''۔

خداوند عالم نے اس خیال کی رد نیز اس بات کے اثبات میں کہ انسان جس ماحول میں تربیت پاتا اور زندگی گزارتا ہے اس کی مخالفت کرسکتا ہے اس کے لئے قرآن میں مثالیں اور نمونے بیان کئے اور فرماتا ہے:

﴿ضرب الله مثلا للذين كفروا امرأة نوح و امرأة لوط كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين فخانتا هما فلم يغنيا عنهما من الله شيئا و قيل ادخلا النار مع الداخلين☆ وضرب الله مثلاً للذين آمنوا امرأة فرعون اذ قالت رب ابن لي عندك بيتاً في الجنة و نجني من فرعون و عمله و نجني من القوم الظالمين☆ و مريم بنت عمران التي احصنت فرجها فنفخنا فيه من روحنا و صدقت بكلمات ربها و كتبه و كانت من القانتين﴾

خداوند عالم ان لوگوں کیلئے جو کافر ہوگئے ہیں نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال دیتا ہے کہ یہ دونوں حریم نبوت اور ہمارے دو صالح بندوں کی سرپرستی میں تھیں پھر بھی ان کے ساتھ خیانت کی نیز ان دونوں کا دو پیغمبرؑ سے ازدواج اور تعلق انہیں عذاب کے سوا کچھ نہ دے سکا اور ان سے کہا گیا: جہنم میں ان لوگوں کے ہمراہ داخل ہو جاؤ جو جہنمی ہیں۔

اور خداوند عالم، مومنین کے لئے فرعون کی زوجہ (جناب آسیہ) کی مثال دیتا ہے، جب انہوں نے کہا: خدایا! اپنے نزدیک میرے لئے بہشت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کردار سے نجات دے اور

ستمگروں سے مجھے چھٹکارا دلا!

نیز عمران کی بیٹی حضرت مریم کی مثال دیتا ہے کہ انہوں نے عفت اور پاکدامنی کا ثبوت دیا اور ہم نے اس کے اندر اپنی روح ڈال دی اور اس نے کلمات خداوندی اور اس کی کتاب کی تصدیق کی وہ خدا کی اور فرمانبردار اور تسلیم تھی۔(۱)

فرعون کی بیوی آسیہ کافر گھرانے، کفر آمیز اور کفر پرور ماحول میں زندگی گزار رہی تھیں، وہ ایسے شخص کی بیوی تھیں جو ''الوھیت'' اور ''ربوبیت'' کا دعویٰ کرتا تھا، اس اعتبار سے طبیعی اور فطری طور پر انہیں بھی خدائے ثانی (خدائن) بن جانا چاہئے تھا تاکہ تعظیم وتکریم اور عبادت وپرستش کا مرکز بنتیں لیکن ان تمام چیزوں کو انہوں نے انکار اور رد کر دیا اور اپنے شوہر نیز تمام اہل حکومت کی مخالفت شروع کر دی اور صرف پروردگار عالمین پر ایمان لائیں۔

اور انہوں نے ربوبیت کے دعویدار طاقتور فرعون اور اس کی بداعمالیوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور کہا: خدایا! مجھے فرعون اور اس کے کرتوت سے نجات دے نیز ستمگر گروہ یعنی میری قوم سے چھٹکارا دلا اور ان لوگوں کے مقابل قیام کیا اور برابر مقابلہ کرتی رہیں یہاں تک کہ خاوند عالم کی راہ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئیں۔

دوسری طرف، نوح ولوط کی بیویاں باوجودیکہ پیغمبرؑ کے گھر میں تھیں جو لوگوں کو پروردگار عالم کی اطاعت کی دعوت دیتے تھے لیکن اس کے باوجود خداوند عالم اور اپنے شوہروں کا انکار کر دیا اور کافر ہو گئیں ان دونوں سے زیادہ بھی اہم یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کا فرزند اپنے باپ کی مخالفت کر گیا، خداوند عالم نے سورۂ ہود میں کشتی میں سوار ہونے سے متعلق بیٹے کا باپ کی دعوت سے انکار کرنے کا ذکر کیا ہے:

﴿وھی تجری بھم فی موج کالجبال و نادی نوح ابنه و کان فی معزل یا بنی ارکب معنا و لا تکن مع الکافرین ☆ قال ساوی الیٰ جبل یعصمنی من الماء قال لا عاصم الیوم من امر الله الا من رحم و حال بینھما الموج فکان من المغرقین﴾

کشتی انہیں پہاڑ جیسی موجوں کے درمیان لے جا رہی تھی نوح نے اپنے فرزند کو جو کنارے پر تھا آواز دی اور کہا: میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دے! تو اس نے کہا: ابھی میں پہاڑ پر پناہ لے لیتا ہوں تاکہ وہ مجھے پانی سے محفوظ رکھے، نوح نے کہا: آج امر الٰہی کے مقابل کوئی پناہ دینے والا

(۱) تحریم/۱۲-۱۰

نہیں ہے جز اس کے کہ کوئی مشمول رحمت الٰہی ہوا تنے میں موج دونوں کے درمیان حائل ہوئی اور نوح کا بیٹا ڈوبنے والوں میں قرار پایا۔(۱)

پھر، نوح اور لوط کی بیویوں نے اپنے شوہروں کی مخالفت کی اور فرزند نوح نے عذاب الٰہی اور کوہ پیکر موجوں کو دیکھنے کے باوجود باپ کے حکم سے سرپیچی کی اور کشتی پر سوار ہونے سے انکار کر دیا، ان تمام افراد نے خواہشات نفسانی اور ہوا و ہوس کا اتباع کیا اور ان راستوں کو اپنایا اسمیں ماحول کی مجبوری کا کوئی دخل نہیں ہے۔

جبکہ فرعون کی بیوی نے ہوائے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے شوہر اور خاندان سے مبارزہ کیا تا کہ حکم خداوندی کی پیروی کریں اور حضرت عمران کی بیٹی جناب مریم مومن گھرانے میں زندگی بسر کر رہی تھیں، انہوں نے نوح اور لوط کی بیویوں کے برخلاف، خدا اور اس کی کتاب کی تصدیق کی۔ لہٰذا ماحول اور گھرانے کی مجبوری کی رٹ لگانا بے معنی چیز ہے۔ یہ خاندان اور ماحول کفر و ایمان پر مجبور نہیں کرتے بلکہ صرف اور صرف عادات کی طرف میلان اور ماحول کی پیروی کی طرف تمائل انسان کو راہ حق سے منحرف کر دیتا ہے جیسا کہ خداوند عالم نے قرآن میں سات مقام پر اس کے بارے میں خبر دی ہے، اور فرمایا ہے: گزشتہ امتوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا: ملائکہ اور بتوں کی عبادت اور پرستش کرنے میں اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کی داستان سورۂ انبیا میں مذکور ہے:

﴿ولقد آتینا ابراھیم رشدہ من قبل و کنا بہ عالمین ☆ اذ قال لابیہ وقومہ ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون ☆ قالو وجدنا آبائنا لھا عابدین۔﴾(۲)

ہم نے اس سے پہلے ہی ابراہیم کو رشد و کمال کا مالک بنا دیا، نیز ہم ان کی شائستگی اور لیاقت سے واقف تھے جب انہوں نے اپنے مربی باپ اور قوم سے کہا: یہ مجسمے کیا ہیں کہ تم لوگوں نے خود کو ان کا اسیر اور غلام بنا ڈالا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم نے ہمیشہ اپنے آباء و اجداد کو ان کی پوجا کرتے ہوئے پایا ہے۔

سورۂ شعراء میں مذکور ہے:

﴿و اتل علیھم نبأ ابراھیم ☆ اذ قال لابیہ و قومہ ما تعبدون ☆ قالوا نعبد اصناماً فنظل لھا عاکفین ☆قال ھل یسمعونکم اذ تدعون ☆ او ینفعونکم او یضرون ☆قالوا وجدنا

(۱)ہود،۴۲و۴۳ (۲)انبیاء،۵۱۔۵۳

آبائنا کذلك یفعلون۔﴾(۱)

ان کو ابراہیم کی داستان سناؤ، جب اس نے اپنے مربی باپ اور قوم سے کہا: کیا پوجتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور خود کو ان کے لئے وقف کر دیا ہے ابراہیم نے کہا: کیا جب تم انہیں بلاتے ہو تو یہ تمہاری باتیں سنتے ہیں؟ کیا تمہیں نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

حضرت موسیٰ اور فرعونیوں کی داستان سورۂ یونس میں خدا فرماتا ہے:

﴿قال موسیٰ اتقولون للحق لما جائکم اسحر هذا و لا یفلح الساحرون ☆ قالوا اجئتنا لتلفتنا عما وجدنا علیه آبائنا و تکون لکما الکبریاء فی الارض و ما نحن لکما بمؤمنین﴾

موسیٰ نے کہا: کیا جب تمہارے سامنے حق آتا ہے تو کہتے ہو یہ جادو ہے، جبکہ جادوگروں کو کبھی کامیابی نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: کیا اس لئے تم آئے ہو تا کہ ہمارے آباء و اجداد کی روش سے ہمیں منحرف کر دو اور زمین پر صرف تمہاری بزرگی اور عظمت کا سکہ چلے؟ ہم ہرگز تمہیں قبول نہیں کرتے۔ (۲)

یا حضرت خاتم الانبیاء کی داستان ان کی قوم کیساتھ کہ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و اذا قیل لهم تعالوا الیٰ ما انزل الله و الیٰ الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیه آبائنا أو لو کان آباؤهم لا یعلمون شیئاً و لا یهتدون۔﴾

جب بھی انہیں کہا گیا کہ خداوند عالم اور پیغمبر کی علامتوں کی طرف آؤ، تو انہوں نے کہا: جس پر ہم نے اپنے آبا و اجداد کو پایا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے خواہ ان کے آباء و اجداد جاہل اور گمراہ رہے ہوں۔ (۳)

نیز سورۂ لقمان میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و من الناس من یجادل فی الله بغیر علم و لا هدیً و لا کتاب منیر ☆و اذا قیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما وجدنا علیه آبائنا او لو کان الشیطان یدعوهم الیٰ عذاب السعیر﴾

بعض لوگ بغیر علم و دانش، ہدایت اور روشن کتاب کے، خدا سے متعلق جدال کرتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے نازل کردہ کتاب کا اتباع کرو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے

---

(۱) شعراء/۷۴۔۶۹ (۲) یونس ۷۷۔۷۸ (۳) مائدہ/۱۰۴

آباء واجداد کا اتباع کریں گے کیا ایسا نہیں ہے کہ شیطان انہیں جہنم کے بھڑکتے شعلوں اور عذاب کی دعوت دیتا ہے؟(۱)

نیز سورۂ زخرف میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و جعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمن اناثاً أشھد وا خلقھم ستکتب شھادتھم و یسئلون ☆و قالو لوشاء الرحمن ما عبدنا ھم ما لھم بذلک من علم ان ھم الایخرصون ☆ ام آتینا ھم کتاباً من قبلہ فھم بہ مستمسکون بل قالوا انا وجدنا آبائنا علیٰ أمۃ و انا علیٰ آثارھم مھتدون﴾(۲)

ان لوگوں نے خداوند رحمٰن کے خالص بندے ملائکہ کو لڑکی خیال کیا آیا یہ لوگ ان کی خلقت کے وقت موجود تھے کہ ایسا دعویٰ کرتے ہیں؟ یقیناً ان کی گواہی مکتوب ہوگی اور ان سے بازپرس کی جائے گی اور انہوں نے کہا: اگر خدا چاہتا تو ہم ان کی پوجا نہیں کرتے۔ جہالت کی باتیں کرتے ہیں، اس سلسلہ میں کوئی اطلاع نہیں رکھتے صرف خیالی پلاؤ پکاتے اور دروغ بافی کرتے ہیں۔ کیا جو ہم نے اس سے قبل انہیں کتاب دی تو انہوں نے اس سے تمسک اختیار کیا؟ ہرگز نہیں، بلکہ کہا: ہم نے اپنے آباء واجداد کو اس راہ میں متحد اور یکساں پایا ہے لہٰذا ہم بھی انہیں کی روش پر گامزن ہیں۔

اور اسی سورہ کی دیگر آیات میں گزشتہ امتوں سے متعلق داستان بیان ہوئی ہے:

﴿و کذلک ما أرسلنا من قبلک فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا إنّا وجدنا آبائنا علیٰ امۃ و انا علی آثارھم مقتدون ☆ قال اولو جئتکم باھدی مما وجدتم علیہ آبائکم قالوا انا بما ارسلتم بہ کافرون فانتقمنا منھم فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین﴾

اور اسی طرح ہم نے ہر شہر و دیار میں ایک ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے مالدار اور عیش پرستوں نے کہا: ہم نے اپنے آباء واجداد کو اپنے آئین کے مطابق متحد اور یکساں دیکھا لہٰذا ہم انہیں کی پیروی کریں گے، ڈرانے والے پیغمبر نے کہا: اگر اس چیز سے بہتر میں کوئی چیز لایا ہوں جس پر تم نے آباء و اجداد کو دیکھا ہے تو کیا بہتر کا اتباع کروگے؟ انہوں نے جواب دیا: چاہے تم کتنا ہی بہتر پیش کرو ہم ماننے والے نہیں ہیں، پھر ہم نے ان سے انتقام لیا، لہٰذا غور کرو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہے؟(۳)

---

(۱) سورۂ لقمان/۲۰و۲۱ (۲) زخرف ۲۲-۱۹ (۳) زخرف ۲۵-۲۳.

آیات کی تفسیر

خداوند عالم گزشتہ آیتوں میں خبر دے رہا ہے: اس کے دوست ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے سوال کیا: یہ مجسمے جن کی عبادت کیلئے تم نے خود کو وقف کر دیا ہے کیا ہیں؟ آیا جب تم انہیں پکارتے ہو تو وہ جواب دیتے ہیں؟ آیا تم کو کوئی نقصان و نفع پہنچاتے ہیں؟ کہنے لگے: ہمیں ان مسائل سے کوئی سروکار نہیں ہے، ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی راہ کا سالک پایا ہے لہٰذا ہم ان کی اقتدا کرتے ہیں، دوسری جگہ پر موسیٰ کی فرعونیوں سے گفتگو کی حکایت کرتا ہے کہ موسیٰ نے ان سے کہا: آیا خدا کی ان آیات حقہ کو تم لوگ سحر اور جادو سمجھتے ہو؟ فرعونیوں نے کہا: کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے آباء واجداد کے راستے سے منحرف کر دو؟!

خداوند عالم خاتم الانبیاء کی قریش کے ساتھ نزاعی صورت کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: جب بھی ان سے کہا گیا خدا کے فرمان کے سامنے سراپا تسلیم ہو جاؤ تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے لئے ہمارے آباء و اجداد کی سیرت و روش کافی ہے! دوسری جگہ فرماتا ہے: بعض لوگ علم و دانش سے بے بہرہ، ہر طرح کی اطلاع اور راہنمائی سے دور، کتاب روشن سے بے فیض رہ کر خدا کے بارے میں بحث و اختلاف کرتے ہیں۔

کفار قریش ملائکہ کی عبادت کرتے اور انہیں لڑکی خیال کرتے تھے؛ خداوند عالم ان سے استفہام انکاری کے عنوان سے سوال کرتا ہے: آیا یہ لوگ ملائکہ کی تخلیق اور ان کے لڑکی ہونے کے وقت موجود تھے؟ یا یہ کہ خداوند عالم نے ان کے پاس توریت، انجیل جیسی کتاب بھیجی اور اسمیں اس قضیہ کو ذکر کیا اور یہ لوگ اس کو اپنا مستند بنا کر ایسی گفتگو کر رہے ہوں؟ نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ کہا: ہم نے اپنے آباء واجداد کو اس روش و مسلک پر متحد پایا ہے لہٰذا ہم ان کا اتباع کرتے ہیں۔

خداوند متعال بھی اپنے پیغمبر کی تسلی اور دلداری کے لئے نیز اس لئے بھی کہ یہ کوئی نئی اور جدید روش نہیں ہے بلکہ تمام امتوں نے ایسی ہی جاہلانہ رفتار اپنے پیغمبروں کے ساتھ روا رکھی ہے، فرماتا ہے: ہم نے ہر شہر و دیار میں ڈرانے والے پیغمبر بھیجے ہیں مگر وہاں کے ثروتمندوں اور فارغ البال عیش پرستوں نے کہا: جو ہمارا دین ہے اسی پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو متفق اور گامزن پایا ہے لہٰذا ہم اسی کا اتباع کریں گے، اللہ کے فرستادہ نبی نے ان سے کہا: اگر میرے پاس تمہارے آباء واجداد کی روش سے بہتر کوئی روش ہو تو کیا تم اس کی

تقلید کرو گے یا اس کا انکار کرکے کافر ہی رہو گے؟ انہوں نے جواب دیا: تم چاہے جتنا بہتر کچھ پیش کرو ہم کافر و منکر ہی رہیں گے۔

لہٰذا ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ قومی اور گروہی تعصب کہ جس کا محور جہل و نادانی ہے اس طرح کی خواہشات انسان کے اندر پیدا کرتا ہے اور خطرناک نتیجہ دیتا ہے یہاں تک کہ انسان پاکیزہ و سلیم خداداد فطرت (جو کہ خالق و مربی پروردگار کی سمت راہنما ہے) سے برسرپیکار ہو جاتا ہے۔

بحث کا خلاصہ

چونکہ انسانی نفس تلاش و تحقیق کا خوگر ہے، کہ پوری زندگی (اپنے حریص اور سیر نہ ہونے والے معدہ کے مانند پوری زندگی غذا کی تلاش میں رہتا ہے) معرفت اور شناخت کی جستجو و تلاش میں رہتا ہے لہٰذا، جب متحرک کی حرکت کی علت موجودات وجود کا سبب تلاش کرتا ہے تو اس کی عقل اس نتیجہ اور فیصلہ پر پہنچتی ہے کہ ہر حرکت کے لئے ایک محرک کی ضرورت ہے نیز ہر مخلوق جو کہ ایک موزوں اور منظم کی حامل ہے، یقیناً اس کا کوئی موزوں و مناسب خالق ضرور ہے؛ اس خالق کا نام "الٰہ" یعنی خدا ہے۔

لہٰذا کسی کے لئے روز قیامت یہ گنجائش نہیں رہ جاتی کہ کہے: ﴿انا کنا عن ھذا غافلین﴾ ہم ان مسائل سے غافل و بے خبر تھے۔ یا کہے: "ہمارے آباء و اجداد مشرک تھے اور ہم ان کی نسل سے تھے (یعنی راستہ کا انتخاب انہیں کی طرف سے تھا) کیا ہمیں ان کے جاہلانہ عمل کی وجہ سے ہلاک کرو گے؟" اس لئے کہ، ان کا حال اس سلسلے میں دنیا میں زندگی گزارنے والے لوگوں کا سا ہے، کہ لوگ الکٹرک اور برق کے کشف و ایجاد سے پہلے محض تاریکی میں بسر کر رہے تھے، لیکن ان کی ذات میں ودیعت شدہ تحقیق و تلاش کے غریزہ نے ان کی اولاد کو بجلی کی قوت کے کشف کرنے کا اہل بنا دیا، نیز اس کے علاوہ تمام انکشافات جو ہر دور اور ہر زمانہ میں ہوئے ان تک گزشتہ لوگوں کی رسائی نہیں تھی اسی کے مانند ہیں۔ اس وجہ سے جیسا کہ نسل انسانی نے اپنی مادی دنیا کو تحقیق و تلاش سے تابناک و روشن بنا دیا لہٰذا وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اپنے آباء و اجداد کی کفر و ضلالت کی تاریکی کو خیر باد کہہ کر پیغمبروں کے نور سے فیضیاب ہوں، لہٰذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے آباء و اجداد چونکہ کفر و شرک اور خالق کے انکار کی تاریکی میں بسر کر رہے تھے تو ہم بھی مجبوراً ان کا

اتباع کرتے رہے۔ مجبوری کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، اس لئے کہ خداوند رحمان نے غافلوں اور جاہلوں کے تذکر اور یاد آوری کے لئے پیغمبر بھیج کر لوگوں پر حجت تمام کردی ہے، جیسا کہ خاتم الانبیاء سے فرمایا:

﴿فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر﴾(۱)

انہیں یاد دلاؤ کیونکہ تنہا تمہیں یاد دلانے والے ہو تم ان پر مسلط نہیں ہو۔

نیز قرآن کو ذکر کے نام سے یاد کیا اور کہا:

﴿و انزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون﴾

میں نے اس ذکر (یاد آور) کو تم پر نازل کیا تا کہ جو کچھ لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہے اسے بیان اور واضح کردو شاید غور وفکر کریں۔(۲)

آئندہ بحث میں جو کچھ ہم نے یہاں بطور خلاصہ پیش کیا ہے، انشاء اللہ خداوند عالم کی تائید و توفیق سے اسے شرح وبسط کے ساتھ بیان کریں گے۔

❁❁❁❁❁

(۱) غاشیہ/۲۱ اور ۲۲ (۲) نحل/۴۴

۴

الوہیت سے متعلق بحثیں

الف۔ آیا مخلوقات اچانک وجود میں آئی ہیں؟

ب۔ الٰہ کے معنی

ج۔ لا الٰہ الا اللہ کے معنی

''الٰہ'' وہی خالق ہے اور خدا کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے نیز خالق کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہیں ہو سکتی یعنی خدائے وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود اور خالق نہیں ہے اس لئے: لا الٰہ الا اللہ ہے۔

د۔ آیا خدا کے بیٹا اور بیٹی ہے؟

الف ۔ آیا مخلوقات اتفاقی طور پر وجود میں آ گئی ہیں؟

ابھی بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ تخلیق اور ہستی (عالم) کی تخلیق اور اس کا نظام اچانک وجود میں آ گیا ہے، نہ مخلوقات کا کوئی خالق ہے اور نہ ہی نظام کا کوئی نظم دینے والا! ان کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے:

یہ تمام نا قابل احصاء اور بے شمار مخلوق عالم ہستی میں اچانک اور اتفاقی طور پر وجود میں آ گئی ہے، یعنی ذرات اور مختلف عناصر اپنے اندازہ اور مقام کے اعتبار سے ایک دوسرے کے ارد گرد جمع ہوئے اور اتفاقی طور پر بقدر ضرورت اور مناسب انداز میں ایک دوسرے سے مخلوط ہو کر ایک مناسب ماحول اور فضا میں اپنی ایک شکل اختیار کر لی نیز اتفاقاً عناصر ایک دوسرے سے مرکب ہو گئے اور ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ بن گئے، دور اور اچانک نزدیک کے شائستہ و مناسب مداروں میں یکجا ہو کر اتفاقی طور پر ایک لامتناہی اور بے شمار منظم اور حیات آفریں مجموعہ میں تبدیل ہو گئے، وہ بھی مناسب اور صحیح حساب و کتاب کے ساتھ یہاں تک کہ زندگی کے اصلی عناصر جیسے آکسیجن و ہائیڈروجن پیدا ہوئے اور زندگی کے وسائل و اسباب وجود میں آ گئے۔

موضوع کی مزید وضاحت کے لئے نیز اس لئے بھی کہ اس مغالطہ اور پردہ پوشی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے خداوند عالم کی مدد سے درج ذیل مثال پیش کرتے ہیں:

آپ اگر چھوٹی دس گیندیں ایک اندازہ کی برابر سے لیں اور ایک سے دس تک شمارہ گزاری کریں پھر انہیں ایک تھیلی میں رکھیں اور اسے زور سے ہلائیں تا کہ مکمل طور پر خلط ملط ہو کر ترتیب عدد سے خارج ہو جائیں پھر یہ طے کریں کہ اسی ردیف سے ایک سے دس تک نکالیں تو ایک نمبر کی گیند باہر لانے کا احتمال ایک سے دس تک میں باقی رہے گا، یعنی ممکن ہے کہ پہلی بار یا دوسری بار میں یا دسویں مرحلہ میں باہر

آئے جو دسواں اور آخری مرحلہ ہے اگر ایک اور دو عدد کو ایک دوسرے کے بعد باہر نکالنا چاہیں تو احتمال کی نسبت ایک سے سو تک پہنچ جائے گی یعنی ممکن ہے پہلے ہی مرحلہ میں ساتھ ساتھ باہر آجائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اس عمل کو سو بار تکرار کرنے پر مجبور ہوں جب جاکے کامیابی ملے لیکن اگر ۱۔۲۔۳ عدد کو ترتیب سے باہر لانا چاہتے ہیں یہاں پر احتمال کی نسبت ہزار تک بھی پہنچ سکتی ہے بعد کے مرحلہ میں یعنی ۱۔۲۔۳۔۴ عدد کو نکالنے میں نسبت اور بڑھ جائے گی اور ایک سے دس ہزار تک عدد کا اضافہ ہو جائے گا یعنی ممکن ہے کہ دس ہزار بار تکرار کرنے پر مجبور ہوں تا کہ آپ کی مراد پوری ہو، اسی طرح آگے بڑھتے جائیں یہاں تک کہ ان دسوں گیندوں کو اگر اسی ترتیب سے ایک سے دس تک نکالنا چاہیں تو احتمال کی نسبت دسوں ملین ہو سکتی ہے!(۱) یہ قابل قبول اور واضح علمی روش ہے!

اگر علمی نقطہ نظر سے ایسا ہے کہ صرف ۱۰، عدد کو اتفاقی طور پر ایک تھیلی سے باہر لانے کے لئے وہ بھی منظم طور پر نیز شماروں کی ترتیب کے ساتھ تو اتنی تکرار کی ضرورت ہے، تو پھر علمی نقطہ نظر آج کے ایسے نظام کے لئے جس کا ہم مشاہدہ کررہے ہیں، کیا ہوگا؟ ایسا نظم وانضباط جو نہ صرف بے شمار اور نا قابل احصاء موجودات کا مجموعہ ہے بلکہ خود اس کے ایک موجود کے اندر موجودات بھی آج کے معروف وسائل اور دوربین علمی نقطہ نظر سے قابل احصاء نہیں ہیں! تو پھر کون ذی شعور ہے جو کہے: یہ سب اتفاقی طور پر وجود میں آگیا ہے اور ہر ایک کے لئے مناسب اجزاء اتفاقی طور پر پیدا ہو گئے ہیں نیز اتفاق سے ایک جز نے دوسرے جز کے پہلو میں پناہ لے لی ہے اسی طرح ایک جزء دوسرے جزء کے پاس اور ایک حصہ دوسرے حصہ سے ہم ردیف اور متصل ہو گیا ہے اور محیر العقول اور تعجب آور یہ نظم ونسق خود ہی ایجاد ہو گیا ہے؟

نظم آفرین خدا نے سورۂ حجر میں فرمایا ہے:

﴿ولقد جعلنا فی السماء بروجاً و زیناها للناظرین﴾

ہم نے آسمان میں بہت سے برج قرار دیئے اور انہیں دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا۔(۲)

﴿والارض مددناها و ألقینا فیها رواسی و أنبتنا فیها من کل شیء موزون﴾

---

(۱) علم بہ ایمان دعوت می کند، تالیف اُ. کریسی موریسون. A .CRESSY.MORRISON

(۲) حجر/۱۶.

ہم نے زمین بچھائی اور اسمیں مستحکم و مضبوط پہاڑ استوار کئے اور اس میں ہر مناسب اور موزوں چیز پیدا کی۔(۱)

سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے:

﴿إنّ فی خلق السموات والارض و اختلاف اللیل و النهار و الفلكِ التی تجری فی البحر بما ینفع الناس و ما انزل الله من السماء من ماءٍ فاحیا به الارض بعد موتها و بث فیها من کل دابةٍ و تصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء و الارض لآیات لقوم یعقلون﴾

یقیناً آسمان و زمین کی تخلیق، روز و شب کی گردش اور لوگوں کے فائدہ کے لئے دریا میں سطح آب پر کشتیوں کا رواں دواں کرنا نیز خدا کا آسمان سے پانی نازل کرنا اور زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرنا اور چلنے والوں کی کثرت، ہواؤں کی حرکت اور زمین و آسمان کے درمیان مسخر بادل صاحبان عقل و ہوش کے لئے نشانیاں ہیں۔(۲)

یقیناً، خدا کی قسم زمین و آسمان کی خلقت میں تدبر و تعقل کی بے شمار نشانیاں ہیں اور آسمان کے قلعوں اور اس کے ستاروں کے ہماہنگ نظام میں اور محکم اور نپے تلے میزان میں نباتات کے اگنے میں عقلمندوں کیلئے اس کی عظمت و قدرت نیز نظم و نسق کی بے حساب نشانیاں ہیں بشرطیکہ غور تو کریں لیکن افسوس ہے کہ عاقل انسان کو ہوا و ہوس نے تعقل و تدبر سے روک رکھا ہے!!!

---

(۱) حجر/۱۹ (۲) بقرہ/۱۶۴

ب۔ اِلٰہ اور اس کے معنی

اول: کتاب لغت میں الہ کے معنی

جو کچھ لغت کی کتابوں میں الہ کے معنی سے متعلق ذکر ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

الہ کتاب کے وزن پر ہے " اَلِہَ یَألَہُ " کے مادہ سے جو عبادت کے معنی میں ہے یعنی خضوع وخشوع کے ساتھ اطاعت کے معنی میں ہے، لفظ الہ کتاب کے مانند مصدر بھی ہے اور مفعول بھی؛ لہٰذا جس طرح کتاب مکتوب (لکھی ہوئی شیء) کے معنی میں ہے الہ بھی مالوہ یعنی ''معبود'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس لحاظ سے الہ لغت میں یعنی:

۱۔ خاضع انداز میں عبادت اور اطاعت (مصدری معنی میں)

۲۔ معبود اور مطاع: جس کی عبادت کی جائے (مفعولی معنی میں)

یہ لغت میں الہ کے معنی تھے۔

دوسرے: عربی زبان والوں کی بول چال میں الہٰ کے معنی

الہٰ عربی زبان والوں کے محاورات اور ان کی بول چال میں دو[2] معنوں میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ جب عرب کسی کو خبر دیتا ہے تو کہتا ہے: الہ؛ اُس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے کوئی عبادت کی ہے یعنی اپنے معبود کے لئے دینی عبادت جیسے نماز ودعا وقربانی بجالایا ہے اور جس وقت کہتا ہے: الھا کتاب کے وزن پر تو اس کا مقصود وہی معبود ہوتا ہے جس کی عبادت و پرستش ہوتی ہے اور دینی مراسم اس کے لئے انجام پاتے ہیں، یعنی یہ شکل وہیئت، مفعولی معنی میں استعمال ہوتی ہے جس طرح کتاب مکتوب کے معنی میں استعمال ہوتی ہے یعنی لکھی ہوئی۔

اورعرب ہراس چیز کوالہ کہتے ہیں جس کی عبادت و پرستش ہوتی ہے جس کی جمع آلہہ ہے، خواہ وہ خالق اور پیدا کرنے والا ہو یا مخلوق و پیدا شدہ چیز ہو، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے جیسے خورشید، بت، چاند اور گائے کہ جو ہندوؤں کی عبادت کا محور ہیں۔

۲۔ ''الہ'' کبھی مطاع اور مقتدا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ کئی جگہ قرآن میں آیا ہے:

۱۔ ﴿أرأیت من اتخذ الٰهه هواه أفانت تکون علیه و کیلاً﴾

کیا دیکھا ایسے شخص کو جس نے خواہشات کو اپنا مطاع بنایا ہو؟! آیا تم اس کی ہدایت ورا ہنمائی کر سکتے ہو؟!(۱)

۲۔ ﴿افرأیت من اتخذ الٰهه هواه و أضله الله علیٰ علم......﴾

یعنی جو کوئی اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے دراصل ہواء نفس اور خواہشات کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے اور اللہ نے اسی حالت کو دیکھ کر اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے۔(۲)

جیسا کہ سورۂ قصص میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ومن اضل ممن اتبع هواه بغیر هدیً من الله﴾ آیا اس سے بھی زیادہ کوئی گمراہ ہے جو ہوائے نفس اور خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا ؟!(۳)

۳۔ سورۂ شعراء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون کی گفتگو کو ذکر کرتا ہے کہ فرعون نے کہا:

﴿لئن اتخذت الٰهاً غیری لأجعلنك من المسجونین﴾(٤)

اگر میرے علاوہ کسی اور خدا کی پیروی کروگے تو تمہیں قید کردوں گا!

ہم نے اس آیت میں الہ کے معنی مطاع اور مقتدا ذکر کئے ہیں اس لئے کہ فرعون اور اس کے ماتحت افراد پوجنے کے لئے معبود رکھتے تھے جیسا کہ خداوند عالم انہیں کی زبانی سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿و قال الملأ من قوم فرعون اتذر موسیٰ و قومه لیفسدوا فی الأرض و یذرك و آلهتك﴾

قوم فرعون کے بزرگوں نے اس سے کہا: آیا موسیٰ اوران کی قوم کو چھوڑ دے گا تاکہ وہ زمین میں فساد کریں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو نظر انداز کردیں؟(۵)

(۱) فرقان/۴۳ (۲) جاثیہ/۲۳ (۳) قصص/۵۰ (۴) شعراء/۲۹ (۵) اعراف/۱۲۷

جن معبودوں کا یہاں پر ذکر ہے یہ وہ معبود ہیں جن کی پرستش فرعون اور اس کی قوم کیا کرتی تھی، کہ ان کے لئے وہ لوگ قربانی اور اپنے دینی مراسم منعقد کرتے تھے۔

لیکن فرعون خود بھی ''الہ'' تھا لیکن الہ مطاع اور مقتدا کے معنی میں اگر چہ یہ بھی احتمال ہے کہ فرعون الوھیت کا بھی دعویدار تھا، یعنی خود کو لائق پرستش معبود تصور کرتا تھا جیسا کہ بہت سی قوموں کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کو ''الھہ'' کی نسل سے سمجھتے تھے چاہے وہ خورشید ہو یا اسکے علاوہ نیز ان کے لئے بعض عبادتی مراسم کا انعقاد بھی کرتے تھے۔

یہ ''اِلہٰ'' کے معنی عرب اور غیر عرب میں موجودہ اور فنا شدہ ملتوں کے درمیان ہیں۔

تیسرے۔اسلامی اصطلاح میں اِلہٰ کے معنی

''اِلہٰ'' اسلامی اصطلاح میں خداوند عالم کے اسمائے حسنیٰ اور معبود نیز مخلوقات کے خالق کے معنی میں ہے اور یہ لفظ قرآن کریم میں کبھی کبھی قرینہ کے ساتھ جو کہ لغوی معنی پر دلالت کرتا ہے استعمال ہوا ہے، جیسے:

﴿الذین یجعلون مع اللہ اِلھاً آخر﴾

وہ لوگ جو خدا کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں۔(۲)

اس لئے کہ آیت کے دو کلمے: ''آخر'' اور ''مع اللہ'' اس بات پر دلیل ہیں کہ اس الہ سے مراد اس کے لغوی معنی یعنی: مطاع اور معبود ہیں یعنی وہی جس کی خدا کے علاوہ عبادت اور پیروی ہوتی ہے۔

''الہ'' قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں بطور مطلق اور بغیر قرینہ کے اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے اور ''الوھیت' کو خداوند سبحان سے مخصوص کرتا ہے ہم آیندہ بحث میں بسط و تفصیل سے بیان کریں گے۔

''اِلہٰ'' کے معنی میں جامع ترین گفتگو ابن منظور کی کتاب لسان العرب میں مادۂ ''الہ'' کے ذیل میں ابی الھیثم کی زبانی ہے کہ اس نے کہا ہے: خداوند عز و جل نے فرمایا: خداوند متعال کے نہ کوئی فرزند ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اللہ ہے اس لئے کہ اگر اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوقات کی دیکھ ریکھ کرتا۔

یعنی کوئی الہ نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ معبود ہو اور اپنی عبادت کرنے والوں کیلئے خالق، رازق نیز ان پر مسلط اور قادر ہو؛ اور جو ان صفات کا حامل نہ ہو وہ خدا نہیں ہے وہ مخلوق ہے چاہے ناحق اس کی عبادت کی گئی ہو۔

---

(۲) حجر/۹۶

ج۔ لا الہ الا اللہ کے معنی

قرآن کریم میں الہ کے معنی ان آیات میں غور وفکر و دقت کرنے سے روشن ہو جائیں گے جو مشرکین کی باتوں کی رو میں الوہیت سے متعلق بیان کی گئی ہیں، وہ آیات جو الوھیت کو خداوند سبحان وقادر سے مخصوص اور منحصر بہ فرد جانتی ہیں نیز وہ آیات جو مشرکین سے الہ کے متعلق جدل اور بحث کے بارے میں ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں:

﴿ولقد خلقنا الإنسان من سلالة من طين ☆ثم جعلناه نطفة في قرار مكين۔۔۔﴾

ہم نے انسان کو خالص مٹی سے خلق کیا، پھر اس کو قابل اطمینان جگہ رحم میں نطفہ بنا کر رکھا؛ پھر نطفہ کو علقہ کی صورت اور علقہ کو مضغہ کی صورت اور مضغہ کو ہڈیوں کی شکل میں بنایا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا؛ پھر اسے نئی تخلیق عطا کی؛ اور احسن الخالقین خدا بابرکت اور عظیم ہے۔(۱)

کلمات کی شرح

۱۔سلالۃ: اس عصارہ (نچوڑ) اور خالص شی ء کو کہتے ہیں جو نہایت آسانی اور اطمینان کے ساتھ کسی چیز سے اخذ کی جائے نطفہ کو سلالہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ جو غذا کا نچوڑ اور خلاصہ ہوتا ہے اور غذا ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

۲۔نطفہ وہی منی یا معمولی رطوبت جو مرد اور عورت سے خارج ہوتی ہے۔

۳۔قرار: ہر وہ مقام جس میں اطمینان اور آسانی سے چیزیں مستقر ہوں یعنی جہاں چیزیں آسانی سے ٹھہر جائیں قرارگاہ کہتے ہیں۔

۴۔مکین: جو چیز اپنی جگہ پر ثابت واستوار ہو اسے مکین کہتے ہیں، یعنی مطمئن و مستقل جگہ۔

لہذا یہاں تک آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ: ہم نے نطفہ کو اس کے محل سکونت میں رکھا یعنی رحم میں قرار دیا ہے۔

---

(۱) مومنون/۱۲۔۱۴

۵۔علقہ: جمے ہوئے گاڑھے چپاں خون کو"علق" اوراس کے ایک ٹکڑے کوعلقہ کہتے ہیں۔

۶۔مضغہ: جب عرب کہتا ہے: مضغ اللحم اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ گوشت دہن میں چبایا اور دانتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا تا کہ نگل سکے۔

چبانے کے قابل ایک لقمہ گوشت کوبھی مضغہ کہتے ہیں؛ اسی لئے شکم مادر میں مستقر جنین جب ایک لقمہ کے بقدر ہوتا ہے تومضغہ کہتے ہیں؛ مضغہ علقہ کے بعد وجود میں آتا ہے۔

۷۔انشاء: ایجاد، پرورش کرنا اوروجود میں لانا؛"انشـــا الشـی"یعنی اس چیز کو وجود بخشا اوراس کی پرورش کی۔ وانشاء اللہ الخلق ،یعنی خداوند عالم نے مخلوقات کوپیدا کیا اوراس کی پرورش کی۔

آیات کی تفسیر

ہم نے انسان کومٹی کے صاف وشفاف خالص عصارہ سے خلق کیا پھراسے ثابت اورآرام دہ جگہ، یعنی رحم مادر میں ٹھکانا دیا، پھراس نطفہ کوخون میں تبدیل کیا، ایسا جامد اور منجمد گاڑھا خون کہ جو چیز وہاں تک پہنچے اس سے پیوستہ ہوجائے پھراس منجمد گاڑھے خون کوچبانے کے قابل گوشت کی صورت تبدیل کیا پھراس گوشت کے ٹکڑے کوہڈیوں میں بدل ڈالا پھران ہڈیوں پرگوشت کے خول چڑھائے اورآخر میں ایک دوسری تخلیق، جو انسانی روح اوراعضاء پرمشتمل ہے وجود میں لے آئے خداوندعالم بہترین خلق کرنے والا ہے بزرگ وبرتر ہے وہ خدجس نے اس پیچیدہ اورحیرت انگیز مخلوق کواس طرح کے مراحل سے گزار کر خلق کیا ہے!

پہلی بات کی طرف بازگشت

خداوندعالم سورۂ مومنون میں مذکورہ ۱۲۔۱۳۔۱۴آیات کے بعداوران موجودات کے ذکر کے بعد جو انسان کے مفاد نیز اس کے اختیاروتسخیر میں ہیں نیز انواع مخلوقات کے بیان کے بعد فرماتا ہے:

﴿ولقد ارسلنا نوحاً الیٰ قومه فقال یا قوم اعبدوا الله ما لکم من اله غیره افلا تتقون﴾

ہم نے نوح کوان کی قوم کے پاس بھیجاتوآپ نے ان سے کہا: اے میری قوم والو! خدا کی عبادت کرو اسکے علاوہ کوئی تمہارا خدانہیں ہے، آیاڈرتے نہیں ہو؟!(۱)

(۱)مومنون/۲۳

پھر دیگر امتوں کی خلقت کی طرف اشارہ کیا جو خدا کی مخلوقات میں ہیں اور کافی شرح وبسط کے ساتھ ان کے کفر وانکار کو بیان کیا پھر اسی سورۂ کی ۹۱ آیت میں فرماتا ہے:

﴿ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الہ اذا لذھب کل الہ بما خلق ولعلا بعضھم علیٰ بعض.....﴾(۱)

خداوند عالم نے کبھی اپنے لئے فرزند انتخاب نہیں کیا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہے ورنہ ہر ایک خدا اپنے پیدا کئے ہوئے کی طرف متوجہ ہوتا اور ان کا نظام چلاتا اور بعض بعض پر برتری وتفوق طلبی کا ثبوت دیتا و...۔

ہم ان آیات میں الوہیت کی سب سے واضح اور روشن ترین صفت اس کی خالقیت کو پاتے ہیں اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند عالم مشرکین سے جواب طلب کرتا ہے اور فرماتا ہے ہم نے زمین وآسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ان سب کو برحق خلق کیا ہے۔(۲) پھر اس کے بعد پیغمبر سے فرماتا ہے: ان سے کہو! خدا کے علاوہ جن معبودوں کی تم پرستش کرتے ہو مجھے بتاؤ کہ انہوں نے زمین سے کونسی چیز خلق کی ہے، یا آسمان کی خلقت میں ان کی کون سی شرکت رہی ہے؟(۳)

نیز سورۂ رعد میں فرماتا ہے:

﴿أم جعلوا اللہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیھم قل اللہ خالق کل شیء و ھو الواحد القھار﴾

آیا وہ لوگ خدا کے لئے ایسے شریک قرار دئے ہیں کہ جنہوں نے خدا کی مانند خلق کیا اور یہ خلقت ان پر مشتبہ ہوگئی ہے؟! ان سے کہو: خدا سب چیز کا خالق ہے اور وہ یکتا اور کامیاب (غالب) ہے۔(۴)

نیز سورۂ نحل میں فرماتا ہے:

﴿أفمن یخلق کمن لا یخلق أفلا تذکرون﴾

آیا وہ جو خالق ہے اس کے مانند ہے جو خالق نہیں ہے؟! آیا نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟!(۵)

یہ بات، یعنی خالقیت پر تاکید الوہیت کی واضح ترین صفت کے عنوان سے ہے جسکی دیگر آیات جیسے سورۂ نحل کی بیسویں آیت، سورۂ فرقان کی تیسری آیت اور سورۂ اعراف کی نویں آیت میں تکرار ہوئی ہے۔

---

(۱) مومنون/۹۱ (۲) احقاف/۳ (۳) احقاف/۴ (۴) رعد/۱۶ (۵) نحل/۱۷

ان تمام آیات میں توحید کے مسئلہ پر مشرکین سے مبارزہ اور استدلال، خالق کی وحدانیت کے محور پر ہوتا ہے، پہلی آیت میں خداوند عالم، کفار سے سوال کرتا ہے: جنہیں تم خدا کہتے ہو اور ان کی پرستش کرتے ہو مجھے بتاؤ کہ انہوں نے زمین سے کوئی چیز پیدا کی ہے؟! اور دوسری آیت میں فرماتا ہے: کیا اس وجہ سے خدا کا شریک قرار دیا ہے کہ تم نے خدا کی تخلیق کے مانند ان کی بھی کوئی تخلیق دیکھی ہے اور خدا کی تخلیق ان دوسروں کی تخلیق سے مشتبہ ہوگئی ہے اور تشخیص کے قابل نہیں ہے؟! تیسری آیت میں سوال کرتا ہے: جس نے گوناگوں موجودات کو خلق کیا ہے اور وہ کہ جنہوں نے نہ خلق کیا ہے اور نہ ہی خلق کر سکتے ہیں کیا دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟!

نیز فرماتا ہے: کوئی معبود خدا کے ہمراہ نہیں ہے اور دیگر آیت میں فرماتا ہے:

کہو: خدا تمام چیزوں کا خالق ہے اور وہی یکتا اور غالب ہے۔

قرآن کریم مقام استدلال میں مشرکین سے اس طرح دلیل و برہان پیش کرتا ہے اور جو دوسرے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو وہ لوگ خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت میں شریک قرار دیتے ہیں ان لوگوں سے فرماتا ہے: مخلوقات کی تخلیق اللہ سے مخصوص ہے اور دوسرے خدا تخلیق پر قادر نہیں ہیں۔

اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ الہ کی بارزترین صفت آفرینش ہے۔ یہ موضوع درج ذیل آیات میں زیادہ واضح اور روشن ہوتا ہوا نظر آتا ہے جہاں فرماتا ہے:

۱۔﴿ ذلکم اللہ ربکم لا الٰہ الاّ ھو خالق کلّ شیء فاعبدوہ ﴾

وہی تمہارا پروردگار ہے اس کے علاوہ ''کوئی خدا'' نہیں ہے وہی ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔(۱)

۲۔﴿ یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ ھو انشأکم من الارض ﴾

صالح پیغمبر نے کہا: اے میری قوم! خدا کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ کوئی ''خدا'' نہیں ہے، وہی ہے جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے۔(۲)

---

(۱) انعام۲/۱۰۲ (۲) ھود/۶۱

۳۔﴿هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء و الارض لا اله الا هو...﴾

آیا کوئی خالق' خدا کے سوا ہے جو تمہیں زمین وآسمان سے روزی دیتا ہے؟! کوئی ''خدا'' اس کے علاوہ نہیں ہے۔(۱)

٤۔﴿واتخذوا من دونه آلهةً لايخلقون شيئاًوهم يخلقون...﴾

انہوں نے خداوند عالم کے علاوہ ایسوں کو اپنا خدا بنایا جو کوئی چیز خلق نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں۔(۲)

٥۔﴿يا ايها الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذين تدعون من دون الله لن يخلقوا ذباباً ولو اجتمعوا له و ان يسلبهم الذباب شيئاًلا يستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب☆ ما قدرو.... الله حق قدره إن الله لقوى عزيز﴾(۳)

اے لوگو! ایک مثل دی گئی ہے، لہٰذا اس پر کان لگاؤ، جو لوگ خدا کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتے ہیں وہ ہرگز ایک مکھی بھی خلق نہیں کر سکتے، چاہے اس کے لئے ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں! اور اگر مکھی کوئی چیز ان سے لے بھاگے تو اسے واپس نہیں لے سکتے! طالب ومطلوب، عابد ومعبود دونوں ہی ناتواں اور عاجز ہیں! یقیناً جس طرح خدا کو پہچاننا چاہئے تھا نہیں پہچانا؛ خداوند عالم قوی ہے اور مغلوب ہونے والوں میں سے نہیں ہے۔

خداوند عالم نے اس مقام پر ان تمام لوگوں کو جو خدا کے علاوہ دوسرے ''خداؤں'' کی عبادت کرتے اور اسے پکارتے ہیں مخاطب قرار دیا ہے اور ان سے فرماتا ہے: اس مثل پر توجہ کرو: تم لوگ خدا کے علاوہ جن کو پکارتے ہو، خواہ فراعنہ اور بادشاہ ہوں یا طاقتور افراد، گائے ہو یا اصنام یا دوسرے معبود ہوں وہ سب، ہرگز ایک مکھی بھی خلق نہیں کر سکتے یعنی ان سرکش اور باغی فراعنہ میں سے کوئی بھی ہو اور اسی طرح وہ گائیں جن کی عبادت کی جاتی ہے یا لوگوں کے ہر دوسرے معبود، آلودہ ترین اور پست ترین حشرات الارض بھی خلق نہیں کر سکتے یعنی جن حشرات کو سب لوگ پہچانتے اور وہ تمام روئے ارض پر پھیلے ہوئے ہیں اور ساری مخلوق ان سے دوری اختیار کرتی ہے! یہ کیسے معبود ہیں کہ آلودہ ترین مکھی بھی خلق نہیں کر سکتے ہیں اور اگر سب اکٹھا ہو کر ایک دوسرے کی مدد بھی کریں تو بھی معمولی حشرہ کے خلق کرنے پر قادر نہیں ہیں؟!

(۱) فاطر/۳ (۲) فرقان/۳ (۳) حج/۷۳، ۷۴

اس کے علاوہ، اگر یہی مکھی ان خیالی معبود سے کوئی چیز لے اڑے، چاہے وہ گائے ہو یا فرعون یا کوئی اور ''خدا'' ہو تو ان کے پاس واپس لینے کی قدرت نہیں ہے، مثال کے طور پر اگر مکھی ہند میں پوجی جانے والی گائے کا خون چوس لے تو بیچاری گائے اپنا حق یعنی چوسا ہوا خون واپس نہیں لے سکتی!

کتنی ناتوان اور عاجز ہے وہ بیچاری گائے جو انسانوں کی معبود ہے اور اس سے زیادہ عاجز اور بے بس وہ شخص ہے جو اس بیچاری مخلوق سے اپنی حاجت طالب کرتا ہے! یقیناً خدا کو اس کی ذات اقدس کے اعتبار سے نہیں پہچانا، یعنی اس خدا کو جو تمام مخلوقات کا خالق اور سب سے قوی اور قادر و غالب طاقتور ہے۔

اس لئے خلقت اور تمام آفرینش خدا ہی سے ہے اور بس؛ وہ کہ جس نے مخلوقات کو خلق کیا اور موجودات کو زیور وجود سے آراستہ کیا، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے وہی تمام چیزوں کا مالک ہے؛ عالم تخلیق میں اس کے علاوہ کوئی اور موثر نہیں ہے تا کہ اس سے اپنی درخواست کریں لہٰذا واجب ہے کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کریں اور اسی سے حاجت طلب کریں۔

درج ذیل آیات انہیں معانی کی وضاحت کرتی ہیں:

۱۔ ﴿قل أرأیتم ان اخذ اللہ سمعکم و أبصارکم و ختم اللہ علیٰ قلوبکم من اِلٰہ غیر اللہ یأتیکم بہ﴾

کہو: مجھے جواب دو! اگر خداوند عالم تمہاری آنکھ، کان کو سلب کر لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے تا کہ کچھ سمجھ نہ سکو، تو اللہ کے علاوہ کون ہے جو اسے واپس لوٹا سکتا ہے؟! (۱)

۲۔ ﴿ الذی لہ ملک السموات و الارض لا الہ الا ھو یحیی و یمیت﴾

وہی خدا جس کے قبضہ قدرت میں زمین اور آسمان ہے اس کے علاوہ کوئی خدا اور معبود نہیں ہے وہ مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ (۲)

۳۔ ﴿من اِلٰہ غیر اللہ یاتیکم بضیاء افلا تسمعون﴾

کون معبود اور خدا، اللہ کے علاوہ تمہارے لئے روشنی پیدا کر سکتا ہے کیا سنتے نہیں ہو؟! (۳)

٤۔ ﴿ ذلکم اللہ ربکم لہ الملک لا الہ اِلّا ھو فانیٰ تصرفون﴾

یہ ہے تمہارا پروردگار خدا کہ جس کی ساری کائنات ہے اور اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پھر کیوں

(۱) انعام/۴۶ (۲) اعراف/۱۵۸ (۳) قصص/۷۱

راہ حق سے منحرف ہوتے ہو؟!(۱)

۵۔ ﴿لا الہ الا ھو یحیی و یمیت ربکم و رب آباکم الاولین﴾

اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے جو تمہارا اور تمہارے گزشتہ آباء و اجداد کا خدا ہے۔(۲)

۶۔ ﴿انّما الھکم اللہ الذی لا الٰہ الّا ھو وسع کلّ شیء علماً﴾

یقیناً تمہارا معبود خدا ہی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے نیز اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔(۳)

۷۔ ﴿قل لو کان معہ آلھۃ کما یقولون اذاً لا بتغوا الیٰ ذی العرش سبیلاً﴾

کہو! جیسا کہ وہ قائل ہیں اگر اللہ کے ہمراہ دوسرے خدا ہوتے تو ایسی صورت میں صاحب عرش اللہ تک رسائی کی کوشش کرتے۔(۴)

۸۔ ﴿و اتخذوا من دون اللہ آلھۃ لیکونوا لھم عزاً﴾

ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے خداؤں کا انتخاب کیا، تا کہ ان کے لئے عزت کا سبب ہوں۔(۵)

۹۔ ﴿ام لھم آلھۃ تمنعھم من دوننا﴾

آیا ان کا کوئی دوسرا خدا ہے جو میرے مقابل ان کا دفاع کر سکے؟۔(۶)

۱۰۔ ﴿اتخذ من دونہ آلھۃ ان یردن الرحمن بضر لا تغن عنی شفاعتم شیئا و لا ینقذون﴾

آیا میں خدا کے علاوہ دوسرے معبودوں کا انتخاب کروں کہ اگر خداوند رحمان مجھے نقصان پہنچائے تو ان کی شفاعت میرے لئے بے سود ثابت ہو اور وہ مجھے نجات نہ دے سکیں!(۷)

۱۱۔ ﴿و اتخذوا من دون اللہ آلھۃً لعلھم ینصرون﴾

انہوں نے خدا کے علاوہ دوسرے خداؤں کا انتخاب کیا اس امید میں کہ ان کی مدد ہوگی۔(۸)

۱۲۔ ﴿فما اغنت عنھم آلھتھم التی یدعون من دون اللہ من شیء لما جاء امر ربک﴾

جب خداوند عالم کی سزا کا فرمان صادر ہوا، تو اللہ کے علاوہ دوسرے خدا کہ جن کو پکارا جاتا تھا انہوں نے ان کی کسی صورت مدد نہیں کی۔(۹)

---

(۱) زمر/۶ (۲) دخان/۸ (۳) طہٰ/۹۸ (۴) اسراء/۴۲ (۵) مریم/۸۱ (۶) انبیاء/۴۳ (۷) یٰس/۲۳ (۸) یٰس/۷۴ (۹) ہود/۱۰۱

قرآن کریم اس طرح صاف اور واضح بیان کرتا ہے: ہر طرح کی تخلیق خداوند یکتا سے مخصوص ہے، بارش کا نازل کرنا، پودوں کا اگانا، بیماروں کو شفا دینا، دشمنوں پر کامیابی، فقر و پریشانی کا دور کرنا، یہ تمام کی تمام اور اس جیسی دوسری چیزیں نیز عالم ہستی میں ہر حرکت اور سکون صرف اور صرف خدا سے مخصوص ہے اور بس؛ لہٰذا کائنات کا تنہا خدا وہی ہے، وہ اپنی قدرت، شان وشوکت اور اپنے افعال میں لاشریک اور یگانہ ہے وہ مثل و مانند اور شبیہ نہیں رکھتا: نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی اس کا کوئی والد، وہ اپنا ہم پلہ اور ہمتا نہیں رکھتا، وہی غالب، قدرت مند اور یکتا خدا ہے، جیسا کہ خود اس نے اپنی توصیف کی ہے اور فرمایا ہے:

۱۔ ﴿اِنّما الله اله واحد سبحانه أن يكون له ولد﴾

یقیناً صرف اور صرف اللہ ہی ایک اور واحد خدا ہے وہ اس بات سے منزہ اور بری ہے کہ اس کا کوئی فرزند ہو۔(۱)

۲۔ ﴿لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة وما من اله الا اله واحد۔﴾

جن لوگوں نے کہا: خدا تین میں سے ایک ہے یقیناً کافر ہیں کوئی خدا اور معبود خداوند واحد کے علاوہ نہیں ہے۔(۲)

۳۔ ﴿و قال الله لا تتخذوا الهين اِثنين اِنّما هو اله واحد﴾

خداوند عالم نے فرمایا: اپنے لئے دو خدا کا انتخاب نہ کرو خدا صرف اور صرف ایک ہے۔(۳)

یہاں تک یہ روشن ہوا کہ الوہیت خداوند عالم سے مخصوص ہے یہی خصوصیت باعث ہوگی کہ خدا کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے، لہٰذا عبادت بھی صرف خدا کی کی جانی چاہیئے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ ﴿اِنّنی انا الله لا اله الا انا فاعبدنی و اَقم الصلاة لذکری۔﴾

میں خدا ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے! میری عبادت کرو اور میری یاد میں نماز برپا کرو۔(۴)

۲۔ ﴿وما ارسلنا من قبلك من رسولٍ الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون﴾

ہم نے تم سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ اسے وحی کی: میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا صرف اور صرف میری عبادت کرو۔(۵)

۳۔ ﴿اَمّن خلق السموات والارض و انزل لكم من السماء ماءً فانبتنا به حدائق ذات

(۱) نساء/۱۷۱ (۲) مائدہ/۷۳ (۳) نحل/۵۱ (۴) طہٰ/۱۴ (۵) انبیاء/۲۵

بھجة ما كان لكم ان تنبتوا شجرها أإله مع الله بل هم قوم يعدلون امن جعل الارض قراراً و جعل خلالها انهاراً و جعل لها رواسي و جعل بين البحرين حاجزاً أإله مع الله بل اكثر هم لا يعلمون☆ امن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء و يجعلكم خلفاء الارض أإله مع الله قليلا ما تذكرون☆ امن يهد يكم في ظلمات البر و البحر و من يرسل الريح بشرا بين يدى رحمته ء اله مع الله تعالیٰ الله عما يشركون☆ امن يبدؤ الخلق ثم يعيده و من يرزقكم من السماء و الارض ء اله مع الله قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين﴾

آیا جس نے زمین وآسمان کی تخلیق کی اور آسمان سے تمہارے لئے پانی نازل کیا پس ہم نے اس سے فرحت بخش باغ اگائے، ایسے باغ کہ تم ہرگز ان درختوں کے اگانے پر قادر نہیں تھے، آیا اس خدا کے ہمراہ کوئی اور خدا ہے؟! نہیں، بلکہ وہ لوگ نادان قوم ہیں جو حق سے منحرف ہوکر مخلوق کو خالق کی ردیف میں رکھتے ہیں!

یا یہ کہ زمین کو استقرار بخشا اور اسے استوار کیا اور اسمیں جگہ جگہ نہریں جاری کیں، نیز اس کی خاطر محکم و استوار پہاڑوں کو ایجاد کیا نیز دو دریاؤں کے درمیان مانع قرار دیا آیا ایسے خدا کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟! نہیں، بلکہ اکثر نادان ہیں!

یا جو لاچاروں کی دعائیں مستجاب کرتا اور مشکلات کو برطرف کرتا ہے نیز تمھیں زمین پر خلیفہ بناتا ہے آیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟! بہت کم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں!۔

یا جو خدا صحراؤں، بیابانوں نیز دریاؤں کی تاریکی میں بھی تمہاری راہنمائی کرتا ہے، نیز جو نزول رحمت سے پہلے بطور مژدہ ہواؤں کو بھیجتا ہے: کیا ایسے خدا کے ہمراہ کوئی اور خدا و معبود ہے؟! ان لوگوں کے شریک قرار دینے سے کہیں زیادہ خداوند عالم کا مرتبہ بلند و بالا ہے!

یا یہ کہ اس نے خلقت کا آغاز کیا پھر اس کی تجدید کرتا ہے اور وہی ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی عطا کرتا ہے: کیا ایسے خدا کے ساتھ کوئی اور خدا ہو سکتا ہے؟! ان سے کہو! اگر تم سچے ہوتے تو اپنی دلیل و برہان پیش کرو۔(۱)

لہٰذا اس یکتا و یگانہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، شریک، مثل اور مانند نہیں رکھتا جس طرح (بعض لوگوں کے خیال کے برخلاف) بیٹے اور بیٹیاں بھی نہیں رکھتا، ان لوگوں کے بارے میں گفتگو آئندہ بحث میں کی جائے گی۔

---

(۱) سورۂ نمل ۶۴،۶۰

د۔ کیا خداوند عالم صاحب اولاد ہے؟

متعدد خداؤں کے ماننے والوں کے درمیان کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو خدا کے لئے اولاد کے قائل ہیں۔ خداوند عالم سورہ صافات میں ان کی زبانی حکایت کرتا ہے:

﴿فاستفتهم ألربك البنات و لهم البنون ☆ ام خلقنا الملائكة اناثاً و هم شاهدون ☆ الا انهم من إفكهم ليقولون ☆ ولد الله وانهم لكذبون ☆ اصطفى البنات علىٰ البنين ☆ مالكم كيف تحكمون﴾

ان سے سوال کرو: آیا تمہارے پروردگار کی لڑکیاں اور ان کے لڑکے ہیں؟! آیا ہم نے فرشتوں کو مونث بنایا اور وہ دیکھ رہے تھے؟! جان لو کہ یہ لوگ اپنے بڑے جھوٹ کے سہارے کہتے ہیں: ''خداوند عالم صاحب اولاد ہے'' درحقیقت یہ لوگ جھوٹے ہیں! آیا خداوند عالم نے لڑکیوں کو لڑکوں پر ترجیح دی ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ خدا کے بارے میں ایسا فیصلہ کرتے ہو۔ (۱)

نیز سورۂ زخرف میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وجعلوا الملائكة الذين هم عباد الرحمن اناثاً! اشهدوا خلقهم ستكتب شهادتهم و يسئلون ☆ و قالوا لو شاء الرحمن ما عبدنا هم...﴾

وہ لوگ خداوند رحمٰن کے بندے فرشتوں کو مونث خیال کرتے ہیں؛ آیا ان کی خلقت پر وہ گواہ تھے؟! ان کی گواہی مکتوب اور قابل باز پرس ہوگی اور انہوں نے کہا: اگر خدا چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہیں کرتے.... (۲)

﴿ام اتخذ مما يخلق بنات و اصفاكم بالبنين﴾

---

(۱) صافات/۱۵۴۔۱۴۹ (۲) زخرف/۲۰۔۱۹

کیا خداوند عالم نے اپنی مخلوقات کے درمیان اپنے لئے لڑکیوں کو منتخب کیا ہے اور لڑکوں کو تمہارے لئے؟! (۱)

﴿و إذا بشر احدهم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجهه مسودا و هو كظيم﴾

جب ان میں سے کسی ایک کو اس چیز کی جسکو انہوں نے خداوند رحمٰن کے لئے اپنے خیال میں تراش لیا ہے اور مثال دی ہے بشارت دی جائے تو ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں اور غصہ کے گھونٹ پینے لگتے ہیں۔ (۲)

یہ مشرکین فرشتوں کی عبادت، لات، عزیٰ اور منات کے بتوں کے قالب میں کرتے تھے؛ نیز ان تینوں کو ملائکہ کا پیکر اور مجسمہ خیال کرتے تھے۔

خداوند عالم سورۂ نجم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿افرايتم اللات و العزى ☆ومناة الثالثة الاخرىٰ الكم الذكر وله الانثى ☆ تلك اذاً قسمة ضيزىٰ ان هي الااسماء سميتموها انتم وآبائكم ما انزل الله بها من سلطانٍ ان يتبعون إلّا الظن وما تهوىٰ الانفس ولقد جائهم من ربهم الهدىٰ۔﴾

مجھے بتاؤ! آیا لات وعزیٰ اور تیسرا منات (خداوند عالم کی لڑکیاں ہیں)؟! آیا تمہارا حصہ لڑکا ہے اور خدا کا حصہ لڑکی ہے؟! (باوجودیکہ تمہارے نزدیک تو لڑکیاں بے قیمت شیء ہیں!) ایسی صورت میں یہ تقسیم غیر منصفانہ ہے! (ایسا نہیں ہے بلکہ یہ ایسے اسماء ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھے ہیں خداوند عالم نے اس خیال کی تائید میں کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے؛ وہ لوگ صرف گمان وحدس اور ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں، جبکہ پروردگار کی ہدایت ان تک پہنچی ہے۔ (۳)

﴿ان الذين لا يؤمنون بالاخرة ليسمون الملائكة تسمية الْانثىٰ☆ وما لهم به من علمٍ ان يتبعون إلّا الظن و ان الظن لا يغني من الحق شيئاً۔﴾

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں، یہ لوگ اپنے اس قول پر دلیل بھی نہیں رکھتے صرف اور صرف حدس اور گمان کا اتباع کرتے ہیں، جبکہ حدس وگمان کبھی آدمی کو حق سے بے نیاز نہیں کرتے۔ (۴)

بعض دیگر مشرکین جنات کی عبادت کرتے تھے، خداوند عالم ان کے بارے میں سورۂ انعام میں فرماتا ہے:

(۱) زخرف/۱۶ (۲) زخرف/۱۷ (۳) نجم/۲۳-۱۹ (۴) نجم/۲۷، ۲۸

﴿و جعلو لله شرکاء الجن و خلقهم و خرقوا له بنين و بنات بغير علم سبحانه و تعالیٰ عما يصفون ☆ بديع السموات والارض انّی يكون له ولد و لم تكن له صاحبة و خلق كل شیء و هو بكل شیء عليم﴾

خدا کے لئے انہوں نے جنات کو شریک اور ہم پلہ قرار دیا، جبکہ وہ خدا کی مخلوق ہیں نیز اس کے لئے بغیر کسی دلیل کے لڑکے اور لڑکیاں منسوب کر دیں خداوند عالم ان کی اس توصیف سے بلند اور منزہ ہے، وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے کیسے ممکن ہے کہ اس کا کوئی فرزند ہو جبکہ اسکی کوئی بیوی بھی نہیں ہے؟! اس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔(۱)

سورۂ سبا میں فرمایا:

و يوم يحشرهم جميعاً ثم يقول للملائكة أ هولاء اياكم كانوا يعبدون ☆ قالوا سبحانك انت ولينا من دونهم بل كانوا يعبدون الجن اكثرهم بهم مو☆منون﴾

جس دن خدا ان تمام لوگوں کو مبعوث کرے گا اور فرشتوں سے کہے گا: کیا ان لوگوں نے تمہاری پرستش کی ہے؟!" وہ کہیں گے تو منزہ اور بلند ہے صرف تو ہمارا ولی ہے نہ وہ لوگ؛ بلکہ انہوں نے تو جنوں کی پوجا کی ہے اور اکثر نے انہیں پر ایمان رکھا ہے۔(۲)

یہ مشرکین کا گروہ جو ملائکہ کی پرستش کرتا تھا، اس وقت پایا نہیں جاتا، یہ لوگ نابود ہو چکے ہیں صرف ان کے کردار کا تذکرہ باقی ہے، لیکن جو لوگ ابھی ہمارے دور میں پائے جارہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ خدا صاحب فرزند ہے وہ عیسائی ہیں، ان کے بارے میں سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و قالت اليهود عزير ابن الله و قالت النصاریٰ المسيح ابن الله ذلك قولهم بأفواههم يضاهئون قول الذين كفروا من قبل قاتلهم الله انیٰ يؤفكون﴾

یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں یہ سب باتیں ہیں جو زبان سے بکا کرتے ہیں اور گزشتہ کافروں کے ہمنوا ہیں خدا انہیں قتل کرے راہ حق سے منحرف ہو کر کہاں جارہے ہیں؟!(۳)

نیز سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:

---

(۱) انعام/۱۰۱۔۱۰۰ (۲) سبا/۴۱۔۴۰ (۳) توبہ/۳۰

﴿یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم و لا تقولوا علیٰ الله الا الحق انما المسیح عیسیٰ بن مریم رسول الله و کلمته القٰیها الیٰ مریم و روح منه فامنوا بالله و رسله و لا تقولوا ثلاثة انتهو خیراً لکم انما الله الٰهٌ واحد سبحانه ان یکون له ولد له ما فی السموات و ما فی الارض و کفیٰ بالله وکیلاً ☆ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً لله و لا الملائکة المقربون و من یستنکف عن عبادته و یستکبر فسیحشرهم الیه جمیعاً﴾

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور خدا کے بارے میں حق کے علاوہ کچھ نہ کہو! حضرت مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح صرف خدا کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے خدا نے مریم کو القا کیا ہے نیز ایک روح بھی اس کی جانب سے ہیں پس خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو ''خدا تین ہیں'' ایسی باتوں سے باز آجاؤ کہ تمہارے لئے بہتر ہوگا! یقیناً خدا یگانہ معبود ہے وہ صاحب فرزند ہونے سے منزہ ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اسی کا ہے اتنا ہی کافی ہے کہ خداوند عالم مدبر اور وکیل ہے۔ حضرت مریم کے فرزند عیسیٰ مسیح کبھی خدا کے بندہ ہونے سے انکار نہیں کرتے اور اس کے مقرب فرشتے بھی ایسے ہی ہیں جو خداوند عالم کی عبادت و بندگی سے روگردانی اور تکبر کرے گا عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔(۱)

سورۂ مائدہ میں فرماتا ہے:

﴿لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسیح ابن مریم وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا الله ربی و ربکم انه من یشرك بالله فقد حرم الله علیه الجنة ومأواه النار و ما للظالمین من انصار☆ لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث ثلاثةٍ و ما من الٰهٍ الا اله واحد و ان لم ینتهوا عما یقولون لیمسّنّ الذین کفروا منهم عذاب الیم☆ أفلا یتوبون الیٰ الله و یستغفرونه و الله غفوررحیم☆ ماالمسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل و امه صدّیقة کانا یأ کلان الطعام انظر کیف نبین لهم الآیات ثم انظر انی یؤفکون ☆ قل اتعبدون من دون الله ما لا یملك لکم ضراً و لا نفعاً و الله هو السمیع العلیم﴾

وہ لوگ جنہوں نے کہا: ''خدا وہی مریم کا فرزند مسیح ہے'' مسلم ہے کہ وہ کافر ہو گئے ہیں، جبکہ خود حضرت مسیح کہتے ہیں: اے بنی اسرائیل جو ہمارا اور تمہارا خدا ہے اس کی عبادت کرو، اس لئے کہ، جو کوئی اسکا شریک قرار دے،

(۱) نساء ۱۷۱۔۱۷۲

خداوندعالم اس پر بہشت حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، ظالموں کا کوئی ناصرومددگار نہیں ہے۔

جن لوگوں نے کہا: اللہ تین میں کا تیسرا ہے یقیناً وہ کافر ہو گئے ہیں حالانکہ خداوند یکتا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اگر جو وہ لوگ کہتے ہیں اپنے قول سے باز نہیں آئے تو ان کافروں کو دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، کیا وہ خدا کی سمت نہیں لوٹیں گے اور اس سے بخشش طلب نہیں کریں گے جبکہ خدا بخشنے والا مہربان ہے؛ حضرت مسیح مریم کے فرزند صرف خدا کے رسول ہیں نیز ان سے قبل بھی رسول آئے تھے ان کی ماں صدیقہ تھیں دونوں ہی کھانا کھاتے تھے خیال کرو کہ کس طرح ہم ان لوگوں کے لئے علامتیں ظاہر کرتے ہیں اور غور کرو کہ لوگ وہ کس طرح حق سے منھ موڑتے ہیں ان سے کہو کیا خدا کے علاوہ بھی اس کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے؟! خداوند عالم سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۱)

پھر اسی سورہ میں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

کافروں نے کہا: خدا وہی عیسیٰ بن مریم ہیں یقیناً وہ کافر ہو گئے ہیں ان سے کہو: اگر خدا چاہے کہ مسیح بن مریم اور ان کی ماں اور تمام روئے زمین پر بسنے والوں کو نابود کردے تو کون روک سکتا ہے؟

زمین و آسمان اور ان کے درمیان سب کا سب خدا کا ہے وہ جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۲)

اور سورۂ آلِ عمران میں فرمایا:

﴿ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون﴾

خداوندعالم کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اس نے ان کو مٹی سے پیدا کرکے کہا ہو جا تو فوراً وہ وجود میں آگئے۔(۳)

نیز سورۂ مریم میں فرمایا:

﴿و قالوا اتخذ الرحمن ولداً☆ لقد جئتم شیئا اداً☆ تکاد السموات یتفطرن منه و

(۱)مائدہ ۷۲۔۷۶(۲)مائدہ ۱۷(۳)آلِ عمران ۵۹

تنشق الارض و تخر الجبال ھداً☆ ان دعوا للرحمن ولداً وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولداً☆ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمن عبداً﴾

ان لوگوں نے کہا: خدا نے اپنے لئے فرزند بنالیا ہے یقیناً یہ بات زشت اور ناپسند ہے جو تم نے کہی ہے! قریب ہے اس طرح کی بیہودہ گویوں سے آسمان پھٹ جائے اور زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کیونکہ خداوند عالم کے لئے فرزند کے قائل ہوئے ہیں۔ جبکہ خداوند عالم کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ کسی کو فرزند بنائے، زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی باقی نہیں ہے مگر یہ کہ خضوع اور بندگی کے ساتھ خدا کے پاس آئے۔(۱)

خداوند عالم نے سورۂ اخلاص کی آیتوں میں اس طرح کے لوگوں کے تمام خیالات وافکار پر خط بطلان کھینچا ہے اور فرمایا ہے:

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم☆قل ھو اللہ احد☆ اللہ الصمد☆ لم یلد ولم یولد☆ و لم یکن لہ کفواً احد﴾

کہو: خداوند یکتا اور یگانہ ہے؛ خداوند بے نیاز مطلق ہے؛ ہرگز اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ والد ہے؛ اور اس کے مانند کوئی نہیں ہے۔

کلمات کی شرح

گزشتہ بحث سے بہتر نتیجہ اخذ کرنے کے لئے بعض الفاظ آیات کی تشریح کرتے ہیں:

۱۔ افک: دروغ وافتراء اور حق سے باطل کی طرف منھ موڑنے کو کہتے ہیں

۲۔ کظیم: جسے شدید غم واندوہ ہو۔

۳۔ سلطان: یہاں پر دلیل و برہان کے معنی میں ہے۔

۴۔ ضیزیٰ: ظالمانہ، غیر عادلانہ "قسمة ضیزیٰ" غیر منصفانہ تقسیم۔

۵۔ خرق: جھوٹے، من گھڑت اور جعلی دعوے۔

---

(۱) مریم/۹۳،۸۸

۶۔ بدیع: بے سابقہ ایجاد کرنے والے اور مبتکر کو کہتے ہیں: بدیع السموات والارض۔ زمین وآسمان کو بغیر کسی اوزار اور آلہ نیز کسی سابقہ نقشہ کے بغیر خلق کرنے والا جو بغیر کسی مادہ اور زمان و مکان کے ہے لہٰذا بدیع کہنا (حقیقی مخترع) خدا کے علاوہ کسی کے لئے جائز وروا نہیں ہے۔

۷۔ یضاھئون: یعنی شبیہ اور ایک جیسا قرار دیتے ہیں۔

۸۔ اداً: امر عظیم، نہایت زشت وناپسند چیز کے معنی میں ہے۔

۹۔ ھداً: شدید تباہی، نابودی بنیاد کو خراب کرنے اور کوٹنے کے معنی میں ہے۔

۱۰۔ مسیح: حضرت عیسیٰ بن مریم کا لقب ہے جو عبرانی زبان میں مشیح ہے، کیونکہ حضرت اپنے ہاتھوں کو کوڑھی اور نابینا افراد پر مسح کر کے خدا کی اجازت سے شفا بخشتے تھے۔

۱۱۔ کلمہ: یعنی ایسی مخلوق جس کو خداوند عالم نے لفظ کن (ہوجا) اور اس کے مانند سے پیدا کیا ہو۔ اور جو معروف اور عام روش یعنی اسباب کے ذریعہ آفرینش سے جدا ہو۔

عیسیٰ کو اسی لحاظ سے کلمہ خدا کہا گیا ہے کہ خداوند عالم نے انہیں لفظ کن (موجود ہوجا) سے پیدا کیا ہے جس طرح زکریا پیغمبر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: **﴿ان اللہ یبشرک بیحیٰ مصدقاً بکلمۃ من اللہ﴾** خداوند عالم تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے، جو کلمہ خدا (مسیح) کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔(۱)

اور مریم سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

﴿ان اللہ یبشرك بكلمة منه اسمه المسيح عيسىٰ بن مريم﴾(۲)

خداوند عالم تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے۔

اور گزشتہ ایک آیت میں ذکر ہوا ہے:

یقناً مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اور صرف رسول اور اس کا کلمہ (مخلوق) ہیں۔

عیسیٰ کو کلمہ کہنا مسبب کو سبب کا نام دینا ہے یعنی چونکہ کلمہ خدا (کن) حضرت عیسیٰ کی پیدائش (مسبب) کا سبب ہے، سبب کا نام مسبب کو دے دیا گیا ہے۔

۱۲۔ صدیقہ: صدیق اسے کہتے ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور اپنے گفتار کی درستگی کو اچھے کردار کے ذریعہ ثابت کرتا ہے۔ صدیقین فضل وشرف، مقام اور منزلت کے اعتبار سے انبیاء کے بعد آتے ہیں اور

---

(۱) سورہ آل عمران/۳۹۔ (۲) سورہ آل عمران/۴۵۔

صدیقہ، صدیق کا مونث ہے۔

۱۳۔ عبد: عبد یہاں پر اس بندہ کے معنی میں ہے جو اپنے نفع ونقصان، موت وزندگی کا اختیار نہیں رکھتا۔

۱۴۔ صمد: صمد اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ کسی کو جنے اور نہ ہی جنا گیا ہو اور نظیر و مثیل نہ رکھتا ہو۔ یعنی کوئی چیز اس سے باہر نہیں آئی خواہ وہ چیز مادی وجسمانی ہو یا وزنی ہو جیسے فرزند اور اس جیسی چیز کہ جو مخلوق سے پیدا ہوتی ہے۔ خواہ نرم ونازک غیر مادی چیزیں جیسے انسانی وحیوانی نفس اور روح وغیرہ۔

خداوند سبحان کو اونگھ اور نیند نہیں آتی ہے اور نہ ہی وہ غم واندوہ سے دوچار ہوتا ہے اور نہ ہی خوف و امید سے، بے رغبتی اور خوشی، ہنسنا، رونا، بھوک اور شکم سیری، تھکاوٹ اور نشاط اسے عارض نہیں ہوتے۔

وہ کسی چیز سے پیدا نہیں ہوا جس طرح حجم دار، جسمانی، مادی اور پروزن موٹی تازی چیزیں، اپنے جیسے سے وجود میں آتی ہیں۔ جیسے زمین پر رینگنے والے حشرات، اگنے والی چیزیں، ابلنے والے چشمے اور درخت کے پھل، اسی طرح سے کسی لطیف اور نازک اور غیر مادی چیزوں سے بھی وجود میں نہیں آیا ہے۔ جس طرح آگ پتھر سے نکلتی ہے یا جس طرح بات زبان سے نکلتی ہے اور شناخت وتشخیص، قلب سے، روشنی خورشید سے اور نور ماہ سے۔ کوئی چیز اس کے جیسی نہیں ہے وہ یکتا اور واحد و بے نیاز مطلق ہے جو نہ کسی چیز سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی کسی چیز میں سمایا ہوا ہے۔ اور نہ ہی کسی چیز پر تکیہ کرتا ہے تمام چیزوں کو وجود بخشنے والا اور ان کا مخترع اور موجد وہی ہے اور اسی نے سب کو اپنے دست قدرت سے خلق کیا ہے۔

وہ جسے چاہتا ہے اپنی مرضی سے نابود کر دیتا ہے اور جسے اپنے علم کے اعتبار سے بہتر اور مصلحت سمجھتا ہے اسے باقی رکھتا ہے وہ خداوند بے نیاز جو نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے جیسا ہے اور نہ ہی وہ کفو وہمتا رکھتا ہے۔

آیتوں کی تفسیر

خداوند عالم گزشتہ آیتوں میں پیغمبرؐ کے زمانے میں بعض یہود کی نشاندہی کرتا ہے اور فرماتا ہے:

وہ لوگ کہتے ہیں: ''عزیر خدا کے فرزند ہیں'' یہ گروہ نابود ہو چکا ہے جس طرح بعض مشرکین جو کہتے تھے ''فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں'' نابود ہو گئے ہیں، لیکن نصاریٰ آج بھی پائے جا رہے ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے

ان کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ کہتے ہیں: مسیح خدا کے بیٹے ہیں .اور کہتے ہیں: خداوند عالم تین میں سے ایک ہے: باپ، بیٹا اور روح القدس؛ سچ ہے کہ قابل فہم نہیں ہے۔ کس طرح خداوند واحد، سہ گانہ ہو جائے گا اور وہی سہ گانہ، واحد! نصاریٰ اپنی ان باتوں سے کفار کے مشابہ اور مانند ظاہر ہوتے ہیں؛ نیز اپنی اس گفتار سے مسیح کی خدائی کے قائل ہو گئے جبکہ مسیح خدا کے رسول کے سوا کچھ نہیں ہیں اور ان سے پہلے بھی رسول آئے ہیں۔ ان کی ماں بھی ایک راستگو اور نیک کردار خاتون تھیں، دونوں ہی دوسروں کی طرح غذا کھاتے تھے لہذا واضح ہے کہ جو غذا استعمال کرتا ہے وہ بیت الخلا کی ضرورت محسوس کرتا ہے، لہذا ایسا شخص معبود اور الہ نہیں ہو سکتا ہے، بلکہ عیسیٰ بن مریم خدا کا ''کلمہ'' ہیں جسے خداوند عالم نے مریم کو عطا کیا تھا. اگر نصاریٰ انہیں اس وجہ سے کہ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو ان کی خلقت آدم کی طرح ہے کہ خداوند عالم نے انہیں خاک سے پیدا کر کے کہا ہو جا تو ''ہو گئے'' سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ خدا صاحب فرزند ہے (جبکہ وہ اس سے منزہ اور پاک ہے کہ کوئی فرزند رکھتا ہو) تو اس بات کے آدم زیادہ حقدار ہیں کہ خدا کے فرزند بن سکیں؛ اس باطل گفتگو سے خدا کی پناہ، یہ سارے کے سارے ''آدم و عیسیٰ''، ملائکہ، جن و انس، آسمان اور زمین خدا کی مخلوق ہیں اور کیا خوب کہا ہے خداوند سبحان نے:

﴿قل هو الله احد☆ الله الصمد☆ لم یلد ولم یولد☆ ولم یکن له کفواً احد﴾

امام حسینؑ سے جب بصرہ والوں نے سوال کیا تو ان کے جواب میں انہوں نے صمد کے معنی بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے: خداوند رحمان و رحیم کے نام سے اما بعد!

قرآن میں بغیر علم و دانش کے غوطہ نہ لگاؤ اور اس میں جدال نہ کرو اور اس کے بارے میں نادانستہ طور پر گفتگو نہ کرو، میں نے اپنے جد رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو بھی قرآن کے بارے میں نادانستہ طور پر گفتگو کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے؛ خداوند سبحان نے قرآن میں صمد کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

خدا ایک ہے صمد ہے پھر اس کی تشریح کی کہ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ ہی وہ جنا گیا ہے؛ کفو، ہمتا اور مانند نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ فرزند اور اس کی مانند مخلوقات کی طرح ثقیل اور سنگین چیزوں سے وجود میں آیا ہے اور نہ ہی لطیف اور خفیف چیزوں جیسے روح اور نفس سے وجود میں آیا ہے۔ وہ اونگھ اور نیند، وہم و غم و اندوہ، خوشی غم ہنسی، گریہ، خوف، امید، میلان، بیزاری، گرسنگی، شکم سیری سے منزہ اور مبرہ ہے وہ اس سے مافوق ہے کہ لطیف اور سنگین چیزوں سے وجود میں آئے نہ وہ پیدا ہوا ہے اور نہ ہی کسی چیز سے وجود میں آیا ہے؛ اور نہ ہی

وہ ایسا ہے کہ جس طرح جسمانی چیزیں اپنے عناصر سے وجود میں آتی ہیں یا نباتات زمین سے پیدا ہوتے ہیں یا پانی کہ بہتے چشمے سے اور پھل درختوں سے وجود میں آتے ہیں۔

جس طرح کہ وہ لطیف اشیاء کی سنخ سے بھی نہیں ہے ان اشیاء سے بھی نہیں ہے، ایسی چیزیں جو اپنے مراکز سے وابستہ رہتی ہیں جیسے دیکھنا جس کا تعلق آنکھ سے ہے، سننا جس کا تعلق کان سے، سونگھنا جس کا تعلق ناک سے، چکھنا جس کا تعلق دہن سے، بات کرنا جس کا تعلق زبان سے، معرفت وشناخت جس کا تعلق دل سیا ورآگ پتھر سے خدا ان میں سے کسی ایک کے مانند بھی نہیں ہے بلکہ وہ یکتا اور یگانہ و بے نظیر ہے وہ صمد ہے یعنی اس سے کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی اور نہ وہ کسی چیز سے پیدا ہوا ہے نہ وہ کسی چیز سے ہے اور نہ ہی کسی چیز میں اور نہ ہی کسی چیز پر ہے وہ اشیاء کا خالق اور ایجاد کرنے والا ہے اور ان کو اپنے دست قدرت سے وجود میں لانے والا ہے جس چیز کو اپنی مشیت سے نابودی اور فنا کیلئے پیدا کیا ہے اسے نابود کر دیتا ہے اور جسے اپنے علم میں بقا کے لئے پیدا کیا ہے اسے تحفظ اور بقا بخش دیتا ہے۔

یہ ہے وہ واحد و یکتا خدا جو صمد ہے یعنی نہ کسی کو جنا ہے اور جنا گیا ہے وہ اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتا۔

بحث کا نتیجہ

متعدد خداؤں کے ماننے والوں کے درمیان مشرکین قریش کے مانند افراد تھے جو یہ کہتے تھے:

''فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں'' (اب) یہ گروہ ختم ہو چکا ہے۔

کچھ دوسرے افراد جو کہتے تھے ''عزیر خدا کے فرزند ہیں'' جیسے عصر پیغمبرؐ کے بعض یہودی، یہ گروہ بھی ختم ہو چکا ہے۔

ان میں سے بعض کہتے تھے: ''عیسیٰ بن مریم خدا کے فرزند ہیں'' خدا سہ گانہ خداؤں میں سے ایک ہے: باپ، بیٹا اور روح القدس، تمام نصاریٰ آج تک اپنے اس عقیدہ پر باقی ہیں۔

بعض دیگر افراد جن کی پرستش کرتے تھے، یہ فرقہ مختلف زمانوں میں جن سے متعلق نت نئے نظریات اور مکاتب خیال کا حامل رہا ہے۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان تمام اقوال اور نظریات کو باطل قرار دیا ہے: جہاں پر فرشتوں کی پرستش

کرنے والوں کے عقیدے کو بیان کیا کہ کہتے ہیں: فرشتے، خدا کی بیٹیاں اور مونث ہیں، فرمایا: آیا یہ لوگ فرشتوں کی تخلیق کے وقت موجود تھے اور انہوں نے دیکھا ہے کہ یہ مونث ہیں؟! اور جہاں پر مسیح اور ان کی ماں کی گفتگو کی ہے فرماتا ہے: یہ دونوں ہی غذا کھاتے تھے اور ہم جانتے ہیں کہ جو غذا کھاتے ہیں انہیں قضائے حاجت کی ضرورت پڑتی ہے نیز کھانا، پینا، قضائے حاجت؛ انسانی صفات میں سے ہے نیز فرمایا کہ عیسیٰ کی طرح بے باپ کے پیدا ہونے میں آدم ہیں کہ انہیں خاک سے بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیا گیا ہے۔

لہٰذا قطعی طور پر عیسیٰ، فرشتے اور جن نیز آسمان و زمین میں تمام موجودات سارے کے سارے خدا کی مخلوق ہیں خداوند عالم نے نہ کسی کو جنم دیا ہے اور نہ ہی کسی سے جنم لیا ہے نیز اس کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔

قرآن کریم اس طرح کی الوہیت یعنی تخلیق و آفرینش کو خداوند وحدہ لاشریک سے مخصوص جانتا ہے اور اس پر استدلال کرتا ہے اور خالق یکتا کے علاوہ تمام چیزوں کو اس کی مخلوق تصور کرتا ہے۔

آئندہ بحث میں اصناف مخلوقات خداوندی کے متعلق ان کے مراتب وجود کے اعتبار سے سلسلہ وار جستجو اور تحقیق کریں گے۔

۳

قرآن میں مخلوقاتِ الٰہی کی قسمیں

۱۔ ملائکہ

۲۔ آسمان، زمین اور ستارے

۳۔ دوآب (زمین پر متحرک چیزیں)

۴۔ جن اور شیطان

۵۔ انسان

۶۔ آیات کی تشریح اور ان کی روایات میں تفسیر

۱۔ ملائکہ

اس کا واحد ملک یعنی فرشتہ، خداوند عالم کی پر دار مخلوقات کی ایک صنف ہے جس کیلئے موت وزندگی کا تصور بھی ہے یہ خدا کے مطیع اور فرمانبردار بندے ہیں جو اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے دستورات کی اطاعت کرتے اور کبھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ کبھی خداوند عالم کے دستورات کی انجام دہی اور فرمانبرداری کے لئے انسانی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ خداوند عالم نے اپنے پیغام پہنچانے والوں کو انہیں میں سے انتخاب کیا ہے اور سورۂ فاطر میں فرمایا ہے:

﴿الحمد لله فاطر السمٰوات و الارض جاعل الملائكة رسلاً اولی اجنحة مثنیٰ و ثلاث و رباع يزيد فی الخلق ما يشاء ان الله علیٰ كل شیء قدير﴾

زمین وآسمان کے خالق خدا سے حمد وستائش مخصوص ہے ایسا خدا جس نے فرشتوں کو پیغام پہنچانے والا بنایا جو دودو، تین تین، چار چار، پر (۱) رکھتے ہیں وہ اپنی آفرینش میں جس قدر چاہے اضافہ کرسکتا ہے ،خداوند عالم ہر چیز پر قادر ہے۔ (۲)

سورۂ زخرف میں فرماتا ہے:

﴿وجعلوا الملائكة الذين هم عباد الرحمن إناثاً اشهدوا خلقهم﴾

یہ لوگ فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں لڑکی خیال کرتے ہیں کیا یہ لوگ تخلیق کے وقت موجود تھے؟! (۳)

سورۂ شوریٰ میں فرماتا ہے:

---

(۱) پر دار قرآن کریم کی تاسی میں کہتے ہیں ورنہ اس کی کیفیت ہم نہیں جانتے۔ (۲) فاطر/۱۔ (۳) زخرف/۱۹

﴿و الملائکة یسبحون بحمد ربهم و یستغفرون لمن فی الأرض﴾

فرشتے، ہمیشہ اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے ہیں اور زمین پر موجود افراد کے لئے خدا سے بخشش کے طالب رہتے ہیں۔(۱)

سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿یخافون ربهم من فوقهم و یفعلون ما یؤمرون﴾

یہ لوگ صرف خداوند متعال (جو کہ ان کا حاکم ہے) کی مخالفت اور نافرمانی سے ڈرتے ہیں؛ اور جس پر وہ مامور ہیں اسے انجام دیتے ہیں۔(۲)

سورۂ مریم میں اس سلسلہ میں کہ یہ کبھی انسانی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں فرماتا ہے:

﴿فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشراً سویا☆ قالت انی اعوذ بالرحمن منك ان کنت تقیاً☆ قال انما انا رسول ربك لأ هب لك غلاماً زکیاً﴾

ہم نے اپنی روح اس کی طرف بھیجی وہ ایک انسانی شکل میں متعادل انداز سے ظاہر ہوا! مریم بہت ڈریں اور بولیں میں تیرے شر سے خداوند رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر پرہیزگار ہے! فرشتہ نے کہا: میں تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں، میں تمہیں ایک پاک و پاکیزہ فرزند عطا کرنے آیا ہوں!(۳)

سورۂ ہود میں قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے بارے میں فرشتوں کی انسانی شکل میں آمد کی خبر دی گئی ہے اور کہا گیا ہے:

﴿ولقد جاء ت رسلنا ابراهیم بالبشریٰ قالوا سلاماً قال سلامٌ فما لبث ان جاء بعجلٍ حنیذ☆ فلما رأی ایدیهم لا تصل الیه نکرهم و اَوجس منهم خیفة قالوا لا تخف انا ارسلنا الیٰ قوم لوط☆... ولما جاء ت رسلنا لوطاً سیءَ بهم وضاق بهم ذرعا و قال هذا یوم عصیب☆... قالوا یا لوط انا رسول ربك لن یصلوا الیك...﴾

ہمارے نمائندوں نے ابراہیم کو بشارت دیتے ہوئے کہا: سلام! انہوں نے بھی جواب سلام دیا اور ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ بھنا ہوا گوسالہ لیکر حاضر ہوئے لیکن جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ رہے ہیں اور وہ اسے کھا نہیں رہے ہیں تو انہیں اچھا نہیں لگا اور ان سے دل میں خوف کا احساس پیدا ہوا تو

(۱) شوریٰ/۵ (۲) نحل/۵۰ (۳) مریم/۱۷-۱۹

انہوں نے کہا: نہ ڈرو! ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں...، جب ہمارے فرستادہ عذاب کے فرشتے قوم لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی آمد سے ناخوش ہوئے اور دل مرجھا گیا اور بولے: آج کا دن بہت سخت دن ہے...، فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم تمہارے پروردگار کے فرستادہ ہیں! وہ لوگ ہرگز تم تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے....۔(۱)

اور سورۂ انفال میں فرشتوں کے متعلق اور اس سلسلے میں کہ کس طرح وہ جنگ بدر میں سپاہیوں کی صورت میں مسلمانوں کی مدد کے لئے آئے، فرماتا ہے:

﴿اذتستغیثون ربکم فاستجاب لکم انّی ممد کم بالف من الملائکة مردفین﴾

اس وقت کو یاد کرو جب جنگ بدر میں شدید تھکان کی وجہ سے خداوند عالم سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمہاری بات رکھ لی اور فرمایا: میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ جو یکے بعد دیگرا تریں گے مدد کروں گا۔(۲)

اس کے بعد فرماتا ہے:

﴿اذ یوحی ربك الیٰ الملائکة انی معکم فثبتوا الذین آمنوا سا لقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فَاضْربوا فوق الأعْناق و اضربوا منهم کل بنانٍ﴾

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں کو وحی کی: ''میں تمہارے ساتھ ہوں'' جو لوگ ایمان لا چکے ہیں انہیں ثابت قدم رکھو! بہت جلدی ہم کافروں کے دلوں میں خوف و وحشت ڈال دیں گے؛ ان کی گردن کے اوپری حصہ پر وار کرو اور ان کی تمام انگلیاں کاٹ ڈالو۔(۳)

سورۂ آل عمران میں فرماتا ہے:

﴿اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمد کم ربکم بثلاثة آلاف من الملائکة منزلین، بلیٰ ان تصبروا و تتقوا و یا توکم من فورهم هذا یمدد کم ربکم بخمسة آلافٍ من الملائکة مسومین﴾

جب تم مومنین سے کہہ رہے تھے: کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ خداوند عالم تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے؟ یقیناً اگر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو اور تقویٰ اختیار کرو، اور فی الفور دشمن تمہارے سراغ میں آجائیں تو تمہارا خدا پانچ ہزار باعلامت فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔(۴)

(۱) ہود: ۸۱۔۶۹ (۲) انفال، ۹ (۳) انفال ۱۲ (۴) آل عمران/۱۲۴۔۱۲۵

پیغام رسانی کے سلسلے میں فرشتوں کے انتخاب کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس﴾

خداوند عالم فرشتوں میں سے نمائندوں کا انتخاب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ (۱)

پھر ان کے توسط سے وحی بھیجنے کے متعلق فرماتا ہے:

﴿انہ لقول رسول کریم☆ ذی قوۃ عند ذی العرش مکین☆ مطاع ثم امین﴾

یہ بات عظیم المرتبت نمائندہ (جبرئیل) کی ہے جو صاحب قدرت اور خداوند کے نزدیک عظیم منصب کا حامل ہے؛ آسمان میں مطاع وامین ہے۔ (۲)

سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے:

﴿قل من کان عدواً لجبریل فانہ نزّلہ علیٰ قلبک بأذن اللہ﴾

کہو! جو بھی جبرئیل کا دشمن ہے (درحقیقت وہ خدا کا دشمن ہے) اس لئے کہ اس نے خدا کے حکم سے تم پر قرآن نازل کیا ہے۔ (۳)

سورۂ شعراء میں فرماتا ہے:

﴿و انہ لتنزیل رب العالمین، نزل بہ الروح الأمین☆ علیٰ قلبک لتکون من المنذرین﴾

یقیناً یہ قرآن پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوا ہے جسے روح الامین لے کر آئے ہیں اور تمہارے قلب پر نازل کیا ہے تاکہ ڈرانے والوں میں رہو۔ (۴)

سورۂ نحل میں فرماتا ہے:

﴿قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق لیثبت الذین آمنوا و ھدیً و بشریٰ للمسلمین﴾

کہو: اس قرآن کو روح القدس نے خداوند عالم کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ باایمان افراد کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور بشارت کا سبب بنے۔ (۵)

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

﴿و آتینا عیسیٰ ابن مریم البینات و ایدناہ بروح القدس﴾

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلائل عطا کئے اور ان کی روح القدس کے ذریعہ نصرت فرمائی۔ (۶)

---

(۱) حج ۷۵/ (۲) تکویر ۱۹/ ـ ۲۱ سورۂ (۳) بقرہ ۹۷/ (۴) شعراء ۱۹۲ ـ ۹۴ (۵) نحل ۱۰۲/ (۶) بقرہ ۸۷ و ۲۵۳

فرشتہ شب قدر میں تقدیر امور کے لئے نازل ہوتے ہیں خداوند عالم سورۂ قدر میں فرماتا ہے:

﴿تنزل الملائکة والروح فیها بأذن ربهم من کل أمر﴾

فرشتے اور روح شب قدر میں اپنے پروردگار کی اجازت سے ہر کام کی تقدیر کے لئے نازل ہوتے ہیں۔(۱)

ان میں سے بعض انسانوں کے محافظ اور نگہبان ہیں جیسا کہ سورۂ "ق" میں فرماتا ہے:

﴿ولقد خلقنا الانسان و نعلم ماتوسوس به نفسه و نحن اقرب الیه من حبل الورید☆اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید☆ ما یلفظ من قولٍ الا لدیه رقیبٌ عتید﴾

ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے نفسانی و اندرونی وسوسے کو جانتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ گردن سے بھی نزدیک ہیں، اس وقت جبکہ دو فرشتے اس کے دائیں اور بائیں محافظت کرتے ہوئے اس کے اعمال کا محاسبہ کرتے ہیں۔کوئی بات بھی زبان سے نہیں نکالتا ہے مگر یہ کہ وہی محافظ ونگہبان فرشتے اسی وقت لکھ لیتے ہیں۔(۲)

فرشتوں میں سے ایک فرشتہ "ملک الموت" ہے، خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿قل یتوفاکم ملك الموت الذی و کل بکم ثم الیٰ ربکم ترجعون﴾

کہو: موت کا فرشتہ جوتم پر مامور ہے وہ تمہاری روح قبض کرلے گا؛ پھر اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤگے۔(۳)

ان میں سے بعض ملک الموت کے معاون ہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿حتّی اذاجاءَ احدکم الموت توفته رسلناوهم لایفرطون﴾

جب تم میں سے کسی کی موت آجائے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرلیتے ہیں وہ لوگ انجام وظیفہ میں کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔(۴)

﴿الذین تتوفاهم الملائکة ظالمی انفسهم فالقوا السلم ما کنا نعمل من سوءٍ بلیٰ ان الله علیم بما کنتم تعملون، فادخلوا ابواب جهنم خالدین فیها....☆ الذین تتوفاهم الملائکة طیبین یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنة بما کنتم تعملون﴾

(۱) قدر/۴ (۲) ق/۱۶-۱۸ (۳) سجدہ/۱۱ (۴) انعام/۶۱ سورۂ نحل میں بھی ذکر ہوا ہے۔

جن لوگوں کی روح موت کے فرشتے قبض کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر چکے ہیں! ایسے موقع پر سراپا تسلیم ہوتے ہوئے کہتے ہیں:

ہم نے تو کوئی برا کام نہیں کیا ہے! ہاں جو کچھ تم نے کیا ہے خداوند عالم آگاہ ہے! اب جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ کہ اس میں ہمیشہ رہو گے... جن لوگوں کی روح موت کے فرشتے قبض کرتے ہیں جبکہ پاک و پاکیزہ ہوں، ان سے کہتے ہیں تم پر سلام ہو جنت میں داخل ہو جاؤ ان اعمال کی جزا میں جو تم نے انجام دیئے ہیں۔(۱)

خداوند سبحان قیامت کے دن فرشتوں کے کام اور ان کی منزلت کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿تعرج الملائکة و الروح اليه فی یوم کان مقداره خمسين الف سنة﴾

فرشتے اور روح اس کی طرف اوپر جاتے ہیں، اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔(۲)

سورۂ نبا میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿یوم یقوم الروح و الملائكة صفاً لا یتکلمون الا من اذن له الرحمن و قال صواباً﴾

جس دن فرشتے اور روح ایک صف میں کھڑے ہوں گے اور کوئی شخص بھی بغیر خداوند عالم کی اجازت کے گویا نہیں ہوگا اس وقت ٹھیک کہیں گے۔(۳)

خداوند عالم نے ہم فرشتوں پر ایمان کو واجب کیا اور سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق و المغرب ولکن البر من آمن بالله و اليوم الآخر و الملائکة و الکتاب و النبيين﴾

نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ (نماز کے وقت) اپنا رخ مغرب یا مشرق کی طرف کرلو، بلکہ نیکی اور نیکوکار وہ شخص ہے جو خدا، روز قیامت، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور نبیوں پر ایمان رکھتا ہے۔(۴)

نیز اسی سورہ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿من کان عدواً لله و ملائکته و رسله و جبریل و میکال فإن الله عدو للکافرین﴾

---

(۱) نحل/۲۸-۳۲ (۲) معارج/۴ (۳) نبا/۳۸ (۴) بقرہ/۱۷۷

جو بھی خدااور اس کے ملائکہ، رسول نیز جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہوگا تو خداوند عالم کافروں کا دشمن ہے۔(۱)

کلمات کی تشریح

۱. فاطر : خالق اور ایجاد کرنے والا.

۲. حنیذ : کباب اور بریاں.

۳. نکرھم : ان سے ڈرے اور انھیں برا معلوم ہوا.

۴. مردفین: پے درپے، ملائکہ مردفین یعنی جھنڈ کے جھنڈ مسلسل، پے درپے آنے والے فرشتے۔

۵. ثبتوا : ان سے سستی کو دور کرو اور انہیں ثابت قدم رکھو.

۶. مسومین: علامت والے، ''ملائکہ مسومین'' یعنی وہ ملائکہ جو اپنے یا اپنے گھوڑوں پر علامت بنائے ہوتے تھے۔

۷. مکین: عظیم و بزرگوار لیکن یہاں پر خداوند عالم سے قریب اور اس کے نزدیک باعظمت ہونے کے معنی میں ہے۔

۸. مطاع : جسکی اطاعت کی جائے ملائکہ میں سے مطاع یعنی فرشتوں کا سردار جس کی اس کے ماتحت فرشتے اطاعت کرتے ہیں۔

۹. بینات: واضح و روشن ''آیات بینات'' یعنی واضح و روشن نشانیاں

۱۰. حبل الورید: شہ رگ، یہاں پر رگ سے تشبیہ دی گئی ہے

۱۱. متلقیان: انسان کے محافظ اور نگہبان دو فرشتے یعنی جو کچھ بھی ان کی رفتار و گفتار کو دیکھتے ہیں، نامہ اعمال میں ثبت کردیتے ہیں۔

۱۲. رقیب: حافظ و نگہبان

۱۳. عتید: آمادہ و مہیا

---

(۱) بقرہ/۹۸

۱۴. توفی: قبض کرنا اور مکمل دریافت کرنا، خداوند عالم یا فرشتے کہ انسان کو وفات دیتے ہیں یعنی ان کی روح کو موت کے وقت بطور کامل قبض کر لیتے ہیں۔

۱۵. روح: جس سے انسان کی حیات وزندگی وابستہ رہتی ہے اگر وہ انسان یا حیوان سے نکل جائے تو وہ مرجاتا ہے؛ روح کی اصل کنہ وحقیقت کی شناخت ہمارے لئے ممکن نہیں ہے جیسا کہ خداوند عالم نے سورۂ اسراء میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا ہے: تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تو ان سے کہو روح امر پروردگار سے ہے اور تمہیں تھوڑے علم کے علاوہ کچھ دیا بھی نہیں گیا ہے۔

روح کی نسبت اور اضافت خداوند عالم کی طرف یا تشریفی ہے (کسب عظمت کی خاطر ہے) یعنی اس عظمت وشرافت کی وجہ سے ہے جو اسکو خداوند عالم کے نزدیک حاصل ہے، یا اضافت ملکی ہے یعنی چونکہ خدا کی ملکیت ہے لہٰذا اس نے اپنی طرف منسوب کیا ہے، جس طرح حضرت آدم کی خلقت سے متعلق سورۂ حجر میں ذکر ہوا ہے اور خداوند عالم نے ملائکہ سے فرمایا:

﴿فإذا سويته و نفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين﴾(۱)

جب میں تخلیق آدم کا کام تمام کردوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو تم سب کے سب سجدہ میں گر پڑنا اور حضرت عیسیٰ کی تخلیقی داستان میں سورہ تحریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و مريم ابنة عمران التي احصنت فرجها فنفخنا فيه من روحنا﴾

مریم بنت عمران نے اپنی پاکدامنی کا مظاہرہ کیا اور ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔(۲)

اس طرح کے موارد میں روح کی خدا کی طرف نسبت دینا ویسے ہی ہے جیسے بیت کی نسبت اس کی طرف جیسا کہ سورۂ حج میں فرماتا ہے:

﴿و طهر بيتي للطائفين...﴾

یعنی ہمارے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھو، یہاں پر بیت اللہ الحرام کی نسبت خدا کی طرف تشریفی ہے؛ جو شرف اور خصوصیت دیگر جگہوں کی بہ نسبت بیت کو حاصل ہے خداوند عالم نے اسی خصوصیت اور اہمیت خاص کے پیش نظر اسے مکرم جانتے ہوئے اپنی طرف نسبت دی اور فرمایا: میرا گھر! اسی طرح گزشتہ دو آیتوں میں روح کی نسبت خدا کی طرف ہے۔

---

(۱) حجر/۲۹ (۲) تحریم/۱۲

روح کے دوسرے معنی بھی ہیں کہ وہ نفوس کی ہدایت اور حیات کا سبب ہے جیسے: وحی، نبوت، شرائع الٰہی بالخصوص قرآن، خداوند عالم نے سورۂ نحل میں فرمایا:

﴿ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ﴾

فرشتوں کو روح کے ہمراہ اپنے حکم سے اپنے جس بندہ کے پاس چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔(۱)

اور سورۂ شوریٰ میں فرمایا ہے:

﴿و کذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا﴾

اسی طرح (جس طرح ہم نے گزشتہ رسولوں پر وحی کی ہے) تم پر بھی روح کی اپنے حکم سے وحی کی ۔(۲)

ان آیات میں مذکورہ روح کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ پر جس کی وحی کی ہے قرآن کریم ہے، یہ روح فرشتوں کے علاوہ ہے، جیسا کہ خداوند عالم نے سورۂ قدر میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿تنزل الملائکۃ و الروح فیھا باذن ربھم من کل امر﴾

فرشتہ، روح اس شب میں پروردگار کی اجازت سے تمام امور کی تقدیر کے لئے نازل ہوتے ہیں۔(۳)

سورۂ معارج میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿تعرج الملائکۃ و الروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ﴾(۴)

فرشتے اور روح اس کی طرف اوپر جاتے ہیں اس دن جسکی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

اس کی توضیح وتشریح حضرت امام علیؑ کی گفتگو سے آئندہ صفحوں میں پیش کی جائے گی۔

۱۶. امین: ثقہ اور امانت دار کو کہتے ہیں جو وحی پہنچانے میں امانت داری کرے، خداوند عالم نے روح نامی فرشتہ کو امین کہا ہے اور سورۂ شعراء میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک لتکون من المنذرین﴾(۵)

روح الامین نے اسے تمہارے قلب پر اُتارا تاکہ ڈرانے والوں میں سے ہو جاؤ۔

۱۷. قدس: پاکیزگی، روح القدس یعنی: پاک وپاکیزہ روح، خداوند عالم نے فرشتۂ روح کو صفت قدس اور پاکیزگی سے بھی یاد کیا ہے اور سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

---

(۱)نحل/۲(۲)شوریٰ/۵۲(۳)قدر/۴(۴)سورۂ معارج/۴(۵)سورۂ شعراء/۱۹۴،۱۹۳

﴿و آتینا عیسیٰ ابن مریم البینات و آیدناہ بروح القدس﴾(۱)
ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح وروشن نشانیاں دیں اوران کی روح القدس کے ذریعہ مدد کی ہے۔
سورہ نحل میں خاتم الانبیاء سے خطاب کر کے فرماتا ہے:
﴿قل نزلہ روح القدس من ربك بالحق لیثبت الذین آمنوا و ھدی و بشریٰ للمسلمین﴾
کہو!اس قرآن کو تمہارے پروردگار کی جانب سے حق کے ہمراہ روح القدس لیکر آیا ہے تاکہ باایمان افراد کو ثابت قدم رکھے؛ نیز یہ مسلمانوں کیلئے ہدایت اور بشارت ہے۔(۲)

۱۸۔ تعرج: بلندی کی طرف جاتا ہے: مادہ عروج سے جو بلندی کی طرف تدریجا جانے کے معنی میں ہے۔

عالم غیب کے خیالی تصورات

ان مباحث کے مانند اور بحثوں میں کہ جن میں عالم غیب کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے عام طور سے ایسے افراد کی طرف سے بحثیں ہوتی ہیں جو مختلف سطح کی قوت درک وفہم رکھتے ہیں، وہ ان مسائل سے آشنائی کے لئے گونا گوں کوششیں کرتے ہیں، ان لوگوں کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ قرآن کریم اور احادیث شریف میں نامحسوس عوالم کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے اسے جس طرح عالم مادہ میں پاتے ہیں اسی طرح درک اور شناخت کریں، اسی وجہ سے عالم خیال کی سیر کرنے لگتے ہیں اور اپنے خیالات اور گمان کو علم و معرفت سمجھ بیٹھتے ہیں اس کی توضیح وتشریح یہ ہے:

شناخت ومعرفت کے وسائل

اشیاء کی شناخت اور معرفت کے لئے ہمارے پاس گزشتہ میثاق کی بحث میں بیان کردہ عقلی نتائج کے علاوہ دو وسیلے ہیں:
۱۔حسی ۲۔نقلی

---

(۱) بقرہ/۸۷اور۲۵۳.(۲) نحل/۱۰۲.

(اول۔ حسی) ہمارے حواس اس لئے خلق کیے گئے ہیں کہ عالم مادہ کی موجودات کو تشخیص دیں لہٰذا واضح ہے کہ عوالم غیر محسوس کے درک پر قادر نہیں ہو سکتے ہیں۔

(دوسرے نقلی) یعنی جو کچھ نقل و حکایت کی راہ سے پہنچانتے اور جانتے ہیں، جیسے جو کچھ ہم ان دیکھے شہروں اور ملکوں کے حالات، خبروں اور نقلوں کے ذریعہ جانتے ہیں ہماری اس طرح کی معلومات منقولات کے دائرے میں ہے اور اس سے حاصل شدہ شناخت خبر اور خبر دینے والے کی صداقت اور درستگی سے مربوط ہے۔

جو کچھ انبیاء اور پیغمبران الٰہی؛ عالم غیب کی خبر دیتے ہیں، وہ دوسری قسم کی معرفت ہے، یعنی ستاروں اور سیاروں کے مافوق آسمانوں کی شناخت، نیز جنوں اور فرشتوں کی دنیا کے بارے میں معلومات اور روز قیامت کا مشاہدہ وغیرہ ان سب کو ہم ان حضرات کے اخبار اور احادیث سے حاصل کرتے ہیں، اس سے بھی بڑھ کر ان کی باتیں اور احادیث خداوند سبحان کی صفات کے بارے میں ہیں کہ ہمارا علم (اس بات کے بعد کہ ان کی رسالت و نبوت کا صادق ہونا ہمارے لئے ثابت ہو چکا ہے) ان حضرات کے بیانات کے دائرے میں محدود ہے اور ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے ہیں کہ ان کی باتوں کو جو ان عوالم سے مربوط ہیں حس کے ذریعہ تشخیص دے کر عقل کے حوالے کریں تا کہ اس کی صحت و عدم صحت کا اندازہ ہو سکے۔

بحث کا خلاصہ

فرشتے خدا کی ایک طرح کی مخلوق ہیں اس کے سپاہی اور بندے ہیں، وہ ان کے پاس ''پر'' ہیں، وہ زندگی گزارتے اور مرتے ہیں یہ ارادہ اور عقل کے مالک ہیں اور جب انجام فرمان خداوندی کے لئے ضرورت ہوتی ہے تو وہ انسانی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں؛ یہ لوگ مقام و منصب، فضل و شرف کے اعتبار سے مختلف درجوں کے حامل ہیں جیسے روح الامین، روح القدس وغیرہ؛ خداوند عالم نے انہیں میں سے کچھ نمائندوں کو وحی پہنچانے اور مقدرات انسان کو شب قدر میں نازل کرنے کے لئے منتخب کیا ہے، انہیں میں سے دو فرشتے انسانوں پر مامور ہیں کہ ان کے اعمال کو لکھیں اور ملک الموت اور ان کے ماتحت فرشتے یہ سب کے سب روز قیامت مبعوث کئے جائیں گے اور اطاعت خداوندی کے لئے آگے بڑھیں گے اور کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

ہماری شناخت اور معرفت کے دو ہی ذریعے ہیں:

۱۔ حس اور حسی شناخت، یعنی جس سے اشیاء کی تشخیص اور شناخت کر سکیں۔

۲۔ نقل اور نقلی شناخت، یعنی جو کچھ مطمئن اور قابل اعتماد راوی کی خبر سے حاصل کرتے ہیں۔

چونکہ ملائکہ جن، روح، قیامت اور آغاز خلقت کے عالم ہمارے لئے نامحسوس اور غیر مرئی ہیں اور ہمارے پاس سوائے نقل کے کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے یعنی انبیاء الٰہی کی نقل کے علاوہ ان کی شناخت کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے ایسے انبیاء جنکی صداقت اور درستگی رسالت خدا کی طرف سے ہم پر ثابت ہو چکی ہے، لہٰذا جن لوگوں نے اپنے آپ کو صاحب نظر خیال کر کے ان عوالم کے متعلق زبان وقلم سے بات کی ہے اس کی وقعت واہمیت، وہم وخیال سے زیادہ نہیں ہے اور وہم وگمان کبھی ہمیں حق سے بے نیاز نہیں کر سکتے۔

جو کچھ **"وکان عرشه علیٰ الماء"** (اس کا عرش پانی پر ہے) یا **"ثم استویٰ الیٰ السماء و هی دخان"** (پھر اس نے آسمان کی تخلیق شروع کی جبکہ وہ دھواں تھا) جیسی آیتوں میں آیا ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ پانی اسی پانی کی طرح ہے جسے ہم اس وقت زمین پر دیکھ رہے ہیں اور "ہائیڈروجن اور آکسیجن" کی ترکیب سے مناسب اندازے کے ساتھ وجود میں آیا ہے یا دھواں وہی دھواں ہے کہ جو آگ سے نکلتا ہے!

ہم عنقریب ربوبیت کی بحث میں عرش کے معنی بیان کریں گے نیز آئندہ بحث میں قرآن کریم میں مذکور سماء اور سماوات کے معنی تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

۲۔السمٰوات والارض وسماءالارض

پہلے۔السماء والسمٰوات

الف:۔سماء

سماءاوراس کے معنی زبان عرب میں ارتفاع اور بلندی کے ہیں اورآسمان ہر چیز کااوپری حصہ ہے یعنی جو چیز اوپر سے تم پر سایہ فگن ہواور ڈھانپ لے وہ سماء کہلاتی ہے:

۲۔سماءاوراس کے معنی قرآن کریم میں: سماءقرآن کریم میں جہاں پر مفرد (واحد) استعمال ہوتا ہے کبھی زمین پر محیط اوراس سے متعلق فضا کے معنی میں ہے جیسے یہ آیتیں:

۱۔﴿الم یروا الیٰ الطّیر مسخرات فی جو السماء﴾

آیاوہ لوگ آسمانی فضامیں مسخر پرندوں کی طرف نہیں دیکھتے؟(۱)

۲۔﴿و انزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم﴾

اوراس نے آسمان سے پانی برسایااوراس سے میوے نکالے تاکہ تمہاری روزی مہیا ہو سکے۔(۲)

اس لئے کہ انسان غیر مسلح آنکھوں سے بھی پرندوں کوفضا کے اطراف میں اورزمین کے اوپر پرواز کرتے دیکھتاہے نیز پانی کا برسنا بھی مسخر بادلوں سے آسمان پر مشاہدہ کرتا ہے۔

انسان کبھی پہاڑ سے اوپر جاتا ہے جبکہ خورشید کواس سے اوپرآسمان میں نورافشانی کرتے دیکھتاہےاور بادلوں کو پاؤں کے نیچےاوراسی زمین وآسمان کے مابین فضا میں یااس آسمان کے درمیان جوزمین کے اوپر محیط ہے دیکھتا ہے۔

---

(۱)نحل ۷۹(۲)بقرہ ۲۲

اور کبھی آسمان ان سب چیزوں کے معنی میں ہے جو زمین کے اوپر پائی جاتی ہیں جیسے ساتوں آسمان اور ستارے وغیرہ، جیسا کہ فرماتا ہے:

۱۔ ﴿ثم استویٰ الیٰ السماء فسواھن سبع سمٰوات﴾

پھر آسمان کی طرف توجہ کی پھر سات آسمان مرتب خلق کئے۔(۱)

۲۔ ﴿وما من غائبۃٍ فی السماء و الارض الا فی کتاب مبین﴾

زمین وآسمان کے درمیان کوئی پوشیدہ چیز نہیں مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں ثبت ہے۔(۲)

۳۔ ﴿یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب﴾

جس دن ہم آسمان کو خطوں کے ایک طومار کی شکل میں لپیٹیں گے....(۳)

یہاں پر آسمان سے مراد تمام وہ چیزیں ہیں جو زمین سے اوپر ہیں اور زمین اس کے نیچے اور زیر قدم واقع ہوتی ہے۔یعنی ساتوں آسمانوں اور ان کے علاوہ چیزیں جو زمین کے اوپر ہیں۔

ب:السمٰوات

قرآن کریم میں سمٰوات سے مراد ساتوں آسمان ہیں۔جیسا کہ فرمایا:

﴿ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استویٰ الیٰ السماء فسواھن سبع سمٰوات و ھو بکل شیءٍ علیم﴾

وہ خدا وہ ہے جس نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا کیا ہے پھر آسمان کی طرف توجہ کی تو انہیں سات آسمان کی شکل میں مرتب کیا وہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔(۴)

دوسرے۔ الارض

ارض: زمین، قرآن کریم میں (۴۵۱) مرتبہ مفرد اور ایک مرتبہ کلمہ سمٰوات کے ساتھ اور اس پر عطف کی صورت میں استعمال اس طرح سے ہوا ہے:

﴿اللہ خلق سبع سمٰوات و من الارض مثلھن...﴾

خداوند عالم وہ ہے جس نے سات آسمانوں کو خلق کیا نیز انہیں کے مثل زمینوں کو بھی۔(۵)

(۱)بقرہ/۲۹(۲)نمل/۷۵(۳)انبیاء/۱۰۴(۴)بقرہ/۲۹(۵)طلاق/۱۲.

ہم اس آیت میں جو زمین و آسمان کے درمیان مشابہت دیکھتے ہیں اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ خلقت کے اعتبار سے یہ دونوں ایک جیسے ہیں نہ یہ کہ تعداد میں اب اگر یہ کشف ہو جائے کہ زمین کے بھی سات طبقے ہیں تو اس سے زمین و آسمان کے طبقات کی تعداد میں مشابہت مراد ہوگی۔

تیسرے۔ سمٰوات وارض کی خلقت

قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں زمین و آسمان کی خلقت اور اس کے آغاز کی طرف اشارہ ہوا ہے ایسی آیتوں کی تفسیر کے لئے جن کا موضوع ہمارے حس و تجربہ کی دسترس سے باہر ہے لہٰذا صرف ہم اس کی طرف رجوع کریں جس کا خدا کی طرف سے قرآن کے مفسر اور مبین کی حیثیت سے تعارف ہوا ہے جس کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم﴾

ہم نے اس قرآن کو تم پر نازل کیا تا کہ لوگوں کو جوان پر نازل ہوا ہے بیان کرو۔(۱)

اس سلسلے میں اور ابتدائے خلقت کے بارے میں رسول خداؐ سے بہت ساری روایتیں موجود ہیں لیکن یہ احادیث چونکہ احادیث احکام جیسی نہیں ہیں کہ جن میں علماء فن کے ذریعہ سند و متن کی تحقیق کی گئی ہو نیز یہاں پر بھی ایسی تحقیق و بررسی کا موقع نہیں ہے لہٰذا ناچار ایسے حالات میں ہم ابتدائے خلقت کے متعلق اپنی تحقیق میں جو کچھ ظواہر آیات سے سمجھ میں آتا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہیں، نیز ان روایات کا بھی سہارا لیں گے جو صحت کے اعتبار سے اطمینان بخش اور ظن قوی کی مالک ہیں، خداوند عالم سے توفیق کی درخواست کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آغاز خلقت

خداوند عالم نے آغاز خلقت و آفرینش نیز اس کے بعد کی کیفیت قرآن کریم میں اس طرح بیان فرمائی ہے:

۱۔ ﴿هو الذی خلق السمٰوات و الارض فی ستة ایام و کان عرشه علیٰ الماء﴾

وہ خدا وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دنوں یا چھ مراحل میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر قرار پایا۔(۲)

۲۔ ﴿ان ربکم الله الذی خلق السمٰوات و الارض فی ستة ایام ثم استویٰ علیٰ العرش یدبر الامر﴾

---

(۱) نحل ر ۴۴ (۲) ہود ر ۷۔

یقیناً تمہارا رب اللہ ہے جس نے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں خلق کیا پھر وہ عرش قدرت پر مسلط ہو گیا اور وہی امور کی تدبیر کرتا ہے۔(۱)

۳۔﴿الذی خلق السمٰوات و الارض وما بینهما فی ستة ایام ثم استویٰ علیٰ العرش الرحمن فاسئل به خبیراً﴾

خداوند عالم نے زمین وآسمان نیز اس کے مابین چیزوں کو چھ دنوں میں خلق کیا پھر عرش قدرت پر مسلط ہو گیا جو چاہئے اس سے مانگو کہ وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔(۲)

٤۔﴿اولم یر الذین کفروا ان السمٰوات و الارض کا نتا رتقا ففتقناهما و جعلنا من الماء کل شیء حی افلا یومنون﴾(۳)

کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ زمین وآسمان ایک دوسرے سے متصل اور جڑے ہوئے تھے اور ہم نے انہیں ایک دوسرے سے الگ کیا اور ہر زندہ شی ءکو پانی سے بنایا؟! کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟!

٥۔﴿هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استویٰ الیٰ السماء فسواهن سبع سمٰوات و هو بکل شیء علیم﴾

وہ خدا وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں موجود تمام چیزوں کو پیدا کیا؛ پھر آسمان کی تخلیق شروع کی اور انہیں سات آسمان کی صورت میں ترتیب دیا؛ وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔(۴)

٦۔﴿قل ءانکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین و تجعلون له انداداً ذلک رب العالمین ☆ و جعل فیها رواسی من فوقها و بارک فیها و قدر فیها اقواتها فی اربعة ایام سواء للسائلین ☆ ثم استوی الیٰ السماء و هی دخانٌ فقال لها و للارض ائتیا طوعاً و کرهاً قالتا اتینا طائعین ☆ فقضاهن سبع سمٰوات فی یومین و اوحیٰ فی کل سماء امرها و زینا السماء الدنیا بمصابیح و حفظاً ذلک تقدیر العزیز العلیم﴾

کہو: کیا تم لوگ اس ذات کا کہ جس نے زمین کو دو دن میں خلق کیا ہے انکار کرتے ہو اور اس کے لئے مثل و نظیر قرار دیتے ہو؟ وہ ہر عالم کا پروردگار ہے۔

اس نے زمین کے سینے پر استوار اور محکم پہاڑوں کو جگہ دی اور اس میں برکت اور زیادتی عطا کی اور

(۱)یونس۳(۲)فرقان/۵۹(۳)انبیاء/۳۰(۴)انبیاء/۳۰۔

چار دن کی مدت میں خواہشمندوں کی ضرورت کے مطابق غذا کا انتظام کیا پھر آسمان کی تخلیق شروع کی جبکہ وہ دھویں کی شکل میں تھا؛ پھر اس کو اور زمین کو حکم دیا موجود ہو جاؤ چاہے بہ شوق و رغبت چاہے بہ جبر و اکراہ۔

انہوں نے کہا: ہم برضا و رغبت آتے ہیں اور شکل اختیار کرتے ہیں، پھر انہیں سات آسمان کی شکل میں دو دن کے اندر خلق کیا اور ہر آسمان سے متعلق اس کا کام وحی اور معین کیا اور دنیاوی آسمان کو چراغوں سے زینت بخشی اور شیاطین کی رخنہ اندازی سے حفاظت کی یہ ہے خداوند دانا و توانا کی تقدیر!(۱)

۷۔﴿الله الذی خلق سبع سمٰوات و من الارض مثلهن...﴾

خدا وہی ہے جس نے سات آسمان اور انہیں کے مانند زمین کو خلق کیا...۔(۲)

۸۔﴿ء انتم اشد خلقاً ام السماء بناها☆ رفع سمکها فسوها☆ و اغطش لیلها و اخرج ضحاها☆ و الارض بعد ذلك دحاها☆ و اخرج منها مائها و مرعاها☆ و الجبال ارساها☆ متاعاً لکم و لانعامکم﴾

آیا تمہاری خلقت زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی کہ جس کی خداوند عالم نے بنیاد ڈالی؟! اس کا شامیانہ تانا اور اسے منظم کیا اور راتوں کو تاریک اور دن کو روشن بنایا اس کے بعد زمین کا فرش بچھایا اور اس سے پانی نکالا اور چراگاہیں پیدا کیں اور پہاڑوں کو ثابت و استوار کیا یہ تمام چیزیں تمہارے اور چوپایوں کے استفادہ کے لئے ہیں۔(۳)

۹۔﴿و السماء وما بناها، و الارض وما طحاها﴾

آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم، زمین اور اس کے بچھانے والے کی قسم۔(۴)

۱۰۔﴿و الارض مددناها و القینا فیها رواسی و انبتنا فیها من کل شیء موزون☆ و جعلنا لکم فیها معایش و من لستم له برازقین﴾

ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں استوار و محکم پہاڑ قرار دیئے اور اس میں معینہ مقدار کے مطابق اور مناسب نباتات اگائیں اور تمہارے لئے نیز ان لوگوں کے لئے جن کے تم رازق نہیں ہو انواع و اقسام کے سامان زندگی فراہم کیا۔(۵)

۱۱۔﴿الذی جعل لکم الارض مهداً و سلك لکم فیها سبلًا و انزل من السماء ماءً

(۱) فصلت/۹۔۱۲ (۲) طلاق/۱۲ (۳) نازعات/۲۷۔۳۲ (۴) شمس/۵۔۶ (۵) حجر/۱۹۔۲۰

فاخرجنا به ازواجاً من نبات شتیٰ، کلوا وارعوا انعامکم ان ذلک لآیات لاولی النهیٰ☆ منها خلقناکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة اخریٰ﴾

جس خدا نے زمین کو تمہاری آسائش کی جگہ قرار دیا اور اس میں راستے پیدا کئے اور آسمان سے پانی برسایا اس سے گونا گوں نباتات اگائیں، کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو کھلاؤ بیشک یہ صاحبان عقل کے لئے نشانیاں ہیں اور ہم نے تم کو زمین سے خلق کیا اور دوبارہ اس میں لوٹائیں گے پھر اس سے دوبارہ نکالیں گے۔(۱)

۱۲۔﴿الذی جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناءً و انزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم فلا تجعلوا لله انداداً وانتم تعلمون﴾

جس خدا نے زمین کو تمہارا بستر اور آسمان کو چھت قرار دیا اور آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس سے پھل نکالے تمہارے رزق کے لئے لہٰذا خدا کا کسی کو شریک قرار نہ دو جبکہ (ان شریکوں کے خود ساختہ ہونے کے بارے میں) تم آگاہ ہو۔(۲)

۱۳۔﴿الم تروا کیف خلق الله سبع سمٰوات طباقاً☆ و الله جعل لکم الارض بساطاً☆ لتسلکوا منها سبلاً فجاجاً﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خداوند عالم نے ایک پر ایک سات آسمانوں کو خلق کیا اور خدا نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا تاکہ اس کے راستوں اور دروں سے رفت وآمد کرو۔(۳)

۱۴۔﴿افلا ینظرون الیٰ الابل کیف خلقت و الیٰ السماء کیف رفعت و الیٰ الجبال کیف نصبت و الیٰ الارض کیف سطحت﴾

آیا وہ لوگ اونٹ کی طرف نظر نہیں کرتے کہ کس طرح خلق ہوا ہے آسمان کی خلقت کی طرف نگاہ نہیں کرتے کہ اسے کیسے رفعت دی گئی ہے؟ اور پہاڑ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے نصب کیا گیا ہے اور زمین کی طرف مشاہدہ نہیں کرتے کہ اسے کیسے بچھائی گئی ہے؟(۴)

۱۵۔﴿امن خلق السمٰوات و الارض و انزل لکم من السماء ماءً فانبتنا به حدائق ذت بهجة ما کان لکم ان تنبتوا شجرها ء اله مع الله بل هم قوم یعدلون☆ امن جعل الارض قراراً و جعل خلالها انهاراً و جعل لها رواسی و جعل بین النهرین حاجزاً ءِاِله مع الله بل

(۱) طٰہٰ/۵۳۔۵۵ (۲) بقرہ/۲۲ (۳) نوح/۱۵،۱۹ و ۲۰ (۴) غاشیہ/۱۷۔۲۰

اکثرھم لا یعلمون﴾

کیا جس نے زمین وآسمان کو خلق کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا کہ اس سے مسرت بخش اور خوشنما باغ اگائے، ایسے باغ کہ اس کے اگانے پر تم لوگ ہرگز قادر نہیں تھے، آیا خدا کے علاوہ بھی کوئی معبود ہے؟! نہیں بلکہ یہ حق پذیری سے روگردانی والی قوم ہے۔ یا جس نے زمین کو تمہاری رہائش اور آرام کی جگہ قرار دیا اور اس کے درمیان نہریں جاری کیں اور اس کے درمیان استوار ومحکم پہاڑ قرار دیئے نیز دو دریا کے درمیان مانع قرار دیا آیا خدا کے علاوہ بھی کوئی معبود ہے؟! نہیں، بلکہ اکثر نہیں جانتے۔ (۱)

۱۶۔ ﴿وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم و جعلنا فیھا فجاجاً سبلاً لعلھم یھتدون☆ وجعلنا السماء سقفاًمحفوظاً و ھم عن آیاتھا معرضون﴾

اور ہم نے زمین پر ثابت اور محکم پہاڑ بنائے تا کہ اسے زلزلہ اور لرزش سے محفوظ رکھیں نیز اس میں درّے اور راستے بنائے تا کہ ہدایت پائیں اور آسمان کو محفوظ چھت قرار دیا لیکن وہ لوگ اس کی نشانیوں سے روگرداں ہیں۔ (۲)

۱۷۔ ﴿الم نجعل الارض کفاتاً☆ احیاءً و امواتاً☆ وجعلنا فیھا رواسی شامخات﴾

کیا ہم نے زمین کو انسانوں کا مرکز نہیں بنایا؟ ان کی حیات اور موت دونوں حالتوں میں؛ اور اس میں مستحکم اور استوار و بلند پہاڑوں کو جگہ دی۔ (۳)

۱۸۔ ﴿ھو الذی جعل الشمس ضیاءً و القمر نوراً و قدّرہ منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب ما خلق اللہ ذالك الا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون☆ ان فی اختلاف اللیل والنھار وما خلق اللہ فی السمٰوات والارض لآیات لقوم یتقون﴾

ترجمہ: وہ خدا وہ ہے جس نے خورشید کو ضیا، قمر کو نور، عطا کیا اور اس کے لئے منزلیں قرار دیں تا کہ اس سے سالوں کی تعداد اور حساب معلوم ہو؛ خداوند عالم نے انہیں حق کے سوا خلق نہیں کیا؛ اور وہ اہل دانش گروہ کے لئے نشانیوں کی تشریح کرتا ہے، یقیناً روز و شب کی آمد اور جو کچھ خداوند عالم نے زمین و آسمان میں خلق کیا ہے وہ سب پرہیزگاروں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (۴)

---

(۱) نمل/۶۰۔۶۱ (۲) انبیاء/۳۱۔۳۲ (۳) مرسلات/۲۵۔۲۷ (۴) یونس/۴۔۵

کلموں کی تشریح

۱۔ یوم: دن، طلوع فجر یا طلوع خورشید اور غروب آفتاب کے درمیان کے فاصلہ کو یوم کہتے ہیں؛ اسی طرح تاریخی حوادث، یادگار واقعات اور جنگ کے ایام کو بھی یوم کہتے ہیں اگر چہ مدت جنگ طولانی ہو جائے جیسے یوم خندق، یوم صفین کہ مراد جنگ خندق اور جنگ صفین ہے۔

۲۔ ثم: پھر، یہ کلمہ اپنے ماقبل کے مابعد کے زمانی، مکانی اور رتبہ ای کے تاخر پر دلالت کرتا ہے۔

الف: زمانی تاخر، جیسے:

﴿ولقد ارسلنا نوحاً و ابراهيم ...ثم قفينا علىٰ آثارهم برسلنا و قفينا بعيسىٰ بن مريم﴾

یعنی ہم نے نوح وابراہیم کو مبعوث کیا...، پھر اس کے بعد اپنے دیگر رسولوں کو بھیجا اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔(۱)

ب: مکانی تاخر، جیسے: قم سے تہران اس کے بعد مشہد گئے۔

ج: رتبی تاخر، جیسے جو کچھ پیغمبرؐ کے جواب میں آیا ہے، ایک شخص نے سوال کیا کس کے ساتھ نیکی کروں؟ پیغمبر نے کہا: اپنی ماں کے ساتھ، پھر پوچھا اس کے بعد؟ کہا: اپنی ماں کے ساتھ، پھر پوچھا: اس کے بعد؟ کہا: اپنے باپ کے ساتھ۔

۳۔ دخان: دھواں، یا وہ چیز جو آگ سے نکل کر اوپر جاتی ہے کبھی بھاپ اور اس کے مانند کو بھی ''دخان'' کہتے ہیں۔

۴۔استویٰ، استوی علیہ، استولیٰ علیہ: یعنی اس پر مسلط ہو گیا، اس کی مزید وضاحت رحمٰن، عرش، ''سواہ'' کے معنی کے ہمراہ صفات رب کی بحث میں آئے گی۔

۵۔رتق: باندھنے اور ضمیمہ کرنے کو کہتے ہیں اور فتق کھولنے کے معنی میں آیا ہے۔

۶۔ جعل: جعل قرآن کریم میں درج ذیل معانی میں استعمال ہوا ہے۔

الف: خلق وایجاد کے معنی میں جیسے:

﴿اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء﴾(۲)

---

(۱) سورۂ حدید/۲۷،۲۶ (۲) سورۂ مائدہ /۲۰

اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تمہارے درمیان انبیاء پیدا کئے۔

﴿وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر﴾(۱)

اور تمہارے لئے لباس پیدا کئے تا کہ گرمی سے تمہاری حفاظت کرے۔

ب : گردانے کے معنی میں جیسے:

﴿الذی جعل لکم الارض فراشاً﴾(۲)

خدا نے زمین کو تمہارے لئے بستر قرار دیا۔

ج : حکم اور دستور اور قرار دینے کے معنی میں جیسے:

﴿لکل جعلنا منکم شرعةً ومنهاجاً﴾(۳)

تم میں سے ہر ایک کے لئے واضح آئین اور دستور قرار دیا۔

د : مسخر کرنے یعنی تسخیری ہدایت کے معنی میں جیسے:

﴿وجعلنا الانهار تجری من تحتهم﴾(۴)

ہم نے نہروں کو ان کے نیچے جاری کیا؛ یعنی ہم نے ہدایت تسخیری کے ذریعہ نہروں کو اس طرح قرار دیا کہ ان کے نیچے سے بہنے لگیں۔(۵)

۷. رواسی: ثابت واستوار پہاڑ اور اس کا مفرد (واحد) راسی ہے۔

۸. قضاهن: قضا یہاں پر تقدیر و اتمام خلقت کے معنی میں ہے یعنی آسمان کی خلقت دو دن میں طے ہوئی اور وہ مکمل ہو گیا۔

۹۔ ﴿اوحیٰ فی کل سماءٍ امرها﴾:

یعنی ہر آسمان کے فرشتوں کا فریضہ انہیں بتا دیا اور سکھا دیا کہ وہ کیا کریں اور کس لئے پیدا کئے گئے ہیں اسی طرح تمام آسمانی مخلوقات کو بھی اس طرح رام و مسخر کیا تا کہ نظام تخلیقی کے تحت کام کریں۔

۱۰. سمک: چھت، نیچے سے اوپر کی جانب ہر چیز کے فاصلہ کو کہتے ہیں جس طرح عمق (گہرائی) اوپر سے نیچے کی طرف کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔

---

(۱) سورۂ نحل/۸۱ (۲) بقرہ/۲۲ (۳) مائدہ/۴۸ (۴) انعام/۶۔

(۵) تسخیری ہدایت کے متعلق ہدایت کی چاروں اقسام کی بحث میں آئندہ بیان کریں گے۔

۱۱. **بناھا**: بنا یعنی بنانا اور قائم کرنا، آیت میں یعنی: آسمان کو میزان کے مطابق دقیق و محکم بنایا۔

۱۲. **سوی**: سواہ، یعنی اسے راہ کمال و استعداد میں مورد توجہ قرار دیا ہے۔

۱۳. **اغطش**: اظلم، اسے تاریک بنایا۔

۱۴. **ضحی**: خورشید اور اس کی روشنی اور دن کا نکلنا؛ اخرج ضحٰھا یعنی، دن کو ظاہر کیا۔

۱۵. **دحاھا**: بچھانا اور ہموار کرنا؛ و الارض دحاھا، یعنی زمین کو بچھایا اور انسان کے استفادہ اور سکونت کے لئے اسے آمادہ کیا۔

۱۶. **طحاھا**: بسطھا، یعنی اسے وسعت عطا کی، اسے پھیلایا۔

۱۷. **مددناھا**: مد، مسلسل و طویل، وسعت اور پھیلاؤ اور آیت میں یعنی: زمین کو زندگی کے لئے پھیلایا اور ہموار کیا۔

۱۸. **موزون**: وزن یعنی: اجسام کا اسی کے مساوی کسی چیز سے اندازہ لگانا یعنی وزنی اور ہلکے ہونے کے لحاظ سے یا لمبائی اور چوڑائی کے لحاظ سے یا گرمی و سردی کے لحاظ سے.....

﴿و انبتنا فیھا من کل شیء موزون﴾

یعنی ہر چیز کو زمین میں اسی کے خاص حالات کے مطابق، اس کے مقصد اور ہدف کے پیش نظر اس کی ضرورت بھر نیز اس کی حکمت مقتضی کے تحت خلق کیا۔

آیتوں کی تفسیر

جو کچھ آیتوں کے معنی ہم بیان کرتے ہیں الفاظ کے ظاہری معنی کے اعتبار سے ہے اور خدا زیادہ جانتا ہے۔ خداوند متعال نے زمین و آسمان کی خلقت سے پہلے ایک پانی جس کی حقیقت صرف خدا ہی جانتا ہے اور ہمارے لئے واضح نہیں ہے، خلق کیا، عرش خدا یعنی وہ فرشتے جو خدا کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں اسی پانی پر تھے؛ اور جب حکمت اور مشیت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ دوسری چیز کو خلق کرے تو آسمان سے پہلے زمین کو خلق کیا پھر زمین کی گرمی اور بھاپ سے آسمان کی تخلیق کی؛ یہ بھاپ یا دھواں زمین سے اوپر جاتے تھے اسی طرح خداوند عالم نے آسمان و زمین کو جو ایک دوسرے سے متصل تھے الگ کیا (اور خدا زیادہ جانتا ہے) اور وہی زمین کا دھواں یا اس کی بھاپ آسمان بن گیا اس آسمان کو خدا نے کشادہ اور وسیع کیا اور اس کے سات

طبقہ ایک پر ایک قرار دئے یہ تفسیر، کلام حضرت علیؑ میں اس طرح ملتی ہے۔

خداوند عالم نے موجزن اور متلاطم دریا کے پانی سے جامد خشکی (ٹھوس زمین) پیدا کی پھر اسی پانی یا خشکی سے بہت سے طبقے پیدا کئے اور ایک دوسرے سے اتصال کے بعد انہیں الگ الگ کر دیا اور سات آسمانوں میں تبدیل کر دیا۔(۱)

خداوند عالم نے زمین و آسمان کی خلقت ۶، دن یا عملی طور پر ۶ مراحل میں انجام دی جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پہلے۔ زمین کی خلقت

خداوند عالم نے زمین کو دو دن میں خلق کیا اور اس میں محکم اور استوار پہاڑوں کو جگہ دی اور چار دن میں آسمان کی فضا میں خورشید کو قرار دیا اور زمین پر پانی جاری کیا پھر روزی کو معین کیا خواہ وہ اگنے والی ہو یا نہ ہو یعنی پانی اور ہر زندہ موجود کی طبیعت کو اس طرح قرار دیا کہ پانی سے وجود میں آئے۔

پھر آسمان کی تخلیق کی یعنی زمین کی خلقت کے بعد آسمان کی خلقت کی جبکہ آسمان اس وقت دھواں اور اس حالت میں پانی بھاپ تھا، یہ بھاپ اور گرمی زمین کے دریاؤں یا تالابوں سے اٹھی تھی، خداوند عالم نے زمین و آسمان کی اتصالی کیفیت کو جدا کیا اور آسمان کی بلندی کو زمین کے لئے چھت قرار دیا (خداوند زیادہ جاننے والا ہے) پھر ان آسمان و زمین سے کہا: وجود میں آؤ اور اپنی شکل اختیار کرو؛ خواہ برضا و رغبت خواہ بہ جبر و اکراہ، انہوں نے کہا: ہم برضا و رغبت شکل اختیار کرتے ہیں، پھر آسمان تمام کہکشاؤں، ستاروں اور اس کی دیگر موجودات کے ساتھ کہ جسکی تعداد اور مقدار صرف خدا ہی جانتا ہے وجود میں آ گیا: پھر زمین کا فرش، آسمان سے دور ایک معین فاصلے پر بچھایا اور درختوں نیز تمام اگنے والی چیزوں کو اس میں قرار دیا اس کے بعد حیوانوں کو خلق کیا۔

پھر زمین سے جدا شدہ اس آسمان کو جو اس پر محیط تھا سات آسمانوں میں تبدیل کر دیا اور ہر آسمان میں اسکی سیر و حرکت نیز تحفظ و بقا کے لئے ایک مناسب نظام قرار دیا اور آسمان کی دنیا کو فروزاں چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں ستاروں میں سے شہاب ثاقب کو خلق کیا کہ شیطان چوری چھپے آسمانی خبروں کو نہ سن سکے۔ کہ اس کی بحث آئندہ آئے گی خورشید کو نور دینے والا اور چاند کو ضوفشاں بنایا اور چاند کے راستے

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۲۱۱؛ تفسیر در منثور: ج ۱، ص ۴۲؛ بحار: ج ۵۸، ص ۱۰۴۔

میں منزلیں قرار دیں تاکہ ہر شب ایک منزل کو طے کرے اور خورشید سے کچھ دور قرار دیا تاکہ ایک مہینہ میں ایک چکر مکمل کرلے اور اس گردش سے سال اور مہینے ظاہر ہوں اور لوگ سال کا شمار اور حساب جان لیں اور زمین میں ہر چیز سے ضرورت کے مطابق خلق کی اور زمین کو انسانوں کی رہائش اور آرام کی جگہ قرار دی، تاکہ اسمیں زندہ اور مردہ جمع ہوں اور روز قیامت اس سے محشور ہوں۔

ہمارے مذکورہ بیان کی بنا پر گزشتہ آیتوں سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ زمین زمانہ کے اعتبار سے آسمان سے اور رتبہ کے اعتبار سے اس پر پائی جانے والی تمام مخلوقات سے مقدم ہے اور خداوند عالم نے آسمان و زمین کے درمیان تمام چیزوں کو زمین پر بسنے والے تمام انسانوں اور ان کے درمیان پائے جانے والے اولیاء کے لئے خلق کیا ہے ارشاد ہو رہا ہے:

۱۔ ﴿الم تروا ان اللہ سخرلکم ما فی السموات وما فی الارض﴾(۱)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان موجود تمام چیزوں کو تمہارا تابع اور مسخر بنایا ہے۔

اس کے علاوہ گزشتہ آیتوں سے یہ بھی استنباط کر سکتے ہیں کہ انسانی غذائیں جیسے پانی، گوشت اور تمام نباتات خلقت انسان سے پہلے تھیں جیسا کہ جن کی خلقت گرم اور جھلسا دینے والی آگ سے انسان کی خلقت سے پہلے ہوئی یہ بعض آیات کی صراحت سے واضح ہوتا ہے، جس طرح فرشتے بھی انسانوں سے پہلے خلق ہوئے ہیں، خدا فرماتا ہے:

﴿ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون☆ و الجان خلقناه من قبل من نار السموم☆ و اذ قال ربك للملائكة انی خالق بشرا من صلصال...﴾

میں نے انسان کو کھنکھناتی اور سیاہ رنگ نرم مٹی سے خلق کیا اور اس سے پہلے جنات کو گرم اور جھلسا دینے والی آگ سے پیدا کیا اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا: میں کھنکھناتی اور سیاہی مائل نرم مٹی سے انسان پیدا کروں گا۔(۲)

دوسرے: ستاروں اور کہکشاؤں کی خلقت

خداوند عالم نے قرآن مجید میں برج، ستارے اور شہاب کی خبر دی ہے اور فرمایا:

(۱) لقمان/۲۰ (۲) حجر/۲۶۔۲۸

۱۔ ﴿ ولقد جعلنا فی السماء بروجاً و زینا ھا للناظرین ☆ و حفظناھا من کل شیطان رجیم ☆ الا من استرق السمع فاتبعه شھاب مبین﴾

ہم نے آسمان میں برج قرار دئے اور اس کو ناظرین کے لئے آراستہ کیا اور اس کو ہر رانده درگاہ شیطان سے محفوظ رکھا؛ مگر یہ کہ کوئی استراق سمع کرے (چپکے سے سنے) کہ شہاب مبین اس کی تعقیب کرتا ہے۔(۱)

۲۔ ﴿انا زینا السماء الدنیا بزینة الکواکب ☆ و حفظاً من کل شیطا ن مارد، لا یسمعون الیٰ الملاء الاعلیٰ و یقذفون من کل جانب ☆ دحوراً و لھم عذاب وا صب الا من خطف الخطفة فاتبعه شھاب ثاقب﴾

ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے آراستہ کیا اور اسے ہر سرکش اور ملعون شیطان سے محفوظ رکھا وہ لوگ آسمان بالا کی باتوں کو نہیں سن سکتے ہیں اور ان پر ہر طرف سے حملہ ہوتا ہے: اور شدت سے بھگائے جاتے ہیں؛ ان کے لئے دائمی سزا ہے؛ اس کے علاوہ ان میں سے جو معمولی لحظہ کے لئے سرگوشی کی خاطر آسمان سے نزدیک ہو تو شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتا ہے۔(۲)

۳۔ ﴿تبارك الذی جعل فی السماء بروجاً و جعل فیھا سراجاً و قمراً منیراً﴾

مبارک ہے وہ خدا جس نے آسمان میں ستاروں کے لئے منزلیں قرار دیں اور آسمان کے درمیان آفتاب اور ماہ تاباں کی قندیلیں لگائیں۔(۳)

٤۔ ﴿ھو الذی جعل الشمس ضیاءً و القمر نوراً و قدره منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب﴾

وہ خدا وہ ہے جس نے سورج کو روشنی ،قمر کو نور عطا کیا اور اس کی منزلیں قرار دیں تا کہ سالوں کا حساب اور تعداد معلوم ہو سکے۔(۴)

٥۔ ﴿و جعل القمر فیھن نوراً و جعل الشمس سراجاً﴾

آسمانوں کے درمیان چاند کو روشنی کا ذریعہ اور سورج کو فروزاں چراغ بنایا۔(۵)

٦۔ ﴿ان عدة الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوات و الارض منھا اربعة حرم ذلك الدین القیم فلا تظلموا فیھن انفسکم و قاتلوا المشرکین کافة

(۱) حجر۱۶۔۱۸ (۲) صافات۶ ۔۱۰ (۳) فرقان۶۱ (۴) یونس۵ (۵) نوح۱۶

کما یقاتلونکم کافۃً و اعلموا ان اللہ مع المتقین﴾

خدا کے نزدیک کتاب خداوندی میں جس دن زمین وآسمان کی تخلیق ہوئی اسی دن سے، مہینوں کی تعداد بارہ ہے جس میں سے چار مہینہ حرمت والے ہیں یہ ایک ثابت اور اٹل قانون ہے! اس بنا پر ان مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو؛ اور ایک ساتھ مل کر مشرکین سے جنگ کرو، جس طرح وہ لوگ تم سے متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں اور یہ بھی جان لو کہ خداوند عالم پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔(۱)

۷۔﴿و علامات و بالنجم ھم یھتدون﴾

اس نے علامتیں قرار دیں اور لوگ ستاروں کے ذریعہ راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔(۲)

۸۔﴿و ھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمات البر و البحر﴾

وہ خدا وہ ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ خشکی اور دریا کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرسکو۔(۳)

کلموں کی تشریح

۱۔بروج: اس کا مفرد برج ہے، زمین میں قلعہ اور قصر کو کہتے ہیں لیکن آسمان میں ستاروں کے اس مجموعے کو کہتے ہیں جس کے سامنے سے سورج، چاند اور دیگر سیارے عبور کرتے ہیں؛ یہ بعض آسمانی برج کچھ اس طرح ہیں کہ اگر ان کی شکل کاغذ پر بنائی جائے اور ستاروں کے درمیان کے فاصلوں کو خط کھینچ کر ایک دوسرے سے متصل کریں تو کیکڑے، مرغ، بچھو وغیرہ کی شکل بنے گی ،عقرب (بچھو) چاند کی ایک منزل ہے اسی لئے اصطلاح قمر درعقرب مشہور ہے، جب کہ یہ چاند برج عقرب سے متصل ہوتا ہے۔

ستارہ شناس افراد چاند کی حرکت کے راستوں کیلئے بارہ[۱۲] برج کے قائل ہیں اور ہم اسی بحث کے اختتام پر قرآن کے مخاطبین سے جو کچھ چاند کے سلسلے میں ظاہر ہوتا ہے، اس کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

۲۔رجیم: راندۂ درگاہ، یعنی جو عرش والوں کی نیکیوں یا منزلت اور رحمت خداوندی سے محروم ہوگیا ہو۔

۳۔شہاب: شعلہ، ایسا شعلہ جو آسمان سے نیچے کی طرف آرہا ہو اس کی جمع شُہُب آتی ہے اس کی مزید تشریح آئندہ جنات کی بحث میں آئے گی۔

۴۔مارد: مارد اور مرید یعنی وہ شیاطین جنات وانس جو نیکیوں اور بھلائیوں سے عاری ہیں اور گناہوں

(۱)توبہ/۳۶ (۲)نحل/۱۶ (۳)انعام/۹۷.

اور برائیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

۵۔دحور: دور کرنا، بھگانا، ہنکانا۔

۶۔نجوم: ان فروزاں ستاروں کو کہتے ہیں جو خورشید کی طرح نورافشانی کرتے ہیں۔

۷۔کواکب: ان اجسام کو کہتے ہیں جو نجوم اور ستاروں سے کسب نور کرتے ہیں، آسمان کے تمام نورانی اجسام کو کواکب کہتے ہیں، جیسا کہ خداوند متعال فرماتا ہے:

﴿انا زینا السماء الدنیا بزینة الکواکب﴾

ہم نے آسمان دنیا کو کواکب سے زینت بخشی۔

۸۔واصب: ہمیشہ اور لازم

۹۔خطف، خطفة: تیزی سے اچک لیا اور بھاگ گیا یعنی یک بارگی اچک لیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ شیاطین فرشتوں سے کوئی چیز سنتے ہیں اور اچک کر تیزی سے فرار کر جاتے ہیں۔

۱۰۔ثاقب: نفوذ کرنے والا، شگاف کرنے والا اور روشن، شہاب کو اس لئے ثاقب کہتے ہیں کہ تاریکیوں میں نفوذ کرتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے نور سے اسمیں شگاف پیدا کر رہا ہے۔

آیات کی تفسیر

آسمانوں اور ستاروں کی بحث میں مذکور آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ آسمان دنیا کی منزلت تمام کواکب اور ستاروں اور فروزاں کہکشانوں سے بالاتر ہے اور آسمان دوم اس سے بلند تر ہے، آسمان سوم، آسمان دوم سے بلندتر اور اسی طرح ساتویں آسمان تک کہ اس کی رفعت سب سے زیادہ ہے۔ نیز ہر ایک کا ارتفاع دوسرے کی بہ نسبت ارتفاع مکانی ہے، برخلاف عرش کے کہ اس کی رفعت و بلندی معنوی ہے اس کی وضاحت اپنی جگہ آئے گی اس توضیح سے دو سوال پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ کیوں خداوند عالم ستاروں کے فوائد اور خاصیتوں کو صرف انہیں امور میں بیان کرتا ہے جس سے تمام لوگ واقف ہیں جیسے: ﴿جعل لکم النجوم لتهتدوا﴾ ستاروں کو تمہاری ہدایت اور راہنمائی کے لئے بنایا۔(۱) کیوں ان آثار اور صفات کے بارے میں کچھ نہیں کہا جسے نزول قرآن کے بعد دانشوروں نے کشف کیا ہے؟

---

(۱) انعام/۹۷

۲۔ خداوند عالم نے سورۂ صافات میں فرمایا ہے: ﴿**انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب**﴾ ہم نے دنیاوی آسمان کو ستاروں سے زینت بخشی۔ (۱)

سوال یہ ہے کہ اگر ستارے آسمان دنیا کی زینت ہیں تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ تمام ستاروں کی منزل آسمان دنیا کے نیچے ہو جبکہ ماضی کے ستارہ شناس اور دانشوروں (نجومیوں) کا کہنا ہے: اکثر ستاروں کی منزل دنیاوی آسمان کے اوپر ہے؛ ہمارے زمانے کے علمی نظریات اس سلسلہ میں کیا ہیں؟ ان دونوں سوالوں کے جواب میں ہم بہ فضل الٰہی یہ کہتے ہیں:

۱۔ پہلے سوال کا جواب

خداوند عالم نے خاتم الانبیاء کو قرآن کریم کے ساتھ اس لئے بھیجا تا کہ تمام لوگوں کو مقرر کردہ آئین کے مطابق ہدایت کریں، جیسا کہ خود ہی فرماتا ہے:

الف: ﴿ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً... ﴾

کہو: اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں...۔ (۲)

ب: ﴿ واوحی الی ھذا القرآن لانذر کم بہ و من بلغ... ﴾

یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تا کہ تم کو اور ان تمام افراد کو جن تک یہ پیغام پہونچے ڈراؤں۔

اسی لئے قرآن کریم اپنے کلام میں تمام لوگوں کو ﴿**یا ایھا الناس**﴾ کا مخاطب قرار دیتا ہے اور چونکہ ہر صنف اور گروہ کے تمام لوگ مخاطب ہیں لہٰذا کلام تمام انسانوں کی فہم اور تقاضائے حال کے مطابق ہونا چاہئے تا کہ ہر زمان و مکان کے اعتبار سے تمام لوگ سمجھیں، جیسا کہ مقام استدلال واقامہ برہان میں خالق کی وحدانیت اور معبود کی یکتائی (توحید الوہیت) کے موضوع پر فرماتا ہے:

کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے خلق ہوا ہے؟

آسمان کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتے کہ کیسے بلند کیا گیا ہے؟

پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے استوار اور اپنی جگہ پر محکم اور قائم ہے؟

زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہموار اور بچھائی گئی ہے؟

---

(۱) صافات/۶ (۲) اعراف/۱۵۸

لہٰذا یاد دلاؤ اس لئے کہ تم فقط یاد دلانے والے ہو، تم ان پر مسلط اور ان کو مجبور کرنے والے نہیں ہو۔(۱)

توحید ربوبیت کے سلسلہ میں مقام استدلال واقامہ بُرہان میں فرماتا ہے:

جو پانی پیتے ہو کیا اس کی طرف غور وخوض کرتے ہو؟ کیا اسے تم نے بادل سے نازل کیا ہے یا ہم اسے نیچے بھیجتے ہیں؟! ہم جب چاہیں ہر خوشگوار پانی کو تلخ اور کڑوا بنا دیں لہٰذا کیوں شکر نہیں کرتے؟(۲)...اب اگر ایسا ہے تو اپنے عظیم پروردگار کی تسبیح کرو اور اسے منزہ جانو۔

اب اگر خداوند عالم اس کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرتا اور مقام استدلال میں اربوں ستاروں اور کروڑوں آسمانی کہکشاؤں کے نظام حرکت وسکون کا تذکرہ کرتا، یا انسانوں کی صرف آنکھ کو محور استدلال بناتا اور اس میں پوشیدہ لاکھوں باریک خطوط کا ذکر کرتا اور اس میں موجود خون کے سفید وسرخ ذرات کے بارے میں کہتا، یا انسان کے مغز سر اور اس کے لاکھوں پیچیدہ زاویوں سے پردہ اٹھاتا، یا اسباب قوت ہاضمہ یا انواع واقسام کی بیماریوں اور اس کے علاج کا ذکر کرتا جیسا کہ بعض لوگ سوال کرتے ہیں:

کیوں خداوند عالم نے جسم انسانی کہ جس کو اس نے پیدا کیا ہے اس سے مربوط ہے علم ودانش کو قرآن میں کچھ نہیں بیان کیا؟ آیا اس طرح کے موارد قرآن میں نقص اور کمی کے مترادف نہیں ہیں؟

خدا کی پناہ! آپ کیا فکر کرتے ہیں؟ اگر خصوصیات خلقت جن کا ذکر کیا گیا، قرآن کریم میں بیان کی جائیں تو کون شخص ان کے کشف سے پہلے انہیں درک کر سکتا تھا؟ اور اگر انبیاء لوگوں سے مثلاً کہتے: جس زمین پر ہم لوگ زندگی گزار رہے ہیں وہ خورشید کے اردگرد چکر لگاتی ہے اور خورشید زمین سے ۲۳ ملین میل کے فاصلہ پر واقع ہے؛ یہ منظومہ شمسی راہ شیر نامی کہکشاں کے پہلو میں واقع ہے کہ اس کہکشاں میں ۳۰ کروڑ ستارے ہیں اور ان ستاروں کی پشت پر سینکڑوں نامعلوم عوالم ہیں اور پیچیدہ گڑھے پائے جاتے ہیں وغیرہ۔

آپ کا کیا خیال ہے؟ اگر امتیں اس طرح کی باتیں پیغمبروں سے سنتیں تو انبیاء کو کیا کہتیں؟ جبکہ وہ لوگ پیغمبروں کو صرف اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو خدا کی توحید اور یکتا پرستی کی دعوت دیتے تھے، دیوانہ کہتے تھے جیسا کہ خداوند عالم ان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿کذبت قبلهم قوم نوح فکذبوا عبدنا و قالوا مجنون﴾

(۱) غاشیہ/ ۱۷۔۲۲ (۲) واقعہ/ ۶۸۔۷۰ و ۷۴

۱۔اس سے پہلے قوم نوح نے ان کی تکذیب کی؛ یہاں تک کہ ہمارے بندے نوح کو دروغگو سمجھا اور دیوانہ کہا۔(۱)

۲۔﴿کذلک ما اتی الذین من قبلھم من رسولٍ الاقالوا ساحر او مجنون﴾

اس طرح سے ان سے قبل کوئی پیغمبر کسی قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوا مگر یہ کہ انہوں نے اسے ساحر اور مجنون کہا۔(۲)

۳۔﴿ویقولون انہ لمجنون﴾

وہ (کفار ومشرکین) کہتے ہیں وہ (خاتم الانبیاء) دیوانہ ہے۔(۳)

اب ان خیالات اور حالات کے باوجود جوگزشتہ امتوں کے تھے اگر اس طرح کی باتیں بھی پیغمبروں سے سنتے تو کیا کہتے؟ اصولی طور پر لوگوں کی قرآن کے مخاطب لوگوں کی کتنی تعداد تھی کہ ان علمی حقائق کو سمجھ سکتی، ایسے حقائق جن کو دانشوروں نے اب تک کشف کیا ہے اور اس کے بعد بھی کشف کریں گے کس طرح ان کے لئے قابل فہم اور درک ہوتے؟

اس کے علاوہ جن مسائل کو آج تک دانشوروں نے کشف کیا ہے کس حد تک علمی مجموعہ میں جگہ پاتے ہیں؟ جبکہ خداوند عالم نے خاتم الانبیاء پر قرآن اس لئے نازل کیا تا کہ یہ کتاب لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو۔ اور لوگوں کو اس بات کی تعلیم دے کہ وہ کس طرح اپنے خدا کی بندگی کریں؛ اور اس کے اوامر اور نواہی کے پابند ہوں اور کس طرح دیگر لوگوں سے معاملہ کریں، نیز جن چیزوں کو خدا نے ان کے لئے خلق کیا ہے اور ان کا تابع بنایا ہے کس طرح راہ سعادت اور کمال میں ان سے استفادہ کریں۔

خداوند عالم نے قرآن کریم اس لئے نازل نہیں کیا کہ آب وہوا، زمین، حیوان اور نبات کی خصوصیات سے لوگوں کو آگاہ کرے بلکہ یہ موضوع انسانی عقل کے فرائض میں قرار دیا یعنی ایسی عقل جسے خداوند عالم نے عطا کی ہے۔ تا کہ ان تمام چیزوں کی طرف بوقت ضرورت، مختلف حالات اور مسائل میں انسانوں کی ہدایت کرے۔

ایسی عقل کے باوجود جو انسان کو خدا نے بخشی ہے انسان اس بات کا محتاج نہیں تھا کہ خداوند عالم قرآن کریم میں مثلاً ''ایٹم'' کے بارے میں تعلیم دے، بلکہ انسان کی واقعی ضرورت یہ ہے کہ خداوند عالم اس طرح کی قوت سے استفادہ کرنے کے طور طریقے کی طرف متوجہ کرے تا کہ اسے کشف اور اس پر قابو پانے کے

(۱) قمر ۹ (۲) ذاریات ۵۲ (۳) قلم ۵۱

بعد اس کو انسانی فوائد کے لئے روبہ کار لائے، نہ یہ کہ نوع بشر اور حیوانات کی ہلاکت اور نباتات کی نابودی کے لئے استعمال کرے۔

لہٰذا واقعی حکمت وہی ہے جو قرآن کریم نے ذکر کی ہے اور استدلال اور برہان کے موقع پر مخلوقات کی اقسام بیان کی ہے۔

البتہ یہ بات علمی حقائق کی جانب قرآن کریم کے اشارہ کرنے سے منافات نہیں رکھتی ہے، وہ حقائق جو نزول قرآن کے بعد کشف ہوئے ہیں اور قرآن نے کشف سے پہلے ہی ان کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اس بات کی واضح اور بین دلیل ہیں کہ قرآن کریم خالق ہستی اور پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اور جس طرح خاتم الاوصیاء حضرت علیؑ نے بیان کیا ہے کہ عجائب قرآن کی انتہا نہیں ہے۔

یہ قرآن کے عجائب میں سے ہے کہ اس میں جہاں بھی مخلوقات کی خصوصیتیں بیان ہوئی ہیں وہ ان علمی حقائق سے کہ جو دانشوروں کے ذریعہ پوری تاریخ اور ہر زمانے میں کشف ہوئے ہیں، مخالف نہیں ہیں۔

۲۔ دوسرے سوال کا جواب

بعض دانشور گروہ نے بعض ادوار میں قرآن کریم میں مذکور کچھ چیزوں کے بارے میں تاویل وتوجیہ کی ہے اور ان غلط و بے بنیاد نظریات سے جو ان کے زمانے میں علمی حقائق سمجھے جاتے تھے تطبیق دی ہے؛ جیسے ہفت گانہ آسمانوں کی توجیہ ہفت گانہ افلاک سے کی ہے جو گزشتہ دانشوروں کے نزدیک مشہور نظریہ تھا، اور یہ، بطلیموس جو تقریباً ۹۰ ء سے ۱۶۰ء کے زمانے میں گزرا ہے اس کے نظریہ کے مطابق ہے:

بطلیموس کا نظریہ

آسمان اور زمین گیند کی شکل کے ہیں کہ بعض ان میں سے پیاز کے تہ بہ تہ چھلکوں کے مانند ہیں ان کرات کا مرکز زمین ہے کہ جس کا ۳/۴ حصہ پانی سے تشکیل پایا ہے، زمین کا بالائی حصہ ہوا ہے اور اس کے اوپر آگ ہے ان چار عنصر پانی، مٹی، ہوا اور آگ کو عناصر اربعہ کہتے ہیں، ان کے اوپر فلک قمر ہے، جو فلک اول ہے۔ اس کے بعد فلک عطارد، پھر فلک زہرہ، پھر خورشید پھر مریخ اس کے بعد مشتری اور اس کے بعد زحل ہے ان افلاک کے ستاروں کو سیارات سبعہ کہتے ہیں، فلک ثوابت کہ جن کو بروج کہتے ہیں وہ ان پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس

کے بعد اطلس نامی فلک ہے جس میں کوئی ستارہ نہیں ہے؛ ان دانشوروں نے ان ساتوں آسمانوں کی ہفت گانہ سیارات کے افلاک سے، کرسی کی فلک بروج سے نیز عرش کی نویں فلک سے توجیہ وتاویل کی ہے۔

ان لوگوں نے اسی طرح قرآن و حدیث میں مذکور بعض اسلامی اصطلاحات کی بے بنیاد فلسفیانہ نظریوں اور اپنے زمانے کے نجومی خیالوں سے توجیہ اور تاویل کی ہے اور چونکہ ان بعض نظریات میں ایسے مطالب پائے جاتے ہیں کہ جو قرآن کریم کی تصریح کے مخالف ہیں؛ انہوں نے کوشش کی ہے کہ قرآن کریم کے نظریات کو ان نظریوں کے ساتھ جمع کردیں، مرحوم مجلسی نے اس روش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

جان لو! کہ یہاں پر ایک مشہور اعتراض ہے اور وہ یہ ہے کہ: علم ہیئت کے تمام ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آسمان اول پر چاند کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے اور تمام گردش کرنے والے ستارے ایک فلک میں گردش کررہے ہیں اور ثابت ستارے آٹھویں فلک پر ہیں، جبکہ قرآن کریم کی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ سارے کے سارے یا اکثر، آسمان دنیا پر پائے جاتے ہیں(۱)، اس کے بعد وہ دیئے گئے جواب کو ذکر کرتے ہیں۔

اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے کہ آیت اور اس کی تفسیر یکے بعد دیگرے ذکر کی جائے گی لہٰذا مرحوم مجلسی کی نقل کردہ دلیلوں سے یہاں پر صرف نظر کرتے ہیں۔ اور صرف اس زمانے کے عظیم فلسفی میر باقر داماد کی بات کو حدیث کی تاویل کے ضمن میں ذکر کررہے ہیں۔

ایک غیر صحیح تاویل اور بیان

سید داماڈ (میر باقر داماد) ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کے بعض تعلیقات میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: عرش وہی فلک الافلاک ہے اور جو امامؑ نے اسے مربع (چوکور) جانا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فلک کی دورانی حرکت کی وجہ سے اس میں ایک کمر بند اور دو قطب پیدا ہوتے ہیں؛ اور ہر بڑا دائرہ جو کرہ کے اردگرد کھینچا جاتا ہے اس کرہ کو نصف کردیتا ہے اور فلک بھی کمر بندی اور دائرہ ای حرکت کی وجہ سے جو ان دو قطب سے گزرتا ہے چار حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اور عرش جو کہ دور ترین فلک ہے اور کرسی جو کہ ثابت ستاروں کا فلک ہے یہ دونوں بھی نصف النہار، منطقۃ البروج اور قطبوں سے گزرتا ہے، چار حصوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں. اور دائرہ افق جو فلک اعلی کی سطح پر ہے نصف النہار اور مشرق ومغرب کے دائرہ کی وجہ سے چار حصوں میں

---

(۱) ولقد زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب ، صافات/۶۔

تقسیم ہوتا ہے اور اس کا ہر حصہ اس مجموعہ میں اس طرح واقع ہوتا ہے کہ چہار گانہ جہتوں (جنوب وشمال، مشرق ومغرب) کو معین کردیتا ہے۔ فلسفیوں نے فلک کو انسان کے مانند فرض کیا ہے جو اپنی پشت کے بل سویا ہوا ہے اس کا سر شمال کی طرف، پاؤں جنوب کی طرف داہنا ہاتھ مغرب اور بایاں ہاتھ مشرق کی طرف نیز تربیع اور تسدیس دائرہ کی ابتدائی شکلیں ہیں جو اپنی جگہ پر بیان کی گئی ہیں کہ تربیع ان دو قطروں سے جو خود ایک دوسرے پر قائم ہیں اور ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں حاصل ہوتی ہے اور تسدیس نصف قطر سے، اس لئے کہ ۱/۶، کا نصف قطر کے برابر ہے اور ۱۴۳ دو را یک مکمل قوس ہے اور جتنا ۱۴۳ سے کم ہوگا تو باقی بچا ہوا ۱۳۱ کی حد تک پہنچنے تک اس کا کامل اور پورے ہونے کا باعث بنے گا۔

اور فلک اقصیٰ (آخری فلک) مادہ، صورت اور عقل کا حامل ہے کہ وہی عقل اول ہے اور اسے عقل کل بھی کہا جاتا ہے اور نفس کا حامل ہے کہ وہی نفس اول ہے اور اسے نفس کل بھی کہتے ہیں اور یہ نفس، مربع ہے جو نظام ہستی کے مربعات میں سب سے پہلا مربع ہے۔

یہاں پر دوسری جہتیں بھی پائی جاتی ہے جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے اور جو چاہتا ہے کہ اسے سمجھے وہ مزید کوشش کرے؛ مرحوم مجلسی کہتے ہیں کہ ان توجیہات کا قوانین شرع اور اہل اسلام کی اصطلاحوں سے موافق نہ ہونا پوشیدہ نہیں ہے۔(۱)

اس کے علاوہ بعض دانشوروں نے قرآن کریم کی تفسیر اسرائیلیات سے کی ہے، بعض لوگوں نے ان جھوٹی روایات سے جن کی نسبت پیغمبر کی طرف دی گئی ہے بغیر تحقیق و بررسی کے قرآن کی تفسیر کی ہے؛ اور یہی چیز باعث بنی کہ قرآن اور اسلامی اصطلاحات والفاظ کا سمجھنا قرآن وحدیث کی تلاوت کرنے والوں پر پوشیدہ اور مشتبہ ہوگیا ہے ہم نے بعض ان غلط فہمیوں کو کتاب ''قرآن کریم اور دو مکتب کی روایات'' میں ''قرآن رسول کے زمانے میں اور اس کے بعد'' کے حصہ میں ذکر کیا ہے۔

بحث کا خلاصہ

اول: سماء: آسمان، لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو تمہیں اوپر سے ڈھانپ لے اور ہر چیز کا آسمان اس کا اوپری حصہ اور اس کی چھت ہے اور قرآن کریم میں جہاں یہ لفظ مفرد استعمال ہوا ہے تو کبھی تو اس کے معنی

(۱) بحار: ۵/۵۸۔ ٦.

اس زمین کے اردگرد فضا کے ہیں جیسے:

۱۔ ﴿الم یروا الیٰ الطیر مسخرات فی جو السماء﴾
کیا انہوں نے فضا میں مسخر پرندوں کو نہیں دیکھا؟! (۱)

۲۔ ﴿و انزل من السماء ماءً﴾ اس نے آسمان (فضا) سے پانی نازل کیا۔ (۲)

اور کبھی اس سے مراد ستارے اور بالائی سات آسمان ہیں، جیسے:

﴿ثم استویٰ الیٰ السماء فسواھن سبع سمٰوات﴾
پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور ترتیب سے سات آسمان بنائے۔ (۳)

اور جہاں پر لفظ سماء جمع استعمال ہوا ہے اس سے مراد ساتوں آسمان ہیں جیسا کہ گزشتہ آیت میں ذکر ہوا ہے۔

دوسرے: آغاز خلقت: خداوند عالم خود خبر دیتا ہے کہ آسمان اور زمین کی خلقت سے پہلے پانی کی تخلیق کی اور گزشتہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے زمین کو اسی پانی سے خلق کیا ہے اور آسمان کو اس زمین کے پانی اور اس کی بھاپ سے خلق کیا ہے۔ اور زمین و آسمان کے تخلیقی مراحل اور اس میں موجود بعض موجودات جس کے ضمن میں انسان کی ضروریات زندگی بھی شامل ہیں چھ دور میں کامل ہوئے ہیں؛ اور خداوند عالم نے تمام نورانی ستاروں کو آسمان دنیا کے نیچے قرار دیا ہے اور جو اخبار خلقت سے متعلق خداوند عالم نے ہمیں دیے ہیں اتنے ہیں کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے ضروری ہیں اور عقل انسانی اس سے زیادہ ابتدائے خلقت سے متعلق مسائل اور کہکشاؤں اور سیاروں کی حقیقت کو درک نہیں کرسکتی ہے۔

بعض دانشوروں نے خود کو زحمت میں مبتلا کیا ہے اور قرآن میں آسمان اور ستاروں کی توصیف کے سلسلہ میں اپنے زمانے میں معلوم مسائل سے ان کو علمی تصور کرتے ہوئے توجیہ وتاویل کی ہے؛ جیسے آسمانوں کے معنی کی تاویل ہفت گانہ آسمان سے کہ اسے قطعی اور یقینی مسائل خیال کرتے تھے، لیکن آج اس کا باطل ہونا واضح اور آشکار ہے۔

اسی طرح بعض آیتوں کی اسرائیلی روایتوں سے تفسیر کی ہے ایسی روش اس وقت بھی مسلمانوں میں رائج ہے اور اس سے اسلامی معاشرے میں غلط نظریے ظاہر ہوئے کہ ان میں سے بعض کی آئندہ بحثوں میں خداوند عالم کی تائید سے تحقیق و بررسی کریں گے۔

---

(۱) نحل/۷۹ (۲) بقرہ/۲۲ (۳) بقرہ/۲۹

۳۔ چوپائے اور چلنے والی مخلوق

خداوند عالم ان کی خلقت کے بارے میں فرماتا ہے:

۱۔ ﴿واللہ خلق کل دابۃ من ماء فمنھم من یمشی علیٰ بطنہ و منھم من یمشی علیٰ رجلین و منھم من یمشی علیٰ اربع یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر﴾

خداوند عالم نے چلنے والی ہر مخلوق کو پانی سے خلق کیا ہے ان میں سے بعض پیٹ کے بل چلتی ہیں اور کچھ دو پیروں سے چلتی ہیں اور کچھ چار پیروں پر چلتی ہے، خدا جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے، کیونکہ خداوند عالم ہر چیز پر قادر اور توانا ہے۔(۱)

۲۔ ﴿وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شیء ثم الیٰ ربھم یحشرون﴾

زمین پر چلنے والی ہر مخلوق اور پرندہ جو اپنے دو پروں کے سہارے اڑتا ہے سبھی تمہاری جیسی امت ہیں ہم نے اس کتاب میں کچھ بھی فروگزاشت نہیں کیا ہے، پھر سب کے سب اپنے پروردگار کی طرف محشور ہوں گے۔(۲)

۳۔ ﴿وللہ یسجد ما فی السمٰوات وما فی الارض من دابۃ﴾

زمین و آسمان میں جتنے بھی چلنے والے ہیں خداوند عالم کا سجدہ کرتے ہیں۔(۳)

کلمہ کی تشریح:

دابۃ: جنبندہ، صنف حیوانات میں ہر اس حیوان کو کہتے ہیں جو سکون و اطمینان کے ساتھ راہ چلتا ہے

---

(۱) نور/۴۵ (۲) انعام/۳۸ (۳) نحل/۴۹

اورقرآن کریم میں دابۃ سے مرادروئے زمین پرموجودتمام جاندار(ذی حیات)ہیں۔

آیات کی تفسیر

خداوند عالم نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے خلق کیا ہے، زمین میں کوئی زندہ موجود اور ہوا میں کوئی پرندہ ایسا نہیں ہے جس کا گروہ اور جرگہ آدمیوں کے مانند نہ ہو، چیونٹی خود ایک امت ہے اپنے نظام زندگی کے ساتھ، جس طرح انسان ایک نظام حیات اور پروگرام کے تحت زندگی گزارتا ہے، اسی طرح پانی میں مچھلی اور زمین پر رینگنے والے اور اس کے اندر موجود حشرات، کیڑے مکوڑے اور دوسرے جانور ہیں انسانوں ہی کی طرح سب، امتیں ہیں کہ ہرایک اپنے لئے ایک مخصوص نظام حیات کی مالک ہے ہم خداوند عالم کی تائیداور توفیق کے سہارے "ہدایت رب العالمین" کی بحث میں اس طرح کی ہدایت کی کیفیت کو کہ اس نے تمام چلنے والی (ذی روح) امتوں کے لئے ایک خاص نظام حیات معین فرمایا ہے؛ پیش کریں گے۔

۴۔ جن اور شیاطین

الف۔ جنّ وجانّ

جِنّ:۔ مستور اور پوشیدہ **"جَنّ الشیء یا جَنّ عَلیَ الشیء"**، یعنی اسے ڈھانپ دیا، چھپا دیا، پوشیدہ کر دیا، جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿فلما جن علیه اللیل﴾ جب اسے شب کے پردے نے ڈھانپ لیا۔(۱)

لہٰذا جنّ وجانّ دونوں ہی درج ذیل تشریح کے لحاظ سے نا قابل دید اور پوشیدہ مخلوق ہیں۔

۱۔ ﴿وخلق الجان من مارج من نار﴾

جن کو آگ کے مخلوط اور متحرک شعلوں سے خلق کیا۔(۲)

۲۔ ﴿والجان خلقناہ من قبل من نار السموم﴾

اور ہم نے جن کو انسان سے پہلے گرم اور جھلسا دینے والی آگ سے خلق کیا۔(۳)

ب۔ اس سلسلے میں کہ یہ لوگ انسانوں کی طرح امتیں ہیں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿فی امم قد خلت من قبلهم من الجن والأنس﴾

وہ لوگ (جنات) اپنے سے پہلے جن وانس کی گمراہ امتوں کی سرنوشت اور ان کے انجام سے دوچار ہوگئے۔(۴)

ج۔ سلیمان نبی نے انہیں اپنی خدمت گزاری کے لئے مامور کیا ہے، اس سلسلے میں فرماتا ہے:

﴿و من الجن من یعمل بین یدیه باذن ربه و من یزغ منهم عن امرنا نذقه من

---

(۱) انعام ۷۶ (۲) الرحمٰن ۱۵ (۳) حجر ۲۷ (۴) فصلت ۲۵

عذاب السعیر یعملون له ما یشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب و

قدور راسیاتٍ﴾

جنوں کا بعض گروہ سلیمان کے سامنے ان کے پروردگار کی اجازت سے کام کرتا تھا: اوران میں سے جو بھی ہمارے حکم کے برخلاف کرے گا، اسے جھلسا دینے والی آگ کا مزہ چکھائیں گے؛ وہ لوگ سلیمان کے تابع فرمان تھے اوروہ جو چاہتے تھے وہ بناتے تھے جیسے، عبادت خانے، مجسمے، کھانے کے بڑے بڑے ظروف جیسے حوض اور غیر منقول (اپنی جگہ سے منتقل نہ ہونے والی) دیگیں وغیرہ۔(۱)

د۔ سلیمان کے لشکر میں جن بھی شامل تھے اس سلسلے میں فرماتا ہے کہ وہ ایسے تھے کہ فلسطین اور یمن کے درمیان کے فاصلہ کو سلیمان نبیؑ کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی طے کرکے واپس آجایا کرتے تھے۔

خداوند عالم ان میں سے ایک کی سلیمان سے گفتگو کی یوں حکایت کرتا ہے:

﴿قال عفریت من الجن انا آتیك به قبل ان تقوم من مقامك و انی علیه لقوی امین﴾

جنوں میں سے ایک عفریت (دیو) نے کہا: میں اس تخت کو آپ کے پاس، آپ کے اٹھنے سے پہلے حاضر کردوں گا اور میں اس کام کے لئے قوی اور امین ہوں۔(۲)

ھ۔ جن غیب سے بے خبر اور نا آگاہ ہیں اس بابت فرماتا ہے۔

﴿فلما قضینا علیه الموت مادلهم علیٰ موته الا دابة الارض تاکل منسأته فلما خرَّ تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المهین﴾

جب ہم نے سلیمان کو موت دی تو کسی نے ان کو مرنے کی خبر نہیں دی سوائے دیمک کے اس نے سلیمان نبی کے عصا کو کھالیا اور وہ ٹوٹ کر زمین پر گر گیا۔ لہٰذا جب زمین پر گر گئے تو جنوں نے سمجھا کہ اگر غیب کی خبر رکھتے تو ذلت وخواری کے عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔(۳)

و۔ اور حضرت خاتم الانبیاء کی بعثت سے پہلے ان کے عقائد اور کردار کو انہیں کی زبانی بیان فرماتا ہے:

۱۔ ﴿و انه کان یقول سفیهنا علی الله شططاً﴾

اور ہمارا احمق (ابلیس) خداوند عالم کے بارے میں ناروا باتیں کہتا تھا۔(۴)

۲۔ ﴿و انهم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث الله احداً﴾

---

(۱) سبا/۱۲۔۱۳ (۲) سورہ نمل: ۳۹ (۳) سبا/۱۴ (۴) جن/۴

بیشک ان لوگوں نے ویسے ہی خیال کیا جیسے تم خیال کرتے ہو کہ خداوند عالم کسی کو مبعوث نہیں کرے گا۔(۱)

۳۔﴿ وانه كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن فزادوهم رهقاً﴾

یقیناً بعض انسانوں نے بعض جنوں کی پناہ چاہی اور وہ لوگ ان کی گمراہی اور طغیانی میں اضافہ کا باعث بنے۔(۲)

ز۔ خاتم الانبیا کی بعثت کے بعد ان کی سرقت سماعت (چوری چھپے بات اچکنے) کے بارے میں خود انہیں کی زبانی فرماتا ہے:

۱۔﴿وانا لمسنا السماء فوجدنا ها ملئت حرساً شديداً و شهباً﴾

اور ہم نے آسمان کی جستجو کی؛ تو سبھی کو قوی الجثہ محافظوں اور شہاب کے تیروں سے لبریز پایا۔(۳)

۲۔﴿وانا كنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الان يجد له شهاباً رصداً﴾

اور ہم اس سے پہلے خبریں چرانے کے لئے آسمانوں پر بیٹھ جاتے تھے، لیکن اس وقت اگر کوئی بات چرانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ ایک شہاب کو اپنے کمین میں پاتا ہے۔(۴)

ح۔ جنوں کے اسلام لانے کے بارے میں فرماتا ہے: ان لوگوں نے کہا:

۱۔﴿و انا منا الصالحون و منا دون ذلك كنا طرائق قدداً﴾

اور ہمارے درمیان صالح اور غیر صالح افراد ہیں؛ اور ہم مختلف گروہ ہیں۔(۵)

۲۔﴿و انا منا المسلمون و منا القاسطون فمن اسلم فأُولائك تحروا رشداً﴾

ہم میں سے بعض گروہ مسلمان ہے اور بعض ظالم؛ جو اسلام قبول کرے وہ راہ راست کا سالک ہے۔(۶)

ب۔ شیطان

شیطان، انسان جنات اور حیوانات میں سے ہر سرکش، طاغی اور متکبر کو کہتے ہیں۔

خداوند عالم نے فرمایا ہے:

۱۔﴿ولقد جعلنا فی السماء بروجاً و زيناها للناظرين☆ و حفظناها من كل شيطان

---

(۱) جن/۳ (۲) جن/۶ (۳) جن/۸ (۴) جن/۹ (۵) جن/۱۱ (۶) جن/۱۴

رجیم☆ الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبین﴾

اور ہم نے آسمان میں برج قرار دیئے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا اور اسے ہر شیطان رجیم اور راندہ درگاہ سے محفوظ کیا؛ سوائے ان کے جو استراق سمع کرتے ہیں اور چوری چھپے باتوں کو سنتے ہیں تو شہاب مبین ان کا پیچھا کرتا ہے اور بھگاتا ہے۔(۱)

۲۔﴿انا زیّنا السماء الدنیا بزینة الکواکب ☆ و حفظاً من کل شیطانٍ مارد ☆لا یسمعون الیٰ الملاء الأعلیٰ و یقذفون من کل جانبٍ ☆ دحوراً ولهم عذاب واصب ☆ الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب﴾

ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت بخشی تا کہ اسے ہر طرح کے شیطان رجیم سے محفوظ رکھیں وہ لوگ ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے اور ہر طرف سے حملہ کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ وہ لوگ شدت کے ساتھ الٹے پاؤں بھگا دیے جاتے ہیں اور ان کیلئے ایک دائمی عذاب ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایک لحظہ اور آن کے لئے استراق سمع کے لئے آسمان سے نزدیک ہوتے ہیں تو شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتا ہے۔(۲)

۳۔﴿ولقد زیّنا السماء الدنیا بمصابیح و جعلنا ها رجوماً للشیاطین واعتدنا لهم عذاب السعیر﴾(۳)

ہم نے آسمان دنیا کو روشن چراغوں سے زینت بخشی اور انہیں شیاطین کو دور کرنے کا تیر قرار دیا اور ان کے لئے ڈھیروں عذاب فراہم کئے۔

٤۔﴿ و کذلك جعلنا لکل نبی عدواً شیاطین الانس و الجن یوحی بعضهم الیٰ بعض زحزف القول غروراً ولو شاء ربك ما فعلوه فذرهم وما یفترون ☆و لتصغیٰ الیه افئدة الذین لا یؤمنون بالآخرة و لیرضوه ولیقترفوا ما هم مقترفون﴾

اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیاطین جن وانس میں سے دشمن قرار دیا، وہ لوگ خفیہ طور پر فریب آمیز اور بے بنیاد باتیں ایک دوسرے سے کہتے ہیں تا کہ لوگوں کو فریب دیں اور اگر پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہیں کرتے؛ لہٰذا انہیں ان کی تہمتوں کے ساتھ ان کے حال پر چھوڑ دو! نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت سے انکار کرنے والوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں گے اور ان سے راضی ہو جائیں گے؛ اور جو چاہیں گے گناہ انجام دیں گے۔(۴)

(۱) حجر/۱۶۔۱۸ (۲) صافات/۶۔۱۰ (۳) ملک/۵ (۴) انعام/۱۱۲۔۱۱۳

۵۔﴿انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یومنون﴾
ہم نے شیطانوں کو ان کا سرپرست قرار دیا ہے جو بے ایمان ہیں۔(۱)

۶۔﴿ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین و کان الشیطان لربہ کفوراً﴾
اسراف کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان خداوند عالم کا بہت ناشکرا ہے۔(۲)

۷۔﴿ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین، انما یامرکم بالسوء و الفحشاء و ان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون﴾
شیطان کا اتباع نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے، وہ تمہیں صرف فحشاء اور منکرات کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا کہ جس کو تم نہیں جانتے ہو خدا کے بارے میں کہو۔(۳)

۸۔﴿الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلاً و اللہ واسع علیم﴾
شیطان تمہیں فقر اور تنگدستی کا وعدہ دیتا ہے اور فحشاء کا حکم دیتا ہے لیکن خدا تمہیں بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے، یقیناً خدا صاحب وسعت وعلم ہے۔(۴)

۹۔﴿و من یتخذ الشیطان ولیاً من دون اللہ فقد خسر خسراناً مبینا☆ یعدھم و یمنیھم وما یعدھم الشیطان الا غروراً﴾
جو بھی خدا کے بجائے شیطان کو اپنا ولی قرار دیتا ہے، تو وہ کھلے ہوئے (سراسر) گھاٹے میں ہے، وہ انہیں وعدہ دلاتا اور آرزو مند بناتا ہے جبکہ اس کا وعدہ فریب اور دھوکہ دھڑی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔(۵)

۱۰۔﴿انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ و البغضاء فی الخمر و المیسر و یصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون﴾
شیطان تمہارے درمیان شراب، قمار بازی کے ذریعہ صرف بغض وعداوت ایجاد کرنا چاہتا ہے اور ذکر خدا اور نماز سے روکنا چاہتا ہے، آیا تم لوگ رک جاؤ گے؟(۶)

۱۱۔﴿یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما

(۱) اعراف/۲۷ (۲) اسراء/۲۷ (۳) بقرہ/۱۶۸۔۱۶۹ (۴) بقرہ/۲۶۸، (۵) نساء/۱۱۹۔۱۲۰ (۶) مائدہ/۹۱

لیریهما سوء اتهما انه یراکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم﴾(۱)

اے آدم کے فرزندو! شیطان تمہیں دھوکہ نہ دے، جس طرح تمہارے والدین کو جنت سے باہر نکالا اوران کے جسم سے لباس اتروادیا تاکہ ان کی شرمگاہ کوانہیں دکھلائے، کیونکہ وہ اوراس کے ہمنوا ایسی جگہ سے تمہیں دیکھتے ہیں اس طرح کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔

ج۔ ابلیس

الف۔ ابلیس لغت میں اس شخص کے معنی میں ہے جو حزن وملال، غم واندوہ، حیرت اور ناامیدی کی وجہ سے خاموشی پر مجبور؛ اور دلیل وبرہان سے عاجز ہو۔

خداوند عالم قرآن کریم میں فرماتا ہے:

﴿ویوم تقوم الساعة یبلس المجرمون﴾

جب قیامت آئے گی تو گناہگار اور مجرم افراد غم واندوہ، یاس اور ناامیدی کے دریا میں ڈوب جائیں گے۔(۲)

ب۔ قرآن کریم میں ابلیس اس بڑے شیطان کا ''اسم علم'' ہے جس نے تکبر کیا اور سجدہ آدم سے سرپیچی کی؛ قرآن کریم میں لفظ شیطان جہاں بھی مفرد اور الف ولام کے ساتھ استعمال ہوا ہے اس سے مراد بھی ابلیس ہے۔

ابلیس کی داستان اسی نام سے قرآن کریم کی درج ذیل آیات میں ذکر ہوئی ہے:

۱۔﴿اذ قلنا للملائکة اسجدو لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربه افتتخذونه و ذریته اولیاء من دونی و هم لکم عدو بئس للظالمین بدلاً﴾

جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کا سجدہ کرو! تو ان سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جو قوم جن سے تھا اور حکم الٰہی سے خارج ہوگیا! آیا اسے اور اس کی اولاد کو میری جگہ پر اپنے اولیاء منتخب کرتے ہو جب کہ وہ لوگ تمہارے دشمن ہیں؟ ستمگروں کے لئے کتنا برا بدل ہے۔(۳)

۲۔﴿ولقد صدق علیهم ابلیس ظنه فأتبعوه الا فریقاً من المؤمنین وما کان له علیهم من

(۱) اعراف/۲۷ (۲) روم/۱۲ (۳) کہف/۵۰

سلطان...﴾

یقیناً ابلیس نے اپنے گمان کو ان کے لئے سچ کر دکھایا اور سب نے اس کی پیروی کی سواء کچھ مومنین کے کیونکہ وہ ان پر ذرہ برابر بھی تسلط نہیں رکھتا۔(۱)

اس کی داستان دوسری آیات میں شیطان کے نام سے اس طرح ہے:

۱۔﴿فوسوس لهما الشيطان ليبدی لهما ما ووری عنهما من سوأتهما... و ناداهما ربهما الم انهكما عن تلكما الشجرة و اقل لكما ان الشيطان لكما عدو مبين﴾

پھر شیطان نے ان دونوں کو ورغلایا تاکہ ان کے جسم سے جو کچھ پوشیدہ تھا ظاہر کرے اور ان کے رب نے انہیں آواز دی کہ کیا تمہیں میں نے اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟! اور میں نے نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے؟!(۲)

۲۔﴿الم اعهد اليكم يا بنی آدم ان لا تعبدوا الشيطان انه لكم عدو مبين﴾

اے آدم کے فرزندو! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا کہ تم لوگ شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے؟!(۳)

۳۔﴿ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدواً انما يدعوا حزبه ليكونوا من اصحاب السعير﴾(٤)

یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا اسے دشمن سمجھو وہ صرف اپنے گروہ کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اہل نار ہوں!

کلموں کی تشریح

۱۔ مارج: مرج مخلوط ہونے کے معنی میں ہے اور مارج اس شعلہ کو کہتے ہیں جو سیاہی آتش سے مخلوط ہو۔

۲. سموم: دوپہر کی نہایت گرم ہوا کو کہتے ہیں، اس وجہ سے کہ زہر کے مانند جسم کے سوراخوں کے اندر اثر کرتی ہے۔

۳. یزغ: منحرف ہوتا ہے، و من یزغ منهم عن امرنا، یعنی تمام ایسے لوگ جو راہ خدا سے

(۱) سبا/۲۰۔۲۱ (۲) اعراف/۲۰۔۲۲ (۳) یس/۶۰ (۴) فاطر/۶۔

منحرف ہوتے ہیں۔

۴۔ محاریب: جمع محراب، صدر مجلس یا اس کی بہترین جگہ کے میں ہے یعنی ایسی جگہ جو بادشاہ کو دوسرے افراد سے ممتاز کرتی ہے وہ حجرہ جو عبادت گاہ کے سامنے ہوتا ہے، یا وہ مسجدیں جہاں عبادت ہوتی ہے۔

۵. جفان: جفنہ کی جمع ہے، کھانا کھانے کا ظرف اور برتن۔

۶. جواب: کھانا کھانے کے بڑے بڑے ظروف کو کہتے ہیں جو وسعت اور بزرگی کے لحاظ سے حوض کے مانند ہوں۔

۷. راسیات: راسیہ کی جمع ہے ثابت اور پایدار چیز کو کہتے ہیں۔

۸. عفریت: (دیو) جنوں میں سب سے مضبوط اور خبیث جن کو کہتے ہیں۔

۹. رصد: گھات میں بیٹھنا، مراقبت کرنا، راصد و رصد یعنی پاسدار و نگہبان ''رصدا'' آیت میں کمین کے عنوان سے محافظ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

۱۰. طرائق: طریقہ کی جمع ہے یعنی راہ، روش اور حالت خواہ اچھی ہو یا بری۔

قدداً: قدۃ کی جمع ہے جو ایسے گروہ اور جماعت کے معنی میں ہے جس کے خیالات جدا جدا ہوں اور طرائق قددا یعنی ایسی پارٹی اور گروہ جس کے نظریات الگ الگ ہوں اور سلیقے فرق کرتے ہوں۔

۱۱. قاسطون: قاسط کی جمع ہے اور ظالم کے معنی میں ہے، قاسطان جن، ان ستمگروں کو کہا جاتا ہے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ہے۔

۱۲. رشد: درستگی اور پایداری؛ ضلالت و گمراہی سے دوری۔

۱۳. سفیہ: جو دین کے اعتبار سے جاہل ہو؛ یا بے وقوف اور بے عقل ہو۔

۱۴. شطط: افراط اور زیادہ روی؛ حق سے دور رہ کر افراط اور زیادہ روی کو کہتے ہیں۔ ﴿وقلنا علیٰ اللہ شططاً﴾ یعنی حق سے دور باتوں کے کہنے اور خدا کی طرف ظالمانہ نسبت کے دینے میں ہم نے افراط سے کام لیا۔

۱۵. یعوذون: پناہ مانگتے ہیں، یعوذ بہ، اس کی پناہ چاہتے ہیں اور خود کو اس سے منسلک کرتے ہیں۔

۱۶. رھقاً: طغیاناً و سفھاً ''زادوھم رھقا'' یعنی ان کی سرکشی، بیوقوفی اور ذلت وخواری میں

اضافہ ہوا۔

۱۷. دابۃ الارض: زمین پر چلنے والی شئے، دابۃ تمام ذی روح کا نام ہے خواہ نر ہوں یا مادہ، عاقل ہوں یا غیر عاقل لیکن زیادہ تر غیر عاقل ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں پر ''دابۃ الارض'' سے مراد دیمک ہے جو لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

۱۸. منساته: اس کا عصا، عرب جس لکڑی سے جانوروں کو ہنکاتے ہیں اس کو منساۃ کہتے ہیں۔

۱۹. غیب: غیر محسوس، یعنی ایسی چیز جو حواس کے ذریعہ قابل درک نہ ہو اور حس کی دسترس سے باہر ہو یا پوشیدہ ہو؛ جیسے: خداوند خالق اور پروردگار کہ جس تک انسان اپنی عقل اور تدبیر کے سہارے اسباب و مسببات میں غور و فکر کر کے پہنچتا ہے اور اسے پہچانتا ہے نہ کہ حواس کے ذریعہ اس لئے کہ نگاہیں اسے دیکھ نہیں سکتیں اس کی بے مثال ذات حس کی دسترس سے باہر اور حواس اس کے درک سے عاجز اور بے بس ہیں، نیز جو چیزیں پوشیدہ اور مستور ہیں جیسے وہ حوادث جو آئندہ وجود میں آئیں گے یا ابھی بھی ہیں لیکن ہم سے پوشیدہ ہیں اور ہمارے حواس سے دور ہیں، یا جو کچھ انبیاء کی خبروں سے ہم تک پہنچا ہے، یہ دونوں قسمیں یعنی: وہ غیب جس تک رسائی ممکن نہیں ہے اور حواس کے دائرہ سے باہر ہیں، یا وہ غیب جو زمان اور مکان کے اعتبار سے پوشیدہ ہے یا وہ خبریں جو دور و دراز کے لوگوں سے ہم تک پہنچتی ہیں ساری کی ساری ہم سے غائب اور پوشیدہ ہیں۔

۲۰. رجوم: رجم اور رُجُم کی جمع ہے یعنی بھگانے اور دور کرنے کا ذریعہ

۲۱. زخرف: زینت، زخرف القول: باتوں کو جھوٹ سے سجانا اور آراستہ کرنا۔

۲۲. یوحی: یوسوس، ایحاء یہاں پر وسوسہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۲۳. غرور: باطل راستہ سے دھوکہ میں ڈالنا اور غلط خواہش پیدا کرنا۔

۲۴۔ یقترف ومقترفون: یقترف الحسنة او السیئة، یعنی حاصل کرتا ہے نیکی یا برائی، مقترف، یعنی: کسب کرنے اور عمل کرنے والا۔

۲۵۔ مبذرین: برباد کرنے والے، یعنی جو لوگ اپنے مال کو اسراف کے ساتھ عیش و عشرت میں صرف کرتے ہیں۔ اور اسے اس کے مصرف کے علاوہ میں خرچ کرتے ہیں۔

۲۶۔ خطوات الشیطان: شیطان کے قدم، خطوہ یعنی ایک قدم، ولا تتبعوا خطوات

الشیطان یعنی شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اور اس کے وسوسوں کی جانب توجہ نہ کرو۔

۲۷. فحشاء: زشت اور بری رفتار و گفتار اور اسلامی اصطلاح میں نہایت برے گناہوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۲۸. مَیْسِر: قمار (جوا) زمانہ جاہلیت میں عربوں کا قمار ''ازلام'' اور ''قداح'' کے ذریعہ تھا۔

ازلام: زَلَم کی جمع، تیر کے مانند لکڑی کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک پر لکھتے تھے: میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے اور دوسرے پر لکھتے تھے کہ میرے پروردگار نے نہی کی ہے اور تیسرے کو بدون کتابت چھوڑ دیتے تھے اور ایک ظرف میں ڈال دیتے تھے اگر امر و نہی میں سے کوئی ایک باہر آتا تھا تو اس پر عمل کرتے تھے۔ اور اگر غیر مکتوب نکلتا تھا تو دوبارہ تیروں کو ظرف میں ڈال کر تکرار کرتے تھے، ازلام کو قریش ایام جاہلیت میں کعبہ میں قرار دیتے تھے تاکہ خدام اور مجاورین قرعہ کشی کا فریضہ انجام دیں۔

قِداح: قدح کی جمع ہے لکڑی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو طول میں دس سے ۱۵ سینٹی میٹر اور عرض میں کم، وہ صاف اور سیدھا ہوتا ہے کہ ایک پر ''ہاں'' اور دوسرے پر ''نہیں'' اور تیسرے کو بدون کتابت چھوڑ دیتے تھے اور اس کے ذریعہ جوا اور قرعہ انجام دیتے تھے۔

۲۹۔ سوأتهما: عوراتهما، ان دونوں کی شرمگاہیں۔

۳۰. قبیل: ایک جیسا گروہ اور صنف، ماننے والوں کی جماعت کہ آیہ میں: انه یراکم هو و قبیله اس سے مراد شیطان کے ہم خیال اور ماننے والے ہیں۔

۳۱۔ فَسَقَ فسق، لغت میں حد سے تجاوز کرنے اور خارج ہونے کو کہتے ہیں۔ اور اسلامی اصطلاح میں حدود شرع اور اطاعت خداوندی سے فاحش اور واضح دوری کو کہتے ہیں یعنی بدرفتاری اور زشت کرداری کے گندے گڑھے میں گر جانے کو کہتے ہیں: فسق کفر، نفاق اور گمراہی سے اعم چیز ہے۔ جیسا کہ خداوند سبحان فرماتا ہے:

۱۔ ﴿وما یکفر بها الا الفاسقون﴾

فاسقوں کے علاوہ کوئی بھی میری آیتوں کا انکار نہیں کرتا۔ (۱)

۲۔ ﴿ان المنافقین هم الفاسقون﴾ یقیناً منافقین ہی فاسق ہیں۔ (۲)

(۱) بقرہ/۹۱ (۲) توبہ/۶۷

۳۔ ﴿فمنهم مهتدٍ و كثير منهم فاسقون﴾
ان میں سے بعض ہدایت یافتہ ہیں اور بہت سارے فاسق ہیں۔(۱)
فسق ایمان کے مقابل ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:
﴿منهم المؤمنون و اكثرهم الفاسقون﴾
ان میں سے بعض مومن ہیں اور زیادہ تر فاسق ہیں۔(۲)

د۔روائی تفسیر میں جن کی حقیقت

سیوطی نے سورۂ جن کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

جنات حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے درمیان فاصلہ کے دوران آزاد تھے اور آسمانوں پر جاتے تھے، جب خداوند عالم نے حضرت محمدؐ کو مبعوث کیا تو آسمان دنیا میں ان کا جانا ممنوع ہوگیا اور ان کا شہاب ثاقب کے ذریعہ پیچھا کیا جاتا تھا اور بھگا دیا جاتا تھا۔ جنات نے ابلیس کے پاس اجتماع کیا تو اس نے ان سے کہا: زمین میں کوئی حادثہ رونما ہوا ہے جاؤ گردش کرو اور اس کا پتہ لگاؤ اور مجھے اس واقعہ سے باخبر کرو کہ وہ حادثہ کیا ہے؟ پھر اکابر جنوں کے ایک گروہ کو یمن اور تہامہ کی طرف روانہ کیا۔ تو ان لوگوں نے پیغمبر اکرم کو نماز صبح کی ادائیگی میں مشغول پایا جو ایک خرمہ کے درخت کے کنارے قرآن پڑھ رہے تھے؛ جب ان کے قریب گئے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: خاموش رہو، آپؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ سب کے سب اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور انذار میں مشغول ہوگئے کیونکہ ایمان لاچکے تھے پیغمبر بھی ان کی طرف اس آیت کے نزول سے پہلے متوجہ نہیں ہوئے تھے۔

﴿قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن﴾
کہو! مجھے وحی کی گئی ہے کہ کچھ جنوں نے میری بات پر کان دھرا۔
کہا جاتا ہے کہ یہ گروہ اہل نصیبین کے سات لوگوں کا تھا۔(۳)

جو کچھ بیان ہوا ہے جن، شیاطین اور ابلیس کے مختصر حالات تھے جو قرآن کریم میں ذکر ہوئے ہیں لیکن جو کچھ روایات میں ذکر ہوا ہے وہ درج ذیل ہے:

---

(۱) حدید/۲۶ (۲) آل عمران/۱۱۰ (۳) تفسیر الدر المنثور ج۶ ص ۲۷۰۔

۱۔ امام باقرؑ نے سلیمانؑ کے سلسلے میں فرمایا: سلیمان بن داؤد نے ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہا: خداوند عالم نے مجھے ایسی بادشاہی عطا کی ہے کہ اس سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئی ہے، ہوا کو میرے قبضہ میں قرار دیا اور انسان وجن، وحوش وطیور کو میرا مطیع اور فرمانبردار بنایا مجھے پرندوں سے بات کرنے کا سلیقہ دیا حتیٰ سب کچھ مجھے دیا ہے، لیکن ان تمام نعمتوں اور بادشاہی کے باوجود ایک دن بھی خوشی نصیب نہیں ہوئی لیکن کل اپنے قصر میں داخل ہونا چاہتا ہوں تاکہ اس کی بلندی پر جا کر اپنے تحت فرمان زمینوں کا نظارہ کروں گا لہٰذا کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دینا تاکہ میں آسودہ خاطر رہوں اور کوئی ایسی چیز سننا نہیں چاہتا جو آج کے دن کو بدمزہ اور مکدر بنا دے ان لوگوں نے کہا: جی ہاں، ایسا ہی ہوگا۔

آنے والے کل کو اپنا عصا ہاتھ میں لیا اور اپنے قصر کی بلند ترین جگہ پر گئے اور اپنے عصا پر ٹیک لگا کر خوش وخرم اپنی سرزمین کا تماشہ کرنے لگے اور جو کچھ انہیں عطا ہوا تھا اس پر خوش حال ہوئے۔

اچانک ایک خوبرو، خوش پوشاک جوان پر نظر پڑ گئی، جو قصر کے ایک زاویے سے ان کی طرف آرہا تھا۔ سلیمان نے اس سے پوچھا: کس نے تم کو اس قصر میں داخل کیا ہے جب کہ میں نے طے کیا تھا کہ آج قصر میں تنہا رہوں؟ بتاؤ تاکہ میں بھی جانوں کہ کس کی اجازت سے داخل ہوئے ہو؟ اس جوان نے کہا: اس قصر کا پروردگار مجھے یہاں لایا ہے اور میں اس کی اجازت سے داخل ہوا ہوں؟ سلیمان نے کہا: قصر کا پروردگار اس کے لئے مجھ سے زیادہ سزاوار ہے، تم کون ہو؟ کہا: میں موت کا فرشتہ ہوں، سلیمانؑ نے کہا: کس لئے آئے ہو؟ کہا: آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں؛ کہا: جس بات کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ انجام دو اس لئے کہ آج کا دن میری خوشی کا دن ہے خداوند عالم اپنی ملاقات کے علاوہ کوئی اور خوشی میرے لئے نہیں چاہتا! پھر ملک الموت نے سلیمان کی روح اسی حال میں کہ اپنے عصا پر تکیہ کئے ہوئے تھے قبض کر لی۔

سلیمان مدتوں اپنے عصا پر تکیہ دئے کھڑے رہے لوگ انہیں دیکھ کر زندہ خیال کر رہے تھے، پھر اختلاف اور فتنہ میں مبتلا ہو گئے ان میں سے بعض نے کہا: سلیمان اتنی مدت تک بغیر سوئے، تھکے، کھائے، پئے اپنے عصا کے سہارے کھڑے رہے لہٰذا یہی ہمارے پروردگار ہیں لہٰذا ان ہی کی عبادت کرنی چاہئے، دوسرے گروہ نے کہا: سلیمان نے جادو کیا ہے وہ جادو کے ذریعے ایسا دکھا رہے ہیں کہ کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ مومنوں نے کہا: سلیمان نبی ہیں اور خدا کے بندے ہیں، خدا جس طرح چاہے انہیں نمایاں کرے۔

اس اختلاف کے بعد، خداوند عالم نے دیمکوں کو بھیجا تا کہ سلیمان کے عصا کو چاٹ جائیں، عصا ٹوٹا اور سلیمان اپنے قصر سے گر پڑے، یہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿فلما خرّ تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المهین﴾

جب زمین پر گرے تو جنوں نے سمجھا کہ اگر غیب سے آگاہ ہوتے تو خوار کنندہ عذاب میں مبتلا نہیں ہوتے۔(۱)

۲۔امام صادقؑ سے سوال ہوا: خداوند عالم نے کس لئے آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور عیسیٰ کو بغیر باپ کے خلق کیا اور باقی لوگوں کو ماں باپ دونوں سے؟ تو امام نے جواب دیا: اس لئے کہ لوگ خداوند عالم کی قدرت کی تمامیت اور کمال کو جانیں اور سمجھیں کہ جس طرح وہ اس بات پر قادر ہے کہ کسی موجود کو فقط مادہ سے بغیر نر کے خلق کرے اسی طرح وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ موجود کو بغیر نر و مادہ کے خلق کرے۔ خداوند عالم نے ایسا کیا تا کہ اندازہ ہو کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۲)

قصص الانبیاء میں ذکر ہوا ہے:

خداوند عالم نے ابلیس کو حکم دیا تا کہ آدم کا سجدہ کرے، ابلیس نے کہا: پروردگارا تیری عزت کی قسم! اگر مجھے آدم کے سجدہ سے معاف کردے تو میں تیری ایسی عبادت کروں گا کہ کسی نے ویسی تیری عبادت نہیں کی ہوگی، خداوند عالم نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میری خواہش کے مطابق میری اطاعت ہو...(۳)

آپ سے ابلیس کے بارے میں پوچھا گیا: آیا ابلیس فرشتوں میں سے تھا یا جنوں میں سے؟ فرمایا: فرشتے اسے اپنوں میں شمار کرتے تھے اور صرف خدا جانتا تھا کہ ابلیس ان میں سے نہیں ہے۔ پھر جب سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے اپنی حقیقت ظاہر کردی۔

آپ سے بہشت آدم کے بارے میں سوال کیا گیا: آپ نے فرمایا: دنیاوی باغوں میں سے ایک باغ تھا جس پر ماہ و خورشید کی روشنی پڑتی تھی، کیونکہ اگر وہ جاویدانی باغوں میں سے ایک باغ ہوتا تو ہرگز وہاں سے باہر نہیں کئے جاتے۔(۴)

خداوند عالم کے کلام ﴿فبدت لهما سوآتهما﴾ برائیاں ان پر واضح ہوگئیں۔(۵) کے بارے میں

(۱) سورۂ سبا، ۱۴۔اور بحار الانوار: ج۱۴ص ۱۳۶، ۱۳۷، بحوالہ علل الشرائع وعیون اخبار الرضاؑ۔(۲) بحار الانوار: ج۱۱ص ۱۰۸۔
(۳) بحار الانوار: ج۱۱ص ۱۴۲۔(۴) بحار الانوار: ج۱۱ص ۱۴۳۔(۵) سورۂ طہ: آیت ۱۲۱۔

سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کی شرمگاہیں نا قابل دید تھیں پھر اس کے بعد آشکار ہوگئیں۔(۱)

ایک کافر اور زندیق نے امام صادقؑ سے سوال کیا:

کہانت: (ستارہ شناسی، غیب گوئی) کس طرح اور کس راہ سے وجود میں آئی؟ اور کاہن کہاں سے لوگوں کو حوادث کی خبر دیتے تھے؟ امامؑ نے فرمایا: کہانت زمانہ جاہلیت اور انبیاء کی فترت کے دور میں وجود میں آئی ہے، کاہن قاضی اور فیصلہ کرنے والوں کی طرح ہوتا تھا اور لوگ جن مسائل میں مشکوک ہوتے تھے انکی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ لوگوں کو حوادث اور واقعات کی خبر دیتے تھے یہ خبر دینا بھی مختلف راہوں سے تھا جیسے ذکاوت، ہوشیاری، وسوسہ نفس اور روح کی زیرکی اسی ساتھ شیطان بہت سی باتیں کاہن کے دل میں القاء کر دیتا تھا، اس لئے کہ شیطان ان مطالب کو جانتا تھا اور انہیں کاہن تک پہنچاتا تھا اور اسے اطراف و جوانب کے حوادث اور روداد سے باخبر کرتا تھا۔

رہا سوال آسمانی خبروں کا: جب تک شیاطین شہاب کے ذریعہ آسمان سے بھگائے نہیں جاتے تھے اور آسمانی اخبار کے سننے، کے لئے کوئی حجاب اور مانع نہیں تھا وہ مختلف جگہوں پر چوری چھپے بات سننے کے لئے گھات لگا کر بیٹھ جاتے تھے اور ان اخبار کو سنتے تھے، ان لوگوں کی چوری چھپے سننے سے ممانعت کی وجہ بھی یہ تھی کہ زمین پر وحی آسمانی کے مانند کوئی ایسی چیز وجود میں نہ آئے جو لوگوں کو شک و تردید میں مبتلا کر دے اور وحی خداوندی کی حقیقت ان سے مخفی رکھے وحی جسے خداوند عالم حجت ثابت کرنے اور شبہوں کو برطرف کرنے کے لئے بھیجتا ہے اسی جیسی کوئی دوسری چیز نہیں ہونی چاہئے۔

ایک شیطان استراق سمع کے ذریعہ اخبار آسمانی سے ایک کلمہ حوادث زمین کے بارے میں سن کر اچک لیتا تھا اور اسے زمین پر لا کر کاہن کو القا کر دیتا تھا کاہن بھی اپنی طرف سے چند اس پر کلموں کا اضافہ کرتا اور حق و باطل کو ملا دیتا تھا۔

لہٰذا جو کچھ کاہن کی پیشین گوئی درست ہوتی تھی وہ وہی چیز تھی جسے شیطان نے سن کر اس تک پہونچائی تھی اور جو غلط اور نادرست ہو جاتی تھی وہ اس کی اپنی طرف سے اضافی اور باطل باتیں ہوتی تھیں اور جب شیاطین استراق سمع سے روک دیئے گئے تو کہانت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

آج کل شیاطین صرف لوگوں کی خبریں کاہنوں تک پہنچاتے ہیں، لوگ جن چیزوں سے متعلق بات کرتے

(۱) بحار الانوار: ج۱۱، ص۱۶۵۔

ہیں اور جو کام کرنا چاہتے ہیں شیاطین حوادث ورو داد خواہ قریب کے ہوں یا دور کے جیسے چوری، قتل اور لوگوں کا گم ہو جانا، دوسرے شیاطین تک پہنچا دیتے ہیں، یہ لوگ بھی انسانوں کی طرح جھوٹے اور سچے ہیں۔

اس زندیق نے امام سے کہا: شیاطین کس طرح آسمان پر جاتے تھے جبکہ وہ بھی دیگر انسانوں کی طرح غلیظ پُر اور بھاری بدن رکھتے ہیں اور سلیمان بن داؤد کے لئے ایسی عمارتیں بنائی کہ بنی آدم کے بس کی بات نہیں تھی؟

امامؑ نے فرمایا: جس وقت وہ جناب سلیمان نبی کے لئے مسخر ہوئے اسی وقت وہ سنگین، غلیظ اور پُر وزن ہو گئے ورنہ وہ تو نرم و نازک مخلوق ہیں ان کی غذا سونگھنا ہے اس کی دلیل ان کا آسمان پر استراق سمع کے لئے جانا ہے، بھاری بھر کم اور وزنی جسم اوپر جانے کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر یہ کہ زینہ ہو یا کوئی اور ذریعہ۔(۱)

ابلیس کے بارے میں کئے گئے سوال کے جواب میں کہ: کیا ابلیس فرشتوں میں سے ہے؟ اور کیا وہ آسمانی امور میں دخالت رکھتا ہے؟ فرمایا: ابلیس نہ تو فرشتوں میں سے تھا اور نہ ہی اس کا آسمانی امور میں کوئی دخل تھا وہ فرشتوں کے ساتھ تھا اور ملائکہ اسے اپنوں ہی میں خیال کرتے تھے یہ تو صرف خدا جانتا تھا کہ وہ ان میں سے نہیں ہے، جب اسے آدم کے سجدہ کا حکم دیا گیا تو وہ چیز اس سے ظاہر ہو گئی جو اس کے اندر تھی۔(۲)

جن، شیاطین اور ابلیس کے بارے میں بحث کا خلاصہ

۱۔ **جن**: ایک پوشیدہ مخلوق ہے جو قابل دید نہیں ہے خداوند عالم نے قرآن کریم میں جنوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ جنوں کو آگ کے سیاہی مائل شعلوں سے خلق کیا ہے۔

۲۔ **شیطان**: انسان، جنات اور حیوان میں سے ہر سرکش اور متکبر شخص کو کہتے ہیں، اس بحث میں شیطان سے مراد شیاطین جن ہیں۔

۳۔ **ابلیس**: محزون، حیرت زدہ اور دلیل و برہان سے ناامید اور خاموش، محل بحث ابلیس وہی جنی مخلوق ہے جو آدم کے سجدے کا منکر ہوا۔

خداوند عالم نے جناتوں کی داستان اور ان کا سلیمان نبی کے تابع فرمان ہونا اور ان کے لئے مجسمے، محراب بڑے بڑے ظروف بنانے اور یہ کہ ان کے درمیان کوئی ایسا تھا جو سلیمان کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی تخت بلقیس یمن سے شام لے آئے ان تمام چیزوں کی خبر دی ہے، اسی طرح جناب سلیمان کا ان پر تسلط جب کہ عصا

(۱) خصال شیخ صدوق: ج۱ص۱۵۲۔(۲) بحار: ج۱۱ص۱۱۹۔

کے سہارے کھڑے تھے اور خداوند عالم ان کی روح قبض کر چکا تھا؛ نیز یہ بھی کہ مدتوں بعد تک اپنی جگہ پر باقی رہے یہاں تک کہ دیمکوں نے عصا کے اندر داخل ہو کر پورے عصا کو چاٹ ڈالا اور سلیمان گر پڑے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنوں کو اس کی خبر ہوتی اور غیب جانتے ہوتے تو اتنی مدت تک اپنے کاموں میں ثابت قدمی کا مظاہرہ نہ کرتے اور سختی برداشت نہ کرتے۔

خداوند عالم نے ان تمام چیزوں کو قرآن کریم میں ہمارے لئے بیان کیا ہے۔

خداوند عالم نے فرمایا: شیاطین جنوں میں سے ہے، وہ لوگ مختلف جگہوں پر استراق سمع کے لئے کمین کرتے تھے تا کہ فرشتوں کی باتیں چرالائیں لہٰذا خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد خداوند عالم نے انہیں اس کام سے روک دیا اور فرشتوں سے کہا کہ انہیں آتشی شہاب کے ذریعہ بھگا کر جلا ڈالو، اسی طرح ابلیس کی داستان اور آدمؑ وحواؑ کے بہکانے اور بہشت سے خارج کرنے تک کا واقعہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، اس کی تفصیل آئندہ بحث میں آئے گی۔

۵۔انسان

خداوندعالم نے انسان کی خلقت اوراس کے آغاز کوقرآن کریم میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

۱۔﴿انا خلقناهم من طين لازب﴾

ہم نے انسانوں کولس دار(چپکنے والی)مٹی سے پیدا کیا ہے۔(۱)

۲۔﴿خلق الانسان من صلصال كالفخار﴾

ہم نے انسانوں کوٹھیکرے جیسی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔(۲)

۳۔﴿ولقد خلقنا الإنسان من صلصالٍ من حمأٍ مسنون﴾

ہم نے انسان کوایک ایسی خشک مٹی سے خلق کیا جو بدبوداراور گاڑھے رنگ کی مٹی سے ماخوذ تھی۔(۳)

٤۔﴿الذی احسن كل شیء خلقه و بدأ خلق الانسان من طين ☆ ثم جعل نسله من سلالة من ماءٍ مهين ☆ ثم سواه و نفخ فيه من روحه و جعل لكم السمع و الابصار و الافئدة قليلاً ما تشكرون﴾

خداندعالم نے جو چیز بھی خلق کی ہے بہترین خلق کی ہےاورانسان کی خلقت کا آغاز مٹی سے کیا ہے، پھراس کی نسل کوناچیزاور بے حیثیت پانی کے نچوڑ سے خلق کیا پھراس کومناسب اور استوار بنایااوراس میں اپنی روح ڈال دی؛اورتمہارے لئے کان، آنکھاوردل بنائے مگر بہت کم ہیں جواس کی نعمتوں کاشکرادا کرتے ہیں۔(۴)

٥۔﴿يا أيها الناس ان كنتم فی ريبٍ من البعث فانا خلقنا كم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة و غير مخلقة لنبين لكم و نقر فی الارحام ما نشاء الیٰ اجل

---

(۱)صافات/۱۱،(۲)رحمٰن/۱۴،(۳)حجر/۲۶،(۴)سجدہ:۹۔۷۔

مسمی ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم و منکم من یتوفی و منکم من یرد الیٰ ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا﴾

اے لوگو! اگر تم لوگ روز قیامت کے بارے میں مشکوک ہو تو (غور کرو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے اور اس کے بعد جمے ہوئے خون سے، پھر "مضغہ" (گوشت کے لوتھڑے) سے کہ جس میں سے بعض شکل وصورت اور خلقت کے اعتبار سے مکمل ہو جاتا ہے اور بعض ناقص ہی رہ جاتا ہے، تاکہ تمہیں بتائیں کہ ہم ہر چیز پر قادر ہیں؛ اور جنین کو جب تک چاہتے ہیں مدت معین کیلئے رحم مادر میں رکھتے ہیں پھر تم کو بصورت طفل رحم مادر سے باہر لاتے ہیں تاکہ حد بلوغ ورشد تک پہونچو اس کے بعد ان میں سے بعض مر جاتے ہیں اور کچھ لوگ اتنی عمر پاتے ہیں کہ زندگی کے بدترین مرحلہ تک پہنچ جاتے ہیں اس درجہ کہ وہ علم وآ گہی کے باوجود بھی کچھ نہیں جانتے۔(۱)

۶۔ ﴿ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین☆ ثم جعلناه نطفة فی قرار مکین☆ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فکسونا العظام لحما ثم انشاناه خلقاً آخر فتبارك الله احسن الخالقین☆ثم انکم بعد ذلك لمیتون☆ ثم انکم یوم القیامة تبعثون﴾

ہم نے انسان کو مٹی کے عصارہ سے خلق کیا، پھر اسے ایک نطفہ کے عنوان سے پر امن جگہ میں قرار دیا، پھر نطفہ کو علقہ کی صورت میں اور علقہ کو مضغہ کی صورت میں اور مضغہ کو ہڈیوں کی شکل میں بنایا اور ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا؛ پھر اسے ایک نئی خلقت عطا کی؛ تو بابرکت ہے وہ خدا جو سب سے بہترین خلق کرنے والا ہے، پھر تم لوگ اس کے بعد مر جاؤ گے اور پھر روز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔(۲)

۷۔ ﴿هو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم یخرجکم طفلاً ثم لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخاًمنکم من یتوفی من قبل و لتبلغوا احلا مسمیٰ و لعلکم تعقلون﴾

وہ ذات وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے خلق کیا پھر نطفہ سے پھر علقہ سے پھر تمہیں ایک بچہ کی شکل میں (رحم مادر سے) باہر لاتا ہے اس کے بعد تم کمال قوت کو پہنچتے ہو اور پھر بوڑھے ہو جاتے ہو، تم میں سے بعض لوگ اس مرحلہ تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں اور آخر کار تم اپنی عمر کی انتہاء کو پہنچتے ہو شاید غور وفکر کرو۔(۳)

۸۔ ﴿فلینظر الانسان مم خلق☆ خلق من ماء دافق☆ یخرج من بین الصلب و الترائب﴾

---

(۱) حج/۵ (۲) مومنون/۱۲۔۱۶ (۱) مومن/۶۸

انسان کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے خلق ہوا ہے؛ وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے خلق ہوا ہے جو پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے خارج ہوتا ہے۔(۱)

۹۔ ﴿خلقکم من نفس واحدۃ ثم جعل منھا زوجھا﴾

اس نے تمھیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے پھر اس سے اس کا جوڑا خلق کیا۔(۲)

۱۰۔ ﴿ھو الذی انشاء کم من نفس واحدۃ فمستقر و مستودع﴾

وہ ایسی ذات ہے جس نے تمھیں ایک نفس سے خلق کیا لہٰذا تم میں سے بعض پائدار ہیں اور بعض ناپائدار۔

۱۱۔ ﴿ولقد عھدنا الیٰ آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما☆و اذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابیٰ☆ فقلنا یا آدم ان ھذا عدولك و لزوجك فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقیٰ☆ ان لك الا تجوع فیھا و لا تعریٰ، و انك لا تظمؤا فیھا و لا تضحیٰ☆ فوسوس الیہ الشیطان قال یا آدم ھل ادلك علیٰ شجرۃ الخلد، و ملك لا یبلیٰ☆ فاکلا منھا فبدت لھما سوأتھما و طفقا یخصفان علیھما من ورق الجنۃ و عصی آدم ربہ فغویٰ☆ ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ و ھدی قال اھبطا منھا جمیعا بعضکم لبعض عدو فاِمّا یاتینکم منی ھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل و لا یشقیٰ، و من اعرض عن ذکری فان لہ معشیۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ﴾

ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد و پیمان لیا تھا لیکن انھوں نے بھلا دیا اور ہم نے ان میں عزم محکم کی کمی پائی اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: ''آدم کا سجدہ کرو'' تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ اس نے انکار کیا! پھر ہم نے کہا اے آدم! یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھیں بہشت سے باہر کردے جس کی بنا پر زحمت و رنج میں مبتلا ہو جاؤ؛ تم جنت میں کبھی بھوکے اور ننگے نہیں رہوگے؛ اور ہرگز پیاس اور شدید گرمی سے دوچار نہیں ہوگے لیکن شیطان نے انھیں ورغلایا اور کہا: اے آدم! کیا تم چاہتے ہو کہ تمھیں دائمی زندگی کے درخت اور لازوال ملک کی راہنمائی کروں؟ پھر تو ان دونوں نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا اور ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں تو اپنی پوشش کے لئے جنتی پتوں کا سہارا لیا ہاں آدم نے اپنے

(۱) طارق/۵۔۷ (۲) انعام/۹۸

پروردگار کی نافرمانی کی اور اس کی جزا سے محروم ہو گئے۔

پھر ان کے رب نے ان کا انتخاب کیا اور ان کی توبہ قبول کی اور راہنمائی کی اور فرمایا: تم دونوں ہی نیچے اتر جاؤ تم میں بعض، بعض کا دشمن ہے، لیکن جب تمہاری سمت میری ہدایت آئے گی اور اس ہدایت کی پیروی کرو گے تو نہ گمراہ ہوگے اور نہ ہی کسی رنج و مصیبت میں گرفتار! اور جو بھی میری یاد سے غافل ہو جائے گا وہ سخت اور دشوار زندگی سے دوچار ہوگا اور قیامت کے دن اسے ہم اندھا محشور کریں گے۔(۱)

۱۲۔﴿ولقد خلقنا کم ثم صورنا کم ثم قلنا للملائکة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس لم یکن من الساجدین☆ قال ما منعك الا تسجد اذ أمرتك قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین☆ قال فاهبط منها فما یکون لك ان تتکبر فیها فاخرج انك من الصاغرین☆ قال انظرنی الیٰ یوم یبعثون☆ قال انك من المنظرین☆قال فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطك المستقیم☆ ثم لا تینهم من بین ایدیهم و من خلفهم و عن ایمانهم و عن شمائلهم و لا تجد اکثر هم شاکرین☆قال اخرج منها مذئوما مدحورا لمن تبعك منهم لا ملئن جهنم منکم اجمعین ☆ و یا آدم اسکن انت و زوجك الجنة فکلا من حیث شئتما و لا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظالمین☆ فوسوس لهما الشیطان لیبدی لهما ما ووری عنهما من سوء أتهما و قال ما نهاکما ربکما عن هذه الشجرة الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین☆وقاسمهما انی لکما لمن الناصحین☆ فدلهما بغرور فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سوئاتهما و طفقا یخصفانِ علیهما من ورق الجنة و ناداهما ربهما الم انهکما عن تلکما الشجرة و اقل لکما ان الشیطان لکما عدو مبین☆ قالا ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین☆ قال اهبطوا بعضکم لبعض عدو و لکم فی الارض مستقر و متاع الیٰ حین☆ قال فیها تحیون و فیها تموتون و منها تخرجون﴾

ہم نے تمہیں خلق کیا پھر شکل و صورت دی؛ اس کے بعد فرشتوں سے کہا: ”آدم کا سجدہ کرو“ وہ سب کے سب سجدہ میں گر پڑے؛ سوا ابلیس کے کہ وہ سجدہ گزاروں میں سے نہیں تھا خداوند عالم نے اس سے کہا: ”جب میں نے تجھے حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا؟“ کہا: ”میں اس سے بہتر ہوں؛

(۱) طٰہ/۱۱۵۔۱۲۴

مجھے تو نے آگ سے خلق کیا ہے اور اسے مٹی سے!'' فرمایا: اس منزل سے نیچے اتر جاؤ تجھے حق نہیں ہے کہ اس جگہ تکبر سے کام لے! بھاگ جا اس لئے کہ تو پست اور ذلیل ہے کہا: مجھے روز قیامت تک کی مہلت دے دے فرمایا: تو مہلت والوں میں سے ہے۔

بولا: اس وقت تو نے بے راہ کردیا ہے؛ تو میں تیری راہ مستقیم پر ان لوگوں کے لئے گھات لگا کر بیٹھوں گا پھر انہیں سامنے، پیچھے، دائیں اور بائیں سے بہکاؤں گا؛ اور ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا! فرمایا: اس مقام سے ذلت و خواری اور ننگ و عار کے ساتھ نکل جا یقیناً جو بھی تیری پیروی کرے گا میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا! اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے! پھر شیطان نے ان دونوں کو وسوسہ میں ڈالا تا کہ جو کچھ ان کے اندر پوشیدہ تھا آشکار کردے اور کہا: تمہارے رب نے اس درخت سے اس لئے منع کیا ہے کہ کھا کے فرشتہ نہ بن جاؤ گے، یا ہمیشہ رہنے والے بن جاؤ گے؛ اور ان کے اطمینان کے لئے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

اس طرح سے انہیں فریب دیا اور جیسے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرمگاہیں ان پر آشکار ہو گئیں: اور جنتی پتے اپنے آپ کو چھپانے کے لئے سینے لگے؛ ان کے پروردگار نے آواز دی کہ: کیا میں نے تم لوگوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے؟!

ان لوگوں نے کہا: خدایا! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا! اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کھائے گا تو ہم گھاٹا اٹھانے والوں میں قرار پائیں گے! فرمایا: اپنی منزل سے نیچے اتر جا، جبکہ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے! اور تمہارے لئے زمین میں معین مدت تک کے لئے استفادہ کا موقع اور ٹھکانہ ہے؛ فرمایا: اس میں زندہ ہو گے، مرو گے: اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔(۱)

۱۳۔﴿قال أ اسجد لمن خلقت طینا ☆ قال ارئیتك هذا الذی کرمت علی لئن أخرتن الیٰ یوم القیٰمة لاحتنکن ذریته الا قلیلا ☆قال اذهب فمن تبعك منهم فان جهنم جزاؤ کم جزا ءً موفورا☆ واستفزز من استطعت منهم بصوتك و اجلب علیهم بخیلك و رجلك و شارکهم فی الاموال و الاولاد و عدهم و ما یعدهم الشیطان الا غروراً☆ ان عبادی لیس لك علیهم سلطان و کفیٰ بربك وکیلاً﴾

(۱) اعراف/۱۱۔۲۵

ابلیس نے کہا: آیا میں اس کا سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے خلق کیا ہے؟ پھر کہا: بتا جس کو تو نے مجھ پر فوقیت دی ہے (کس دلیل سے ایسا کیا ہے؟) اگر مجھے قیامت تک زندہ رہنے دے تو اس کی تمام اولاد جز معدودے چند کے سب کو گمراہ اور تباہ کردوں گا۔ فرمایا: جا! ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو تم سب کے لئے جہنم زبردست عذاب ہے۔

ان میں سے جسے چاہے اپنی آواز سے گمراہ کر! پیادہ اور سوار (گمراہ کرنے والی) فوج کو ان کی طرف روانہ کرنیز ان کی ثروت اور اولاد میں شریک ہو جا؛ اور انہیں وعدوں میں مشغول رکھ! لیکن شیطان دھوکہ، فریب کے علاوہ کوئی وعدہ نہیں دیتا، تجھے کبھی میرے بندوں پر تسلط حاصل نہیں ہوگا؛ اور ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا محافظ اور نگہبان تیرا رب ہے۔ (۱)

۱۴۔﴿قال رب بما اغویتنی لا زینن لھم فی الارض و لا غوینھم احمعین☆ الا عبادك منھم المخلصین ☆ قال ھذا صراط علیّ مستقیم☆ ان عبادی لیس لك علیھم سلطان الا من اتبعك من الغاوین☆ و ان جھنم لموعدھم احمعین﴾

ابلیس نے کہا: خدایا! اب جب کہ تو نے مجھے گمراہ کردیا، میں بھی زمین میں ان کی زینت کا سامان فراہم کروں گا؛ اور سب کو گمراہ کردوں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے، فرمایا: یہ مستقیم راہ ہے جس کا ذمہ دار میں ہوں تو میرے بندوں پر مسلط نہیں ہو پائے گا مگر ایسے گمراہ جو کہ تیری پیروی کریں گے یقیناً جہنم ان سب کا وعدہ گاہ ہے۔ (۲)

کلمات کی تشریح

۱. **لازب:** سخت اور آپس میں چپکنے والی مٹی کو کہتے ہیں۔

۲. **صلصال:** حرارت کے بغیر خشک شدہ مٹی کو کہتے ہیں۔

۳. **حماء:** سیاہ بدبودار مٹی

۴. **مسنون:** صاف اور شکل دار مٹی کو کہتے ہیں۔

۵. **مخلقة:** مکمل صورت کے حامل جنین کو کہتے ہیں۔

---

(۱) اسراء/۶۱۔۶۵ (۲) حجر/۳۹۔۴۳

۶. صلب و الترائب: صلب مرد کی ریڑھ کی ہڈیوں اوراس کے نطفہ کی نالیوں کو کہتے ہیں، وترائب زن (لغت دانوں کی نظر کے مطابق) عورت کے سینہ کی اوپری ہڈیوں کو کہتے ہیں۔

۷. وسوسہ: کسی کام کے لئے بغیر آواز کے کان میں کہنا، حدیث نفس، یعنی جو کچھ ضمیر اور دل کے اندر گزرتا ہے انسان کا فریب کھانا اور اس کا برائی کی طرف مائل ہونا شیطان کی طرف سے، اس کلمہ کی تفسیر خدا کے کلام میں بھی آئی ہے؛ جیسا کہ فرمایا ہے:

﴿و زین لهم الشیطان ما کانوا یعملون﴾(۱)

جو کام بھی وہ انجام دیتے تھے شیطان نے اسے ان کی نگاہ میں زینت دی ہے۔

اور فرمایا: **﴿زین لهم الشیطان اعمالهم﴾** شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نگاہوں میں مزین کردیا۔ (۲)

۸۔ سوأۃ: ایسی چیز جس کا ظاہر کرنا قبیح اور چھپانا لازم ہے۔

۹۔ عزما: صبر اور شکیبائی کے معنی میں ہے، کوشاں ہونا، نیز کسی کام کے لئے قطعی فیصلہ کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

۱۰۔ جنۃ: درخت سے بھرے ہر اس باغ کو کہتے ہیں جس میں درختوں کی کثرت کی وجہ سے زمین چھپ جائے، خداوند عالم کے کلام میں بھی جنت اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے:

الف۔ ﴿قالوا لن نؤمن لك حتیٰ تفجرلنا من الارض ینبوعاً ☆ او تکون لك جنة من نخیل و عنب﴾(۳)

ان لوگوں نے کہا: ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ تم ہمارے لئے اس زمین سے جوش مارتا چشمہ جاری کرو؛ یا کھجور اور انگور کا کوئی باغ تمہارے پاس ہو۔

ب۔ ﴿لقد کان لسبأ فی مسکنهم آیة جنتان عن یمین و شمالٍ کلوا من رزق ربکم و اشکروا له... فاعرضوا فأرسلنا علیهم سیل العرم و بدلنا هم بجنتیهم جنتین ذواتی اکل خمط وَ أَثلٍ وشیء من سدر قلیل﴾

قوم سبا کے لئے ان کی جائے سکونت میں خدا کی قدرت کی نشانیاں تھیں: دو "باغ" (عظیم اور وسیع)

---

(۱) انعام/۴۳۔ (۲) انفال/۴۸۔ نحل/۶۳۔ نمل/۲۴۔ اور عنکبوت/۳۸۔ (۳) اسراء آیت ۹۲/۹۰۔

دائیں اور بائیں (ان سے ہم نے کہا) اپنے پروردگار کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو... لیکن وہ لوگ روگرداں ہوگئے، تو ہم نے ان کی طرف تباہ کن سیلاب روانہ کردیا اور بابرکت دو باغ کو (بے قیمت اور معمولی) تلخ میوؤں اور کڑوے درختوں میں تبدیل کردیا اور کچھ کو بیر کے درختوں میں تبدیل کردیا۔(۱)

۱۱۔ خمط: ایسی اگنے والی چیزیں جنکا مزہ تلخ اور کڑوا یا کھٹاس مائل ہو۔

۱۲۔ اثل: سیدھے، بلند، اچھی لکڑی والے درخت، جس میں شاخیں کثرت سے ہوں اور اگر ہیں زیادہ، پتے لمبے اور نازک اور اس کے میوے سرخ دانہ کے مانند ہوں اور کھانے کے قابل نہ ہوں۔

اس کی وضاحت: بہشت آخرت کو جنت اور باغ سے موسوم کیا جانا زمین کے باغوں سے مشابہت کی وجہ سے ہے اگر چہ ان دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے اور بہشت جاوداں کے نام سے یاد کی گئی ہے، اس لئے کہ اس میں داخل ہونے والا جاوید ہے۔ اسی لئے خداوند عالم نے جنتیوں کی توصیف لفظ ''خالدون'' سے کی ہے۔

اور فرمایا ہے:

الف۔﴿قل اذلك خير أم جنة الخلد التی وعد المتقون...☆ لهم فيها ما يشاء ون خالدين﴾

کہو! آیا یہ (جہنم) بہتر ہے یا بہشت جاوید جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے؟ جو کچھ چاہیں گے وہاں ان کے لئے فراہم ہے اور ہمیشہ اس میں زندگی گزاریں گے۔(۲)

ب۔﴿والذين آمنوا وعملوا الصالحات اولائك اصحاب الجنة هم فيها خالدون﴾

جولوگ ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیا وہ لوگ اہل بہشت ہیں اور وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لہٰذا قرآن کریم میں جنت کا دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

رہی وہ جنت اور باغ کہ جس میں خداوند عالم نے آدم کو جگہ دی تھی پھر ان کو درخت ممنوعہ سے کھانے کے بعد وہاں سے زمین پر بھیج دیا وہ دنیاوی باغوں میں سے ایک باغ تھا، ہم اس کے بعد ''حضرت آدم کی بہشت کہاں ہے''؟ کی بحث میں اسے بیان کریں گے۔

---

(۱) سبا،۱۶/۱۵۔(۲) فرقان،۱۶/۱۵۔

۱۳۔ تضحی: ضحی الرجل، یعنی خورشید کی حرارت نے اسے نقصان پہنچایا؛ ولا تضحی یعنی: تم خورشید کی حرارت اور سوزش آمیز گرمی کا احساس نہیں کرو گے۔

۱۴۔ غوی: غوی کے ایک معنی زندگی کو تباہ کرنا بھی ہے اور آیت کی مراد یہی ہے، یعنی آدمؑ نے درخت ممنوعہ سے کھا کر اپنی رفاہی زندگی تباہ کر لی۔

۱۵۔ طفقا: کسی کام میں مشغول ہو جانا۔

۱۶۔ یخصفان: خصف چپکانے اور رکھنے کے معنی میں ہے یعنی پتوں کو اپنے جسموں پر چپکانا شروع کر دیا۔

۱۷۔ ضنکا: یعنی سخت اور دشوار زندگی اور تنگی میں واقع ہونا۔

۱۸۔ ووری: پوشیدہ اور پنہاں ہو گیا۔

۱۹۔ دلاھما: ان دونوں کو اپنی مرضی کے مطابق دھوکہ دیا اور راستہ سے کنویں میں ڈھکیل دیا یعنی بہشت سے نکال دیا۔

۲۰۔ لاحتنکن: میں اس پر لگام لگاؤں گا، یعنی تمام اولاد آدم پر وسوسہ کی لگام لگاؤں گا اور زینت دیکر اپنے پیچھے کھینچتا رہوں گا۔

۲۱۔ اھبطوا: نیچے اتر جاؤ۔ ھبوط انسان کے لئے استخفاف کے طور پر استعمال ہوا ہے، برخلاف انزال کے کہ خداوند عالم نے اس کو شرف اور منزلت کی بلندی کی جگہ استعمال کیا ہے جیسے زمین پر فرشتوں اور بارش اور قرآن کریم کا نزول۔

جب کہا جائے: **ھبط فی الشر**، یعنی برائی میں مبتلا ہو گیا، و **ھبط فلاں**، یعنی ذلیل اور پست ہو گیا و **ھبط من منزلہ**، یعنی اپنی منزل سے گر گیا۔

۲۲۔ استفزز بصوتک: اپنے وسوسہ سے ابھار اور برانگیختہ کر، یعنی جس طرح اولاد آدم کو گناہ پر مجبور کر سکتا ہو کر!

۲۳۔ "و اجلب علیھم": بلند آواز سے انہیں ہنکاؤ۔

۲۴۔ بخیلک و رجلک: یعنی اپنے سواروں اور پیادوں سے، یعنی جتنا حیلہ، بہانہ، مکر و فریب دے سکتا ہو استعمال کر۔

۲۵۔﴿و شارکھم فی الاموال و الاولاد﴾ :بذریعہ حرام حاصل شدہ اموال اورزنازادہ بچوں میں ان کے شریک ہوجا۔

۲۶عدھم:انہیں باطل وعدے دےاورانہیں روز قیامت کےواقع نہونےاوراس کےعدم سےمطمئن کردے

۲۷۔سلطان: حاکمانہ اورقدرت مندانہ تسلط اور قابو کو کہتے ہیں ،سلطان دلیل و برہان کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے؛ جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔﴿اتجادلوننی فی أسماء سمیتموھا انتم و آباء کم ، ما انزل الله بھا من سلطانِ﴾

کیاان اسماء کے بارے میں مجھ سے مجادلہ کرتے ہو جنہیں تم اورتمہارے آباؤ اجداد نے (بتوں پر) رکھا ہے؛ جبکہ خداوند عالم نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے؟!

لہٰذا﴿ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان﴾ کے معنی یہ ہوں گے:تو میرے بندوں پر تسلط نہیں پائے گا یعنی تجھ کوان پر کسی طرح قابونہیں ہوگا اور تو ان پر غلبہ حاصل نہیں کرسکتا۔

آیات کی تفسیر

خداوند عالم نے گزشتہ آیتوں میں انسان اول کی خلقت کے آغاز کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:اسے بدبودار، سیاہ، لس دار، کھنکھناتی ہوئی مٹی سے جوسختی اور صلابت کے اعتبار سے کنکر کے مانند ہے خلق کیا ہے پھراس کی نسل کو معمولی اور پست پانی سے جو صلب اور ترائب کے درمیان سے باہر آتا ہے خلق کیا؛ پھر اسے علقہ اور علقہ کو مضغہ اور مضغہ کو ہڈیوں میں تبدیل کردیا پھران ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھراس کے بعد ایک دوسری تخلیق سے نوازا اور اس میں اپنی روح ڈال دی اور اسے آنکھ، کان اور دل عطا کئے۔اس لئے بلند و بالا ہے وہ خدا جو بہترین خالق ہے؛ پھر اسے ایک بچے کی شکل میں رحم مادر سے باہر نکالا تاکہ بلوغ ورشد کے مرحلہ کو پہنچے اور خلقت کے وقت اسی پانی کے نچوڑ اور ایک انسانی نفس سے نر و مادہ کی تخلیق کی؛ تاکہ ہر ایک اپنی دنیاوی زندگی میں اپنے اپنے وظیفہ کے پابند ہوں یہاں تک کہ بڑھاپے اور ضعیفی کے سن کو پہنچیں پھر انہیں موت دیکر زمین میں جگہ دی، اس کے بعد قیامت کے دن زمین سے باہر نکالے گا اور میدان محشر میں لائے گا تاکہ اپنے کرتوت اور اعمال کی جزا اور سزا عزیز اور عالم خدا کی حکمت کے مطابق پائیں۔

باشعور مخلوقات سے خدا کا امتحان

اول؛ فرشتے اور ابلیس: خداوند عالم نے فرشتوں کو کہ ابلیس بھی انہیں میں شامل تھا زمین پر اپنے خلیفہ آدمؑ کے سجدہ کے ذریعہ آزمایا، فرشتوں کی باتوں سے نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ زمینی مخلوق خونریز اور سفاک ہے، اس لئے کہ زمین کی گزشتہ مخلوقات سے ایسا مشاہدہ کیا تھا اور خداوند عالم نے بھی جیسا کہ روایات (۱) میں مذکور ہے ان کی نابودی کا فرشتوں کو حکم دیا تھا۔

جب خداوند عالم نے فرشتوں کو آدم کے علم و دانش سے آگاہ کیا اور انہیں آدم کے سجدہ کا حکم دیا تو فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ سے انکار کرتے ہوئے دلیل پیش کی کہ تو نے اسے مٹی سے خلق کیا ہے اور مجھے آگ سے وہ اس امتحان میں ناکام ہوگیا۔

دوسرے؛ آدم اور حوا: خداوند عالم نے آدم کے لئے ان کی زوجہ حوا کی تخلیق کی اور ان دونوں کو غیر جاوید بہشت میں جگہ دی اور ان سے فرمایا: جو چاہو اس بہشت سے کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ستمگروں میں ہو جاؤ گے، آدم کو آگاہ کیا کہ اس بہشت میں نہ گرسنہ ہوں گے اور نہ برہنہ؛ نیز انہیں ابلیس سے محتاط رہنے کو کہا: یہ شخص تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، ہوشیار رہنا کہیں تمہیں بہشت سے باہر نہ کردے کہ جس کی وجہ سے زحمت میں پڑ جاؤ؛ شیطان نے درخت ممنوعہ سے کھانے کو خوبصورت انداز میں بیان کیا تاکہ ان کی پوشیدہ شرمگاہیں آشکار ہو جائیں، اس نے آدم و حوا کو فریب دیا اور اس بات کا ان کے اندر خیال پیدا کر دیا کہ اگر اس درخت ممنوعہ سے کھالیں تو فرشتوں کی طرح جاوداں ہو جائیں گے اور ان دونوں کے اطمینان کی خاطر خداوند سبحان کی قسم کھائی، آدم و حوا نے خیال کیا کہ کوئی بھی خدا کی قسم جھوٹی نہیں کھائے گا اس کے فریب میں آگئے اور اس کے دام باطل میں پھنس گئے اور اس ممنوعہ درخت سے کھالیا جس کے نتیجہ میں ان کی شرمگاہیں نمایاں ہوگئیں تو ان لوگوں نے بہشتی درختوں کے پتوں سے چھپانا شروع کر دیا تو ان کے رب نے آواز دی، کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور تم سے نہیں کہا تھا کہ شیطان نرا کھلا ہوا دشمن ہے؟ ان لوگوں نے کہا: خدایا! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم کو اپنی رحمت کے سایہ میں نہیں لے گا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

---

(۱) ان کی طرف ''اوصیاء کی خلقت کے آغاز'' کے متعلق روایات میں اشارہ کیا جائے گا۔

آدم کی جنت کہاں تھی

خداوند عالم نے فرمایا: اس زمین میں ایک خلیفہ بنایا اور جس مٹی سے آدم کو خلق کیا تھا وہ اسی سرزمین کی مخلوط مٹی تھی، اسی طرح اس زمین پر فرشتوں کو آدم کے سجدہ کا حکم دیا تو ابلیس نے آدم کے سجدہ سے انکار کیا اور اسی طرح آدم کو زمین پر موجود بہشت میں داخل کر دیا اور انہیں خلقت کے بعد اس زمین سے کسی اور جگہ منجملہ بہشت جاوید میں منتقل نہیں کیا، تا کہ بہشت جاوید سے زمین کی طرف اخراج لازم آئے۔

اس مدعیٰ پر ظہور آیات کے علاوہ ہماری دلیل یہ ہے کہ: جو بھی بہشت جاوید میں داخل ہو جائے وہ دائمی اور ابدی ہوگا اور کبھی اس سے باہر نہیں آئے گا، جیسا کہ اس کی تصریح روایات بھی کرتی ہیں۔(۱)

ہم اس طرح خیال کرتے ہیں کہ یہ بہشت عراق اور کسی عربی جزیرہ میں تھی اور جو کچھ "قاموس کتاب مقدس" کے مولف نے بہت سارے دانشوروں سے نقل کیا ہے کہ یہ بہشت فرات کی سرزمین پر تھی، صحیح ہے۔(۲)

اس بات کی تائید صراحت کے ساتھ توریت کی عبارت سے بھی ہوتی ہے: دریائے بہشت حضرت آدم علیہ السلام چار حصوں میں تقسیم ہوتا ہے جن سے مراد فرات، دجلہ جیحون اور فیشون ہیں۔(۳)

کتاب قاموس مقدس میں مذکور ہے کہ بعض محققین نے احتمال دیا ہے کہ جیحون اور فیشون بابل شہر (عراق) میں ہیں۔(۴)

اس لئے جیحون سے مراد معروف دریائے جیحون نہیں ہے، یعنی وہ ندی جو خوارزم (آرال) سے نزدیک ایک دریا میں گرتی ہے، یاقوت حموی نے اسے اپنی معجم البلدان میں ذکر کیا ہے۔

---

(۱) میگی اور ہیرو گلیفی کی پیروی کرتے ہیں اس کے علاوہ جغرافیائی حقیقی تحقیق اور نہر فرات کی فرعی ندیوں ان کے اسماء کی اسلامی سرزمینوں میں بھی تاکید کرتے ہیں۔(۲) قاموس کتاب مقدس، مادہ عدن۔

(۳) کتاب عہد عتیق (توریت): طبع ریچرڈ واٹس، لندن، ۱۸۳۹ء، سفر تکوین، باب دوم، شمارہ: ۱۴۔۱۰۔

(۴) قاموس کتاب مقدس، مادہ جیحون اور فیشون عظیم دانشور محقق استاد سامی البدری حضرت آدم کی بہشت کے بارے میں غیر مطبوعہ ایک بحث ہمارے تحریر فرمایا ہے: وہ چہارگانہ ندیاں فرات کی شاخ ہیں اور انہوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ وہ اس لئے ترجمہ میں آرامی عبری توریت اور سامری سے استناد کرتے ہیں اور فرات کی شاخوں اور ان کے راستوں میں واقع شہروں سے متعلق اپنے خطی آثار میں میگی اور ہیرو گلیفی کی پیروی کرتے ہیں۔

جب حضرت آدمؑ بہشت سے نیچے آئے تو بابل فرات کے علاقے میں ساکن ہوئے اور جب فوت کر گئے تو آپ کے فرزند شیث نے کوہ ابوقبیس مکہ کے ایک غار میں انہیں دفن کر دیا پھر اس کے بعد حضرت نوحؑ نے ان کی ہڈیوں کو اپنی کشتی میں رکھا اور کشتی سے نیچے اترنے کے بعد نجف میں دفن کر دیا۔

لہٰذا جیسا کہ ہم مشاہدہ کر رہے ہیں حضرت آدمؑ کا اس بہشت سے نکلنا تھا جو عراق میں تھی اور جب وہاں سے باہر آئے تو عراق میں اسی سے نزدیک سرزمین کی طرف گئے۔

انہوں نے اس باغ کے درختوں اور پھلوں سے پودوں اور بیجوں کو لیا، تاکہ خداوند عالم کی ہدایت کے مطابق اسے لگائیں اور دانہ اگائیں جیسا کہ روایات صریحاً اس بات کی وضاحت کرتی ہیں۔

ان کے عراق میں سکونت کے بارے میں ''بابلیون'' کے مادہ میں معجم البلدان میں ذکر ہوا ہے کہ اہل توریت نے کہا ہے: آدم کی منزل بابل میں تھی اور بابل فرات اور دجلہ کے درمیان ایک سرزمین ہے۔ نیز مادہ بابل میں قاموس کتاب مقدس میں جو ذکر ہے اس کا خلاصہ یوں ہے:

فرات اور دجلہ کے پانی ان تمام علاقوں میں جاری ہوتے تھے، اسی لئے وہاں کی زمینیں زرخیز اور بابرکت مشہور تھیں اور انواع واقسام کے میوے اور دانے وہاں فراہم تھے؛ اس کا قدیم نام شعار تھا۔

معجم البلدان میں مادہ بابل کے ذیل میں ذکر ہوا ہے کہ، بعض اہل توریت نے کہا ہے: بابل وہی کوفہ ہے اور نوحؑ کشتی سے نیچے اترنے کے بعد اپنی جائے سکونت اور جائے پناہ کی تلاش کی تو بابل میں رہائش اختیار کی اور نوحؑ کے بعد اس میں وسعت ہوگئی۔

مکتب خلفاء کی روایات میں حضرت آدمؑ کے دفن سے متعلق ذکر ہوا ہے کہ، نوحؑ نے انہیں بیت المقدس میں دفن کیا ہے اور مکتب اہل بیتؑ کی روایتوں میں مذکور ہے کہ نوحؑ نے حضرت آدمؑ کو نجف میں اسی مقام پر جہاں حضرت علیؑ دفن ہوئے ہیں دفن کیا ہے اور نوح بھی اسی جگہ دفن ہوئے ہیں، حضرت آدمؑ کی عراق میں رہائش کی تائید جو کچھ روایات میں ذکر ہوا ہے اس سے ہوتی ہے۔

پہلے: آدمؑ مکہ گئے اور عرفات، مشعر اور منیٰ میں قیام کیا، ان کی توبہ عرفات میں قبول ہوئی، پھر اس کے بعد مکہ میں حضرت حوّا سے ملاقات کی، خداوند عالم نے انہیں بیت اللہ کی تعمیر پر مامور کیا، بعید ہے کہ آدمؑ دور دراز ملک جیسے ہند سے حج کے لئے مامور ہوئے ہوں، جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے جن کا میرے نزدیک صحیح ہونا ثابت نہیں ہے۔

دوسرے: دیگر روایات میں مذکور ہے کہ، حضرت آدمؑ نجف کے علاقہ غری میں دفن ہوئے ہیں۔ اور خاتم الانبیاء کے دفن سے متعلق روایت میں ہے: ہر پیغمبر جہاں اس کی روح قبض ہوتی ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے نتیجہ نکلتا ہے: حضرت آدمؑ کی بہشت فرات کی زمینوں میں تھی اور جب حضرت آدمؑ اس سے باہر آئے تو اس کے نزدیک ہی اترے، خداوند عالم نے اس باغ کو خشک کردیا اور روئے زمین سے اٹھالیا، تو حضرت آدمؑ نے دوسری جگہ کو درختوں سمیت کشت وکار کے ذریعہ زندہ اور آباد کیا، خداوند عالم بہتر جانتا ہے۔

الٰہی امتحان اور حالات کی تبدیلی

اول : فرشتے اور ابلیس: تمام فرشتے اور ابلیس جو کہ ان کے ساتھ تھا، خدا کی عبادت کرتے تھے اور جو بھی خدا انہیں حکم دیتا تھا آسمانوں اور زمینوں میں وہ اس کی اطاعت کرتے تھے اور معمولی نافرمانی اور خلاف ورزی کے بھی مرتکب نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ خداوند عالم نے انہیں خبر دی کہ میں زمیں پر خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، تو ان لوگوں نے اس خلقت کی حکمت جاننا چاہی اور جب خدا نے اس کی حکمت سے انہیں باخبر کیا اور فرمایا کہ اس کو سجدہ کریں (جس طرح کہ وہ تمام مواقع پر مطیع اور فرمانبردار تھے) سوائے ابلیس کے سب نے اطاعت کی، اس (ابلیس) نے ان تمام خداوندی احکام اور دستورات کی مخالفت نہیں کی جو اس کی نفسانی خواہشات اور تکبر سے ٹکراتے نہیں تھے لیکن آدمؑ کے سجدہ سے متعلق حکم میں اس نے اپنی خواہشات کا اتباع کیا اور حکم خداوندی کی مخالفت کی اسی لئے جو اس نے راہ اختیار کی تھی فرشتوں کے مقام ومنزلت نیز ان لوگوں کے درجہ سے (جنہوں نے خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کی تھی اور ہمیشہ اس کے حکم کے پابند تھے) نیچے آ گیا اور عصیان ونافرمانی اور خواہشات کی پیروی کا مرتکب ہوگیا اور خداوند عالم نے اس سے کہا: اس منزل سے نیچے اتر جا، تجھے کوئی حق نہیں ہے کہ اس جگہ تکبر اور کبریائی کا اظہار کرے۔

ابلیس ایسی حالت کے باوجود بھی خداوند عالم کے سامنے نادم اور پشیمان نہ ہوا اور خدا سے توبہ نہ کی اور اس سے معذرت اور بخشش کی درخواست نہیں کی؛ بلکہ اپنی بدبختی کے لئے مزید خدا سے درخواست کی؛ اور بولا: مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے! خداوند عالم نے کہا: تجھے مہلت دی گئی۔

اس ملعون نے وعدہ الٰہی دریافت کرنے اور اپنی مراد کو پہنچنے کے بعد بے جھجک خدا کے مقابل اپنے موقف کا اظہار کردیا اور کہا: جس کو تو نے مجھ پر فوقیت اور برتری دی ہے میں اس سے انتقام لوں گا۔ اور اس

کی نسل وذریت کو لگام لگا کر اپنے پیچھے گھماؤں گا اور سامنے، پیچھے، دائیں اور بائیں سے داخل ہوں گا اور ان کے برے اعمال اور رفتار کو ان کی نظر میں خوبصورت بناؤں گا؛ یہاں تک کہ تو ان میں اکثریت کو ناشکر گزار پائے گا۔ خداوند عالم نے فرمایا:

﴿اذهب فمن تبعك منهم فان جهنم جزاؤ كم جزاء موفوراً﴾(۱)

جا! ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے، جہنم تم لوگوں کی سزا ہے جو بہت سنگین سزا ہے۔

ہاں ابلیس صرف اس راہ کے انتخاب سے معصوم فرشتوں کے منصب سے گر کر خدا کے نافرمان بندوں کی صف میں شامل ہو گیا۔ اور اس منزل پر آنے کے باوجود نادم اور پشیمان ہو کر خدا کی بارگاہ میں توبہ اور انابت بھی نہیں کی، بلکہ اپنے اختیار سے ذلت، خواری کے پست درجہ میں پڑا رہا، یعنی ان لوگوں کی منزل میں جو گمراہ ہیں اور ہمیشہ گمراہی پر اصرار کرتے ہیں۔

دوسرے: آدمؑ وحواؑ

خداوند عالم نے آدم کی تخلیق کے بعد فرشتوں کو ان کے سجدہ کا حکم دیا اور حوا کی تخلیق کی اور دونوں کو اس بہشت میں جگہ دی یعنی وہ بہشت جسے اس روئے زمین پر ہونا چاہئے، اس لئے کہ خداوند عالم نے حضرت آدم کو اسی زمین کی مٹی سے خلق کیا ہے اور انہیں اسی زمین پر زندگی کرنے کے لئے آمادہ کیا (اور کتاب وسنت میں اس بات کی تصریح نہیں ملتی کہ خداوند عالم نے آدمؑ کو خلقت کے بعد اس زمین سے اُس بہشت میں کو جو کسی دوسرے ستارے میں تھی منتقل کیا اور دوبارہ انہیں اس زمین کی طرف لوٹایا) لہٰذا ناچار اس بہشت کو جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اسی زمین پر ہونا چاہئے سوائے یہ کہ یہ بہشت جیسا کہ معلوم ہوتا ہے اپنی آپ مثال اور بے نظیر تھی ہوا اور آدم وحوا کی خلقت کے مراحل میں سے ایک مرحلہ تھی اور اس کا وجود خلقت کے اس مرحلہ کے تمام ہونے پر ختم ہو گیا ہے اور خدا بہتر جانتا ہے۔

اس بہشت کی خصوصیات اور امتیازات میں خداوند عالم نے بعض کی طرف اشارہ کیا ہے منجملہ حضرت آدمؑ سے فرمایا: تم اس بہشت میں نہ بھوکے رہو گے نہ پیاسے اور نہ برہنہ اور نہ ہی آفتاب کی گرمی سے کوئی تکلیف ہوگی نیز ان سے اور حوا سے فرمایا:

---

(۱) اسراء/۶۳

اس باغ سے جو چاہو کھاؤ، لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ستمگروں میں سے ہو جاؤ گے۔

اور آدمؑ کے گوش گزار کیا کہ شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے ہوشیار رہنا کہیں تمہیں وہ اس بہشت سے باہر نہ کر دے۔

حضرت آدمؑ شیطان کے بار بار خدا کی قسم کھانے اور اس کے یہ کہنے سے کہ میں تمہارا خیر خواہ اور ہمدرد ہوں اپنے اختیار سے حوا کے ساتھ شیطان کے وسوسے کا شکار ہو گئے اور خداوند عالم کے فرمان کے مطابق اپنی اطمیان بخش اور مضبوط حالت سے نیچے آ گئے اور وسوسہ سے متاثر ہو گئے؛ اس کی سزا بھی اطمینان بخش بہشت رحمت سے دنیائے زحمت میں قدم رکھنا تھا، ایسی دنیا جو کہ رنج و مشقت، درد و تکلیف اور اس عالم جاوید کا پیش خیمہ ہے، کہ جس میں بہشتی نعمتیں ہیں یا جہنمی عذاب۔

اس طرح سے انسان نے امانت کا بار قبول کیا ایسی امانت جس کے بارے میں خداوند عالم نے خبر دیتے ہوئے فرمایا:

﴿انا عرضنا الامانة علیٰ السمٰوات و الارض و الجبال فأبين ان یحملنها و أشفقن منها و حملها الانسان انه کان ظلوما جهولاً، لیعذب الله المنافقين و المنافقات و المشرکين و المشرکات و يتوب الله علیٰ المؤمنين و المؤمنات و کان الله غفوراً رحيماً﴾(۱)

ہم نے بار امانت (تعہد و تکلیف) کو آسمان، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا انہوں نے اس کا بار اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے خوفزدہ ہوئے، لیکن انسان نے اسے اپنے دوش پر اٹھا لیا، وہ بہت جاہل اور ظالم تھا، ہدف یہ تھا کہ خداوند عالم منافق اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے اور با ایمان مردوں و عورتوں پر اپنی رحمت نازل کرے، خداوند عالم ہمیشہ بخشنے والا اور رحیم ہے۔

امانت سے اس آیت میں مراد (خداوند عالم بہتر جانتا ہے) الٰہی تکالیف اور وہ چیزیں ہیں جو انسان کو انسانیت کے زیور سے آراستہ کرتی ہیں۔

آسمان و زمین پر پیش کرنے سے مراد مخلوقات میں غیر مکلف افراد پر پیش کرنا ہے، یہ پیشکش اور قبولیت انتخاب الٰہی کا مقدمہ تھی تا کہ مخلص اور خالص افراد کو جدا کر دے۔

اس لحاظ سے آدمؑ کا گناہ بار امانت اٹھانے میں تھا، ایسی امانت جس کے آثار میں سے وسوسۂ شیطانی

---

(۱) احزاب ۷۲۔۷۳

سے متاثر ہونا ہے۔ یہ تمام پروگرام حضرت آدم کی آفرینش سے متعلق ایک مرحلہ میں تھے جو کہ ان کی آخری خاکی زندگی سے کسی طرح مشابہ نہیں ہیں نیز عالم تکوین وایجاد میں تھے قبل اس کے کہ اس خاص بہشت سے ان کا معنوی ہبوط ہوا اور اس سے خارج ہو کر اس زمین میں تشریف لائے ۔

کیونکہ انبیاء اس عالم میں معصوم اور گناہ سے مبرا ہیں اور حضرت آدمؑ اپنے اختیار اور انتخاب سے جس عالم کے لئے خلق کیے گئے تھے اس میں تشریف لائے، اس اعتبار سے حضرت آدمؑ کا عصیان اس معنوی امر سے تنزل ہے (خداوند عالم بہتر جانتا ہے)۔

آیات کی شرح اور روایات میں ان کی تفسیر

پہلے۔ پیغمبر اکرمؐ سے منقول روایات:

ا۔ احمد بن حنبل، ابن سعد، ابوداؤد اور ترمذی نے اپنی سندوں سے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے: آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے آدم کو ایک مشت مٹی جو زمین کے تمام اطراف سے لی تھی خلق کیا؛ اسی وجہ سے بنی آدم زمین کے ہم رنگ ہیں بعض سرخ، بعض سفید، بعض سیاہ اور کچھ لوگ انہیں گروہوں میں میانہ رنگ کے مالک ہیں...۔(۱)

۲۔ ابن سعد نے رسول خداؐ سے روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

جب حضرت آدمؑ سے یہ خطا سرزد ہوئی تو ان کی شرمگاہ ظاہر ہوگئی جبکہ اس سے پہلے ان کے لئے نمایاں نہیں تھی۔(۲)

۳۔ شیخ صدوق نے اپنی سند کے ساتھ خصال میں رسول خداؐ سے ذکر کیا ہے:

آدمؑ وحوا کا قیام اس بہشت میں ان کے خارج ہونے تک دنیاوی دنوں کے لحاظ سے صرف سات گھنٹہ تھا یہاں تک کہ خداوند عالم نے اسی دن بہشت سے نیچے بھیج دیا۔(۳)

---

(۱) سنن ترمذی، ج ۱۱، ص ۱۶؛ سنن ابی داؤد ج ۴، ص ۲۲۲، حدیث ۴۶۹۳؛ مسند احمد ج ۴، ص ۴۰۰، طبقات ابن سعد، طبع یورپ، ج ۱، حصہ اول ص ۵۔۶۔ (۲) طبقات ابن سعد، ج ۱، حصہ اول، طبع یورپ، ص ۱۰۔

(۳) نقل از بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۴۲۔

دوسرے۔ حضرت امام علیؑ سے مروی روایات

الف:۔ فرشتوں کی خلقت کے بارے میں

کتاب بحار الانوار میں مذکور ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام خداوند عالم سے عرض کرتے ہیں:

....جن فرشتوں کو تو نے خلق کیا اور انہیں اپنے آسمان میں جگہ دی ان میں کسی طرح کی کوتاہی اور سستی نہیں ہے؛ نیز ان کے یہاں نسیان وفراموشی کا گزر نہیں ہے اور عصیان ونافرمانی ان کے اندر نہیں ہے وہ لوگ تیری مخلوقات کے باشعور اور داناترین افراد ہیں؛ وہ تجھ سے سب سے زیادہ خوف رکھتے اور تجھ سے نزدیک ترین اور تیری مخلوقات میں سب سے زیادہ اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں؛ انہیں نیند نہیں آتی، عقلی غلط فہمیاں ان کے یہاں نہیں پائی جاتی، جسموں میں سستی نہیں آتی، وہ لوگ باپ کے صلب اور ماں کے رحم سے وجود میں نہیں آئے ہیں نیز بے حیثیت پانی (منی) سے پیدا نہیں ہوئے ہیں؛ تو نے ان لوگوں کو جیسا ہونا چاہئے تھا خلق کیا ہے اور اپنے آسمانوں میں انہیں جگہ دی ہے اور اپنے نزدیک انہیں عزیز ومکرم بنایا ہے اور اپنی وحی پر امین قرار دیا آفات وبلیات سے دور اور محفوظ رکھ کر گناہوں سے پاک کیا اگر تو نے انہیں قوت نہ دی ہوتی تو وہ قوی نہ ہوتے؛ اگر تو نے انہیں ثبات واستقلال نہ دیا ہوتا تو وہ ثابت وپائدار نہ ہوتے۔

اگر تیری رحمت ان کے شامل حال نہ ہوتی تو وہ اطاعت نہیں کرتے اور اگر تو نہ ہوتا تو وہ بھی نہ ہوتے، وہ لوگ جو تجھ سے قرابت رکھتے ہیں اور تیری اطاعت کرتے اور تیرے نزدیک جو اپنا مخصوص مقام رکھتے ہیں اور ذرہ برابر بھی تیرے حکم کی مخالفت نہیں کرتے ان سب کے باوجود اگر نگاہوں سے تیرا پوشیدہ مرتبہ مشاہدہ کرتے ہیں تو اپنے اعمال کو معمولی سمجھ کر اپنی ملامت وسرزنش کرتے ہیں اور راہ صداقت اپناتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیری عبادت کا جو حق تھا ویسی ہم نے عبادت نہیں کی؛ اے خالق ومعبود! تو پاک ومنزہ ہے تیرا امتحان و انتخاب مخلوقات کے نزدیک کس قدر حسین وخوبصورت اور باعظمت ہے۔(۱)

ب:۔ آغاز آفرینش

خلقت کی پیدائش کے بارے میں حضرت امام علی علیہ السلام کے کلام کا خلاصہ یہ ہے:

---

(۱) بحار الانوار ج ۵۹، ص ۱۷۵، ۱۷۶۔

خداوند عالم نے فضاؤں کو خلق کیا، اس کی بلندی پر موجزن اور متلاطم پانی کی تخلیق کی، سرکش اور تھپیڑے کھاتا ہوا پانی؛ بلند موجوں کے ساتھ کہ جس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے پھر اسے تیز و تند اور سخت ہلا دینے والی ہوا کی پشت پر قرار دیا جس نے اپنے شدید جھونکوں سے (جس طرح دہی اور دودھ کو متھا جاتا ہے اس کو متھتے اور حرکت دیتے ہیں؛ اور اس سے مکھن اور بالائی نکالتے ہیں اور اس کا جھاگ اوپر آجاتا ہے) ان جھاگوں کو پراکندہ کردیا پھر وہ جھاگ کھلی فضا اور وسیع ہوا میں بلندی کی طرف چلے گئے تو خداوند عالم نے ان سے سات آسمان خلق کئے اور اس کی نچلی سطح کو سیلاب سے عاری موج اور اس کے اوپری حصہ کو ایک محفوظ چھت قرار دیا، بغیر اس کے کہ کوئی ستون ہو اور وسائل و آلات سے مل کر ایک دوسرے سے متصل و مرتبط ہوں؛ آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت بخشی پھر فوقانی آسمانوں کے درمیان جو کہ آسمان دنیا کے اوپر واقع ہے، شگاف کیا پھر انہیں انواع و اقسام کے فرشتوں سے بھر دیا، ان میں سے بعض دائمی سجدہ کی حالت میں ہیں جو کبھی سجدے سے سر نہیں اٹھاتے تو بعض رکوع دائم کی حالت میں ہیں جو کبھی قیام نہیں کرتے، بعض بالکل سیدھے منظم صفوف کی صورت میں مستقیم اور ثابت قدم ہیں اور حرکت نہیں کرتے؛ خدا کی تسبیح کرتے ہوئے کبھی تھکاوٹ کا احساس نہیں کرتے، انہیں خواب آنکھوں میں عقلوں کی غفلت، جسموں میں سستی، فراموشی، بے توجہی اور بے اعتنائی لاحق نہیں ہوتی، بعض وحی خداوندی کے امین ہیں اور رسولوں تک پیغام رسانی کے لئے اس کی زبان اور حکم خداوندی پہنچانے کے لئے ہمیشہ رفت و آمد رکھتے ہیں، بعض اس کے بندوں کے محافظ اور بہشت کے دروازوں کے نگہبان ہیں، ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کے قدم پست سرزمینوں پر ہیں اور سر آسمان سے بھی اوپر ہیں... وہ لوگ اپنے پروردگار؛ کی توہم و خیال کے ذریعہ تصویر کشی نہیں کرتے، خدا کی خلق کردہ مخلوقات کے اوصاف کو خدا کی طرف نسبت نہیں دیتے اسے مکان کے دائرہ میں محدود نہیں کرتے اور امثال و نظائر کے ذریعہ اس کی طرف اشارہ نہیں کرتے۔

ج:۔ انسان کی خلقت

امامؑ نے فرمایا: خدا نے پھر زمین کے سخت و نرم، نمکین اور شیرین مختلف حصوں سے کچھ مٹی لی؛ پھر اسے پانی میں مخلوط کیا تا کہ خالص ہو جائے، پھر اسے دوبارہ گیلا کر کے جلا دی اور صیقل کیا، پھر اس سے شکل و صورت جس میں اعضاء و جوارح والی خلق کی اور اسے خشک کیا پھر اسے استحکام بخشا تا کہ محکم و مضبوط ہو

جائے روز معین و معلوم کے لئے۔

پھر اس میں اپنی روح پھونکی، تو ایک ہوشیار انسان کی شکل میں ظاہر ہوا؛ اور حرکت کرتے ہوئے اپنے، دل ودماغ؛ عقل وشعور اور دیگر اعضاء کا استعمال کرتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ قابل انتقال آلات سے استفادہ کرتا ہے حق وباطل میں فرق قائم کرتا ہے نیز چکھنے، سونگھنے اور دیکھنے والے حواس کا مالک ہے وہ رنگا رنگ سرشت اور طبیعت اور مختلف عناصر کا ایک ایسا معجون ہے، جن میں سے بعض ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان میں سے بعض متبائن اور ایک دوسرے سے علٰحدہ ہیں جیسے گرمی، سردی، خشکی، رطوبت، بدحالی اور خوش حالی۔(۱)

د:۔ جن، شیطان اور ابلیس کی خلقت

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں: خداوند عالم نے جن اور نسناس کے سات ہزار سال روئے زمین پر زندگی بسر کرنے کے بعد جب چاہا کہ اپنے دست قدرت سے ایک مخلوق پیدا کرے اور وہ مخلوق آدمی ہونا چاہے کہ جن کے لئے آسمان وزمین کی تقدیر و تدبیر کی گئی ہے تو آسمانوں کے طبقوں کا پردہ اٹھا کر فرشتوں سے فرمایا: میری (جن اور نسناس) مخلوقات کا زمین میں مشاہدہ کرو۔

جب ان لوگوں نے اہل زمین کی غیر عادلانہ رفتار اور ظالمانہ اور سفاکانہ انداز دیکھے تو ان پر گراں گزرا اور خدا کے لئے ناراض ہوئے اور اہل زمین پر افسوس کیا اور اپنے غیظ وغضب پر قابو نہ پا کر بول پڑے: پروردگارا! تو عزیز، قادر، جبار، عظیم وقہار عظیم الشان ہے اور یہ تیری ناتواں اور حقیر مخلوق ہے کہ جو تیرے قبضہ قدرت میں جابجا ہو کر، تیرا ہی رزق کھاتی ہے اور تیری عفو وبخشش کے سہارے زندہ ہے اور اپنے سنگین گناہوں کے ذریعہ تیری نافرمانی کرتی ہے جبکہ تو نہ ان پر ناراض ہوتا ہے اور نہ ہی ان پر اپنا غضب ڈھاتا ہے اور نہ ہی جو کچھ ان سے سنتا اور دیکھتا ہے اس کا انتقام لیتا ہے، یہ بات ہم پر بہت ہی گراں ہے اور ان تمام باتوں کو تیرے سلسلہ میں ہم عظیم شمار کرتے ہیں۔ جب خداوند عالم نے فرشتوں کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا: ''میں روئے زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں'' تا کہ میری مخلوق پر حجت اور میرا جانشین ہو، فرشتوں نے کہا: تو منزہ اور پاک ہے ''آیا زمین پر ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو فساد و خونریزی کرے جبکہ ہم تیری تسبیح اور حمد بجالاتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے اور پاکیزگی کا گن گاتے ہیں۔'' اور کہا: اس جانشینی کو ہمارے درمیان

(۱) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۱ص۳۲۔

قرار دے کہ نہ تو ہم فساد کرتے ہیں اور نہ ہی خونریزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

خداوند عالم نے فرمایا: میرے فرشتو! میں جن حقائق کو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، میرا ارادہ ہے کہ ایک مخلوق اپنے دستِ قدرت سے بناؤں اور اس کی نسل و ذریت کو مرسل، پیغمبر اور صالح بندے اور ہدایت یافتہ امام قرار دوں نیز ان کو اپنی مخلوقات کے درمیان اپنا زمینی جانشین بناؤں، تاکہ لوگوں کو گناہوں سے روکیں اور میرے عذاب سے ڈرائیں، میری اطاعت و بندگی کی ہدایت کریں اور میری راہ کو اپنائیں نیز انہیں آگہی بخش برہان اور اپنے عذر کی دلیل قرار دوں، نسناس (۱) کو اپنی زمین سے دور کر کے ان کے ناپاک وجود سے اسے پاک کردوں. اور طاغی و سرکش جنوں کو اپنی مخلوقات کے درمیان سے نکال کر انہیں ہوا اور دور دراز جگہوں پر منتقل کردوں تاکہ نسل آدم کے جوار سے دور رہیں اور ان سے انس و الفت حاصل نہ کریں اور ان کی معاشرت اختیار نہ کریں، لہٰذا جو شخص ہماری اس مخلوق کی نسل سے جس کو میں نے خود ہی انتخاب کیا ہے میری نافرمانی کرے گا اسے سرکشوں اور طاغیوں کے ٹھکانوں پر پہنچا دوں گا اور کوئی اہمیت نہیں دوں گا۔ فرشتوں نے کہا: خدایا! جو مرضی ہو وہ انجام دے: ہم تیری تعلیم کردہ چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، تو دانا اور حکیم ہے...(۲)

ھ۔ روح: حضرت امام علیؑ نے روح کے بارے میں جو بیان کیا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

جبریل روح نہیں ہیں، جبرئیل فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے اور روح جبریل کے علاوہ ایک دوسری مخلوق ہے، اس لئے کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا:

﴿تنزل الملائکة بالروح من امره علیٰ من یشاء من عباده﴾

فرشتوں کو اپنے فرمان سے روح کے ساتھ اپنے جس بندہ پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ لہٰذا روح فرشتوں کے علاوہ چیز ہے۔ (۳)

نیز فرمایا:

﴿لیلة القدر خیر من الف شهر ☆ تنزل الملائکة و الروح فیها باِذن ربهم﴾(٤)

شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے فرشتے اور روح اس شب میں اپنے پروردگار کے اذن سے نازل ہوتے ہیں۔ نیز فرماتا ہے:

---

(۱) نسناس کی حقیقت ہم پر واضح نہیں ہے، بحار الانوار میں ایسا ہی مذکور ہے۔

(۲) بحار الانوار ج ۶۳ ص ۸۲۔۸۳، علل الشرائع سے منقول. (۳) نحل ر۲ (۴) قدر ر۳۔۴

﴿یوم یقوم الروح و الملائکة صفاً﴾(۱)

جس دن روح اور فرشتے ایک صف میں کھڑے ہوں گے۔

اور حضرت آدمؑ کے بارے میں جبرائیل سمیت تمام فرشتوں سے فرمایا:

﴿انی خالق بشراً من الطین فإذا سوّیته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین﴾

میں مٹی سے ایک انسان بناؤں گا اور جب اسے منظم کردوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں، تو اس کے سجدہ کے لئے سر جھکا دینا! تو جبریل نے تمام فرشتوں کے ہمراہ اس روح کا سجدہ (۲) کیا۔

اور مریم کے بارے میں ارشاد ہوا:

﴿فأرسلنا الیها روحنا فتمثّل لها بشراً سویاً﴾(۳)

ہم نے اپنی روح اس کی طرف بھیجی اور وہ ایک مکمل انسان کی شکل میں مریم پر ظاہر ہوا اور پیغمبرؐ سے فرمایا:

﴿نزل به الروح الامین☆ علیٰ قلبك﴾

تمہارے قلب پر اسے روح الامین نے نازل کیا ہے۔

پھر فرمایا:

﴿لتکون من المنذرین، بلسانٍ عربیٍ مبین﴾(۴)

تاکہ واضح عربی زبان میں ڈرانے والے رہو۔

لہذا روح گوناگوں اور مختلف شکل وصورت میں ایک حقیقت ہے۔(۵)

امامؑ کی گفتگو کا خاتمہ۔

اس بنا پر روح (خدا بہتر جانتا ہے) وہ چیز ہے جو آدم میں پھونکی گئی، نیز وہ چیز ہے کہ جو مریم کی طرف بھیجی گئی نیز وہ چیز ہے جو حامل وحی فرشتہ اپنے ہمراہ پیغمبر کے پاس لاتا تھا؛ اور کبھی اس فرشتہ کو جو وحی پیغمبر کا حامل ہوتا تھا اسے بھی روح الامین کہتے ہیں، اس طرح روح وہی روح القدس ہے جس کے ذریعہ خداوند عالم نے حضرت عیسیٰ کی تائید کی تھی اور قیامت کے دن خود روح فرشتوں کے ہمراہ ایک صف میں کھڑی ہوگی۔

---

(۱) نبأ/۳۸ (۲) حجر/۲۹؛ ص/۷۱۔۷۲ (۳) مریم/۱۷ (۴) شعراء/۱۹۴۔۱۹۵ (۵) الغارات ثقفی تحقیق استاد جلال الدین حسینی ارموی "محدث" جلد اول ص ۱۸۴۔۱۸۵

یہ وہی روح ہے جس کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿ و یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی ﴾(۱)

تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو تم ان سے کہہ دو روح امر پروردگار ہے۔

خداوندا! ہم کو سمجھنے میں خطا سے اور گفتار میں لغزش سے محفوظ رکھ۔

و۔ فرشتوں کے حضرت آدمؑ کا سجدہ کرنے کے معنی

امام علیؑ کی اس سلسلے میں گفتگو کا خلاصہ یہ ہے:

فرشتوں کا آدمؑ کے لیے سجدہ؛ اطاعت اور بندگی کا سجدہ نہیں تھا فرشتوں نے اس سجدہ سے، غیر اللہ، یعنی آدم کی عبادت اور بندگی نہیں کی ہے، بلکہ حضرت آدمؑ کی فضیلت اور ان کیلئے خداداد فضل و رحمت کا اعتراف کیا ہے۔

امام علیؑ کے کلام کی تشریح:

امامؑ نے گزشتہ بیان میں فرشتوں کو چار گروہ میں تقسیم کیا ہے:

پہلا گروہ: عبادت کرنے والے، بعض رکوع کی حالت میں ہیں، بعض سجدہ کی حالت میں ہیں تو بعض قیام کی حالت میں ہیں تو بعض تسبیح میں مشغول ہیں۔

دوسرا گروہ: پیغمبروں تک وحی پہنچانے میں وحی خداوندی کے امین ہیں اور رسولوں کے دہن میں گویا زبان؛ نیز بندوں کے امور سے متعلق کہ خداوند عالم ان کے ذریعہ خلق کا انتظام کرتا ہے رفت و آمد کرنے والے ہیں۔

تیسرا گروہ: بندوں کے محافظ و نگہبان، انسان کے جسم و جان میں ایک امانت اور ذخیرہ کی قوتوں کے مانند کہ جن کے ذریعہ خداوند عالم بندوں کو، ہلاکت اور مفاسد سے محفوظ رکھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو ہلاکت اور مفسدہ؛ امن و امان اور حفاظت و سلامتی سے زیادہ انسان کو پہنچے، ان میں سے بعض جنت کے خدام یعنی نگہبان اور خدمت گزار بھی ہیں۔

چوتھا گروہ: حاملان عرش کا ہے: شاید یہی لوگ ہیں جو امور عالم کی تدبیر پر مامور کئے گئے ہیں جیسے بارش نازل کرنا، نباتات اور اس جیسی چیزوں کا اگانا اور اس کے مانند ایسے امور جو پروردگار عالم کی ربوبیت

---

(۱) اسراء/۸۵

سے متعلق ہیں اور مخلوقات عالم کے لئے ان کی تدبیر کی گئی ہے۔

تیسرے۔امام محمد باقرؑ سے مروی روایات

امام باقرؑ نے ﴿**ونفخت فیه من روحی**﴾ کے معنی میں ارشاد فرمایا:

یہ روح وہ روح ہے جسے خداوند عالم نے خود ہی انتخاب کیا، خود ہی اسے خلق کیا اور اسے اپنی طرف نسبت دی اور تمام ارواح پر فوقیت و برتری عطا کی ہے۔(۱)

اور دوسری روایت میں آپ نے فرمایا ہے:

خداوند عالم نے اس روح کو صرف اس لئے اپنی طرف نسبت دی ہے کہ اسے تمام ارواح پر برتری عطا کی ہے، جس طرح اس نے گھروں میں سے ایک گھر کو اپنے لئے اختیار فرمایا:

میرا گھر! اور پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر سے کہا: میرا خلیل (میرے دوست) یہ سب، مخلوق، مصنوع، محدَث، مربوب اور مدبَّر ہیں۔(۲)

یعنی ان کی خدا کی طرف اضافت اور نسبت تشریفی ہے۔

دوسری روایت میں راوی کہتا ہے:

امام باقرؑ سے میں نے سوال کیا: جو روح حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ میں ہے وہ کیا ہے؟

فرمایا: دو خلق شدہ روحیں ہیں خداوند عالم نے انہیں اختیار کیا اور منتخب کیا: حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو۔(۳)

چوتھے۔امام صادقؑ سے مروی روایات

حضرت امام صادقؑ نے خداوند عالم کے حضرت آدمؑ وحوا سے متعلق کلام ﴿**فبدت لهما سوء اتهما**﴾ "ان کی شرمگاہیں ہویدا ہوگئیں" کے بارے میں فرمایا:

ان کی شرمگاہیں ناپیدا تھیں ظاہر ہوگئیں یعنی اس سے قبل اندر مخفی تھیں۔(۴)

امامؑ نے حضرت آدمؑ سے حضرت جبرئیل کی گفتگو کے بارے میں فرمایا:

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴ ص ۱۲، بحا بر نقل معانی الاخبار اور توحید صدوقؒ (۲) بحار الانوار ج ۴ ص ۱۲، بحوالہ نقل از معانی الاخبار و توحید صدوق. (۳) بحار الانوار ج ۴ ص ۱۳ (۴) بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۶۰، نقل از تفسیر قمی ص ۲۳۱

جب حضرت آدم جنت سے باہر ہوئے تو ان کے پاس جبرئیل نے آ کر کہا: اے آدم! کیا ایسا نہیں ہے کہ آپ کو خداوند عالم نے خود اپنے دست قدرت سے خلق کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو آپ کے سجدہ کا حکم دیا اور اپنی کنیز حوا کو آپ کی زوجیت کے لئے منتخب کیا، بہشت میں جگہ دی اور اسے تمہارے لئے حلال اور جائز بنایا اور بالمشافہ آپ کو نہی کی: اس درخت سے نہ کھانا! لیکن آپ نے اس سے کھایا اور خدا کی نافرمانی کی، آدم نے کہا: اے جبرئیل! ابلیس نے میرے اطمینان کے لئے خدا کی قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اور میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ خداوند عالم کی کوئی مخلوق خدا کی جھوٹی قسم کھا سکتی ہے۔ (۱)

امامؑ نے حضرت آدمؑ کی توبہ کے بارے میں فرمایا:

جب خداوند عالم نے آدم کو معاف کرنا چاہا تو جبرئیل کو ان کی طرف بھیجا، جبرئیل نے ان سے کہا: آپ پر سلام ہو اے اپنی مصیبت پر صابر آدم اور اپنی خطا سے توبہ کرنے والے! خداوند عالم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ایسے مناسک آپ کو تعلیم دوں جن کے ذریعہ آپ کی توبہ قبول کر لے! جبرئیل نے ان کا ہاتھ پکڑا اور بیت کی طرف روانہ ہو گئے اسی اثناء میں آسمان پر ایک بادل نمودار ہوا، جبرئیل نے ان سے کہا جہاں پر یہ بادل آپ پر سایہ فگن ہو جائے اپنے قدم سے خط کھینچ دیجئے، پھر انہیں لیکر منیٰ چلے گئے اور مسجد منیٰ کی جگہ انہیں بتائی اور اس کے حدود پر خط کھینچا، محل بیت کو معین کرنے اور حدود حرم کی نشاندہی کرنے کے بعد عرفات لے گئے اور اس کی بلندی پر کھڑے ہوئے اور ان سے کہا: جب خورشید غروب ہو جائے تو سات بار اپنے گناہ کا اعتراف کیجئے آدمؑ نے ایسا ہی کیا۔ (۲)

پانچویں۔ امام رضاؑ سے مروی روایات

امام رضاؑ نے خداوند عالم کے کلام ''خلقت بیدی'' کے معنی کے بارے میں فرمایا: یعنی اسے میں نے اپنی قوت اور قدرت سے خلق فرمایا: (۳)

آپ سے عصمت انبیاءؑ سے متعلق مامون نے سوال کیا:

اے رسول خداؐ کے فرزند! کیا ایسا نہیں ہے کہ آپ کہتے ہیں انبیاء معصوم ہیں؟

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۹۷، (۱) تفسیر نور الثقلین ج ۳ ص ۲۷۴ بہ نقل عیون اخبار الرضاؑ (۲) بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۹۷

امام نے فرمایا: ہاں، بولا! پھر جو خداوند عالم نے فرمایا﴿فعصی آدم ربه فغوی﴾ اس کے معنی کیا ہیں؟

فرمایا: خداوند عالم نے آدم سے فرمایا: ''تم اور تمہاری زوجہ جنت میں سکونت اختیار کرو اور اس میں جو دل چاہے کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ستمگروں میں سے ہو جاؤ گے'' اور گندم کے درخت کا انہیں تعارف کرایا۔ خداوند عالم نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ: اس درخت اور جو بھی اس درخت کی جنس سے ہو نہ کھانا لہٰذا آدم وحوا اس درخت سے نزدیک نہیں ہوئے یہ دونوں شیطان کے ورغلانے اور اس کے یہ کہنے پر کہ خداوند عالم نے تمہیں اس درخت سے نہیں روکا ہے بلکہ اس کے علاوہ کے قریب جانے سے منع کیا ہے، تمہیں اسکے کھانے سے اس لئے نہی کی ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتہ نہ بن جاؤ اوران لوگوں میں سے ہو جاؤ جو حیات جاودانی کے مالک ہیں اس کے بعد ان دونوں کے اطمینان کے لئے قسم کھائی کہ ''میں تمہارا خیر خواہ ہوں'' آدم وحوا نے اس سے پہلے کبھی یہ نہیں دیکھا تھا کہ کوئی خداوند عالم کی جھوٹی قسم کھائے گا، فریب کھا گئے اور خدا کی کھائی ہوئی قسم پر اعتماد کرتے ہوئے اس درخت سے کھالیا؛ لیکن یہ کام حضرت آدمؑ کی نبوت سے پہلے کا تھا(۱)، آغاز خلقت سے مربوط باقی روایتوں کو انشاءاللہ کتاب کے خاتمہ پر ملحقات کے ضمن میں عرض کریں گا۔

بحث کا خلاصہ

اس بحث کی پہلی فصل میں مذکورہ مخلوقات درج ذیل چار قسموں میں تقسیم ہوتی ہیں۔

۱۔ جو لوگ موت، زندگی، ارادہ اور کامل ادراک کے مالک ہیں اور ان کے پاس نفس امارہ بالسوء نہیں ہوتا وہ لوگ خدا کے سپاہی اور فرشتے ہیں۔

۲۔ جو لوگ، موت، زندگی، ارادہ، درک کرنے والا نفس اور نفس امارہ کے مالک ہیں یہ گروہ دو قسم کا ہے:

الف۔ جن کی خلقت مٹی سے ہوئی ہے وہ حضرت آدمؑ کی اولاد؛ تمام انسان ہیں۔

ب۔ جن کی خلقت جھلسا دینے والی آگ سے ہوئی ہے وہ جنات ہیں۔

۳۔ جو موت، زندگی اور ارادہ رکھتے ہیں لیکن درک کرنے والا نفس نہیں رکھتے اور غور وخوض کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ حیوانات ہیں۔

---

(۱) بحار الانوار ج ۱۱، ص ۱۶۴، بہ نقل عیون اخبار الرضاؑ

۴۔ جو حیوانی زندگی نیز ادراک و ارادہ بھی نہیں رکھتے، جیسے: نباتات، پانی کی اقسام، ماہ و خورشید اور ستارے۔

ہم ان تمام مخلوقات کی انواع و اصناف میں غور و فکر کرتے ہیں تو ہر ایک کی زندگی میں ایک دقیق اور متقن نظام حیات پوشیدہ و مضمر پاتے ہیں جو ہر ایک کو اس کے کمال وجودی کے اعلیٰ درجہ تک پہنچاتا ہے؛ اب ہم سوال کرتے ہیں: جس نے ان انواع و اقسام اور رنگارنگ مخلوقات کے لئے منظم نظام حیات بنایا وہ کون ہے؟ اور اس کا نام کیا ہے؟

یہ وہ بات ہے، جس کے متعلق ہم خدا کی توفیق سے ربوبیت کی بحث میں تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

۴

ربوبیت کی بحثیں

۱۔ رب اور پروردگار

۲۔ رب العالمین کون ہے؟

۳۔ مخلوقات کے بارے میں رب العالمین کی اقسام ہدایت

۱۔رب

اسلامی اصطلاحوں میں سب سے اہم ''رب'' کی اصطلاح ہے کہ اس کے روشن وواضح معنی کا ادراک ہمارے ئے آئندہ مباحث میں ضروری ولازم ہے؛ جس طرح قرآن کریم کی بہت ساری آیات کا کلی طور پر سمجھنا نیز خداوندعزیز کی خصوصی طور پر معرفت وشناخت اس لفظ کے صحیح سمجھنے اور واضح کرنے سے وابستہ ہے نیز پیغمبر، وحی، امام، روز قیامت کی شناخت اور موحد کی مشرک سے پہچان اسی کے سمجھنے ہی پر موقوف ہے لہٰذا ہم ابتدا میں اس کے لغوی معنی اس کے بعد اصطلاحی معنی کی تحقیق کریں گے:

الف۔لغت عرب میں رب کے معنی

''رب'' زبان عربی میں مربی اور تدبیر کرنے والے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، نیز مالک اور صاحب اختیار کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔''رب البیت'' یعنی گھر کا مالک اور''**رب الضیعة**'' یعنی مدبر اموال، پراپرٹی کا مالک اور''رب الفرس'' یعنی گھوڑے کو تربیت کرنے والا یا اس کا مالک۔

ب۔اسلامی اصطلاح میں رب کے معنی

''رب'' اسلامی اصطلاح میں خداوند عالم کے اسمائے حسنیٰ میں شمار ہوتا ہے، نیز رب نام ہے مخلوقات کے خالق اور مالک، نظام حیات کے بانی اور اس کے مربی کا، حیات کے ہر مرحلہ میں، تا کہ ہر ایک اپنے کمال وجودی تک پہنچ سکے۔(۱)

''رب'' قرآن کریم میں کہیں کہیں لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اور ہم اس معنی کو قرینہ کی مدد سے جو دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد رب کے لغوی معنی ہیں سمجھتے ہیں، جیسے حضرت یوسف کی گفتگو اپنے قیدی

---

(۱) راغب اصفہانی نے کلمہ''رب'' کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو خلط وملط کر دیا ہے اور ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا ہے، کیونکہ مربی شے تمام مراحل کے طے کرنے میں درجہ کمال تک پہنچنے تک یہ معنی خاص طور پر اسلامی اصطلاح میں ہیں جبکہ راغب نے اس کو تمام معنی میں ذکر کیا ہے۔

ساتھیوں سے کہ ان سے فرمایا:

۱۔﴿أأرباب متفرقون خيرأمُ الله الواحد القهار﴾(۱)

آیا چندگانہ مالک بہتر ہیں یا خداوند عالم واحد وقہار؟

۲۔﴿وقال للذی ظن انه ناج منهما اذكرنی عند ربك﴾ (۲)

جسکی رہائی اور آزاد ہونے کا گمان تھا اس سے کہا: میرا ذکر اپنے مالک کے پاس کرنا۔

جہاں پر ''رب'' مطلق استعمال ہوا ہے اور کسی چیز کی طرف منسوب نہیں ہوا ہے وہاں مراد خداوند متعال ہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے:

﴿بلدة طيبة ورب غفور﴾(۳)

''پاک وپاکیزہ سرزمین اور غفور پروردگار''

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی بنا پر ''رب'' لغت عرب اور اسلامی اصطلاح میں مالک اور مربی کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس کے علاوہ اسلامی اصطلاح میں نظام حیات کے مؤسس اور بانی کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جو زندگی کے تمام مراحل میں درجہ کمال (۴) تک پہنچنے کے لئے پرورش کرتا ہے اور اسی کے ساتھ مربی کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، اس اضافہ کی صورت میں کامل مربی کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اصطلاحی ''رب'' کے دو معنی ہوئے یا اس کے معنی دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

راغب اصفہانی مادہ ''قرء'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

کوئی اسم بھی اگر ایک ساتھ دو معنی کے لئے وضع کیا جائے تو جب بھی تنہا استعمال ہوگا دونوں ہی معنی مراد ہوں گے، جیسے ''مائدہ'' جو کہ کھانے اور دسترخوان دونوں ہی کے لئے ایک ساتھ وضع ہوا ہے لیکن تنہا تنہا بھی ہر ایک کو ''مائدہ'' کہتے ہیں۔

''رب'' کے معنی لغت عرب میں بھی اسی قسم کے ہیں، کبھی مالک تو کبھی مربی کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اسلامی اصطلاح میں کبھی تربیت کرنے والے مالک اور کبھی اس کے بعض حصہ کے معنی میں استعمال

---

(۱) یوسف ر۳۹ (۲) یوسف ر۴۲ (۳) سبا ر۱۵ (۴) کلمہ ''رب'' کلمہ ''صلاۃ'' کے مانند ہے کہ جو لغت عرب میں ہر طرح کے دعا کے معنی میں ہے اور شریعت اسلام میں مشہور اور رائج ''نماز'' کے معنی میں ہے۔

ہوا ہے یعنی نظام زندگی کے بانی اور اس کا قانون بنانے والے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسے خداوند عالم کا کلام کہ فرمایا:

﴿اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ﴾ (۱)

(یہود و نصاریٰ نے) اپنے دانشوروں اور راہبوں کو خدا کے مقابل قانون گزار بنالیا۔

(۱) توبہ/۳۱

۲۔رب العالمین اور اقسام ہدایت

مقدمہ:

''رب العالمین'' کی بحث درج ذیل اقسام میں تقسیم ہوتی ہے۔

الف۔''رب العالمین'' کے معنی اور اس کی توضیح وتشریح۔

ب۔اس کا خداوند جلیل میں منحصر ہونا۔

ج۔رب العالمین کی طرف سے ہدایت کی چہارگانہ انواع کا بیان درج ذیل ہے:

۱۔فرشتوں کی ہدایت جو موت، زندگی، عقل اور ارادہ رکھتے ہیں، لیکن نفس امارہ بالسوء نہیں رکھتے ان کی ہدایت بلاواسطہ خداوند عالم کی تعلیم سے ہوتی ہے۔

۲۔انسان و جن کی ہدایت جو موت، زندگی، عقل و ارادہ کے ساتھ ساتھ نفس امارہ بالسوء بھی رکھتے ہیں ان کی ہدایت پیغمبروں کی تعلیم اور انذار کے ذریعہ ہوتی ہے۔

۳۔موت و زندگی کے حامل حیوانات جو عقل اور نفس امارہ بالسوء نہیں رکھتے ان کی ہدایت الہام غریزی کے تحت ہوتی ہے۔

۴۔بے جان اور بے ارادہ، موجودات کی ہدایت، تسخیری ہے۔

الف:۔قرآن کریم میں رب العالمین کے معنی

خداوند متعال نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔﴿سبح اسم ربك الاعلیٰ☆الذی خلق فسوی☆ و الذی قدر فهدی☆ و الذی اخرج المرعیٰ☆فجعله غثاء اَحوی﴾

خداوند مہربان ورحیم کے نام سے

اپنے بلند مرتبہ خدا کے نام کو منزہ شمار کرو جس خدا نے منظم طریقہ سے خلق کیا وہی جس نے اندازہ گیری کی اور ہدایت کی وہ جس نے چراگاہ کو وجود بخشا پھر اسے خشک اور سیاہ کر دیا۔(۱)

۲۔﴿ربنا الذی اعطیٰ کل شیء خلقه ثم هدی﴾

ہمارا خدا وہی ہے جس نے ہر چیز کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا اور اس کے بعد ہدایت فرمائی۔(۲)

۳۔﴿خلق کل شیء فقدره تقدیرا﴾

اس نے ساری چیزوں کو خلق کیا اور نہایت دقت وخوض کیساتھ اندازہ گیری کی۔(۳)

٤۔﴿وعلّم آدم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملائکة فقال انبئونی باسماء هؤلآء ان کنتم صادقین☆ قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم﴾

اسرار آفرینش کے تمام اسماء کا علم آدم کو سکھایا پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: اگر سچے ہو تو ان کے اسماء مجھے بتاؤ!

فرشتوں نے کہا: تو پاک و پاکیزہ ہے! ہم تیری تعلیم کے علاوہ کچھ نہیں جانتے؛ تو دانا اور حکیم ہے۔(۴)

٥۔﴿شرع لکم من الدین ما وصیٰ به نوحاً و الذی اوحینا الیك و ما وصینا به ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ ان اقیموا الدین و لا تتفرقوا فیه...﴾

اس نے تمہارے لئے ایک آئین اور نظام کی تشریع کی جس کی نوح کو وصیت کی تھی اور جو کچھ تم پر وحی کی ہے اور ابراہیم موسیٰ، عیسیٰ کو جس کی سفارش کی ہے وہ یہ ہے کہ دین قائم کرو اور اس میں تفرقہ اندازی نہ کرو۔(۵)

٦۔﴿انا اوحینا الیك کما اوحینا الیٰ نوحٍ و النبیین من بعده و اوحینا الیٰ ابراهیم و اسماعیل و اسحق و یعقوب و الاسباط و عیسیٰ و ایوب و یونس و هارون و سلیمان و آتینا داود زبوراً و رسلاً قد قصصنا هم علیك من قبل و رسلاً لم نقصصهم علیك و کلم الله موسیٰ

(۱) اعلیٰ ۱/۵۔(۲) طہ ۵۰/(۳) فرقان ۲/(۴) بقرہ ۳۱/۔۳۲ (۵) شوریٰ ۱۳/

تکلیماً ☆ رسلاً مبشرین و منذرین... ﴾

ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی کی جس طرح نوح اور ان کے بعد کے انبیاء کی طرف وحی کی تھی اور ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب، اسباط، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی ہے اور داؤد کو ہم نے زبور دی، کچھ رسول ہیں جن کی سرگزشت اس سے قبل ہم نے تمہارے لئے بیان کی ہے؛ نیز کچھ رسول ایسے بھی جن کی داستان ہم نے بیان نہیں کی ہے؛ خداوند عالم نے موسیٰ سے بات کی، یہ تمام رسول ڈرانے والے اور بشارت دینے والے تھے...(۱)

۷۔﴿نزل علیك الكتاب بالحق مصدقاً لما بین یدیه و انزل التوراة و الأنجیل من قبل هدیً للناس...﴾

اس نے تم پر کتاب، حق کے ساتھ نازل کی، جو گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے توریت اور انجیل لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کی۔ (۲)

۸۔﴿وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون﴾

میں نے جن وانس کو صرف اپنی بندگی اور عبادت کے لئے خلق کیا۔ (۳)

۹۔﴿یا معشر الجن و الانس الم یأتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی و ینذرونکم لقاء یومکم هذا قالوا شهدنا علیٰ انفسنا و غرتهم الحیوٰة الدنیا و شهدوا علیٰ انفسهم انهم کانوا کافرین﴾

اے گروہ جن وانس! کیا تمہارے پاس تم میں سے کوئی رسول نہیں آئے کہ ہماری آیتوں کو تمہارے لئے بیان کرتے اور تمہیں ایسے دن کی ملاقات سے ڈراتے؟!

ان لوگوں نے کہا: (ہاں) ہم اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں؛ اور انہیں زندگانی دنیا نے دھوکہ دیا: اور اپنے نقصان میں گواہی دیتے ہیں اسلئے کہ وہ کافر تھے! (۴)

۱۰۔﴿و اذ صرفنا الیك نفراً من الجن یستمعون القرآن فلما حضروه قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الیٰ قومهم منذرین ☆ قالوا یاقومنا انا سمعنا کتاباً انزل من بعد موسیٰ مصدقاً لما بین یدیه یهدی الیٰ الحق و الیٰ طریق مستقیم ☆ یا قومنا اجیبوا داعی الله و آمنوا به یغفرلکم

(۱) نساء/۱۶۳۔۱۶۵ (۲) آل عمران/۳۔۴ (۳) ذاریات/۵۶ (۴) انعام/۱۳۰

من ذنوبکم و یجرکم من عذاب الیم☆و من لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجزٍ فی الارض و لیس لہ من دونہ اُولیاء اولئک فی ضلالٍ مبین﴾۔

اور جب ہم نے جن کے ایک گروہ کو تمہاری طرف متوجہ کیا تا کہ قرآن مبین کو سنیں؛ جب سب ایک جگہ ہوئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے: خاموش رہو! اور جب تلاوت تمام ہوگئی تو اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور انہیں ڈرایا! اور کہا: اے میری قوم! ہم نے ایک ایسی کتاب کی تلاوت سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے اور گزشتہ کتابوں کی تصدیق بھی کرتی ہے اور راہ راست اور حق کی ہدایت کرتی ہے؛ اے میری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی آواز پر لبیک کہو اور اس پر ایمان لاؤ تا کہ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے! اور جو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا جواب نہیں دے گا، وہ کبھی زمین میں عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا اور اس کیلئے خدا کے علاوہ کوئی یار و مددگار بھی نہیں ہے، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔(۱)

۱۱۔﴿قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجباً، یھدی الیٰ الرشد فامنا بہ ولن نشرك بربنا احداً☆ و انہ تعالیٰ جد ربنا ما اتخذ صاحبۃً و لا ولداً☆ و انہ کان یقول سفیھنا علیٰ اللہ شططاً☆ وانا ظننا ان لن تقول الانس و الجن علیٰ اللہ کذباً☆و انہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقاً☆ و انھم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احداً☆ و انا لمسنا السماء فوجدنا ھا ملئت حرساً شدیداً و شھباً☆و انا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الآن یجد لہ شھاباً رصداً و انا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام ارادبھم ربھم رشداً☆ وانا منا الصالحون و منا دون ذلك کنا طرائق قدداً☆ و انا ظننا ان لن نعجز اللہ فی الارض و لن نعجزہ ھرباً☆ و انا لما سمعنا الھدی آمنا بہ فمن یومن بربہ فلا یخاف بخساً ولا رھقاً☆ وانا منا المسلمون ومنا القاسطون فمن اسلم فاُولئك تحروا رشداً☆ و اما القاسطون فکانوا لجھنم حطباً☆ و ان لو استقاموا علیٰ الطریقۃ لاسقیناھم ماءً غدقاً☆ لنفتنھم فیہ و من یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذاباً صعداً﴾

کہو! میری طرف وحی کی گئی ہے کہ کچھ جنوں نے میری باتوں پر توجہ دی اور بولے: ہم نے ایک عجیب

(۱) احقاف/۲۹۔۳۲

قرآن سنا ہے جو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، تو ہم اس پر ایمان لائے اور کبھی کسی کو اپنے پروردگار کا شریک قرار نہیں دیں گے یقیناً ہمارے پروردگار کی شان بہت بلند ہے اور اس نے کبھی کوئی فرزند اور بیوی منتخب نہیں کیا ہے اور یہ ہمارا سفیہ (ابلیس) تھا جس نے خدا کے بارے میں ناروا اور غیر مناسب باتیں کی ہیں! اور ہم گمان کرتے تھے کہ جن وانس کبھی خدا کی طرف جھوٹی نسبت نہیں دیتے! اور اب یہ حال ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگتے ہیں؛ لیکن ان لوگوں نے اپنی گمراہی اور ضلالت میں اضافہ ہی کیا! اور ان لوگوں نے تمہاری طرح یہ گمان کیا ہے کہ خدا کبھی کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔

ہم نے آسمانوں کی تلاشی لی، تو سب کو قوی ہیکل محافظوں اور نگہبانوں سے پر اور شہابی تیروں سے چھلکتا ہوا پایا! ہم اس سے پہلے چوری چھپے باتیں سننے کے لئے آسمانوں پر کمین کر کے بیٹھ جاتے تھے: لیکن اب یہ ہے کہ اگر کوئی چوری چھپے سننا چاہے تو ایک شہاب اس کے گھات میں لگا رہتا ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ آیا اہل زمین کے بارے میں کسی برائی کا ارادہ ہوا ہے یا ان کے پروردگار کا ارادہ ہے کہ ان کی ہدایت کرے؟!

ہمارے درمیان صالح اور غیر صالح دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں اور ہم مختلف گروہ ہیں! نیز ہمیں یقین ہے کہ ہم زمین پر کبھی ارادہ الٰہی پر غالب نہیں آسکتے اور کبھی اس کے قبضہ قدرت سے فرار نہیں کر سکتے!

جب ہم نے قرآن کی ہدایت سنی تو ہم اس پر ایمان لائے؛ اور جو بھی اپنے پروردگار پر ایمان لائے وہ ظلم ونقصان سے خوفزدہ نہیں ہوگا!

اور یہ بھی ہے کہ ہم میں سے بعض گروہ مسلمان ہیں تو بعض ظالم، لہٰذا جو بھی اسلام قبول کرے گویا راہِ رشد و ہدایت کا مالک ہوگیا لیکن ظالمین دوزخ کا ایندھن ہیں!

اور اگر وہ لوگ (جن وانس) اسلام کی راہ میں اپنی ثبات قدمی اور پائداری کا ثبوت دیں تو کثیر پانی سے ہم انہیں سیراب کریں گے اس غرض سے کہ انہیں ہم آزمائیں اور جو یاد الٰہی سے غافل ہو جائے اسے وہ شدید اور وحشتناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔(۱)

۱۲۔﴿ اوحیٰ ربک الیٰ النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً و من الشجر و مما

(۱)جن/۱۔۱۷

یعرشون☆ ثم کلی من کل الثمراتِ فاسلکی سبل ربك ذللاً یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ان فی ذالك لآیة لقوم یتفکرون﴾

تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی (بعنوان الہام غریزی) کہ پہاڑوں، درختوں اور گھروں کی بلندیوں میں اپنے گھر کو بنائے پھر تمام پھلوں کو کھائے اور جن راستوں کو تمہارے پروردگار نے معین کیا ہے نہایت متانت اور نرمی سے طے کرے اس کے اندر سے مختلف قسم کے شربت نکلتے ہیں جس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے؛ یقیناً اس چیز میں صاحبان عقل وہوش کے لئے کھلی ہوئی نشانی ہے۔(۱)

۱۳۔﴿ان ربکم الله الذی خلق السمٰوات و الارض فی ستة ایام ثم استویٰ علیٰ العرش یغشی اللیل النهار یطلبه حثیثاً و الشمس و القمر و النجوم مسخراتٍ بِأمره الا له الخلق و الأمر تبارك الله رب العالمین﴾(۲)

تمہارا پروردگار وہ خدا ہے جس نے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں خلق کیا پھر عرش کی تدبیر کی جانب متوجہ ہوا، شب کو جو تیزی کے ساتھ دن کا پیچھا کر رہی ہے دن پر ڈھانپ دیتا ہے اور سورج، چاند اور ستاروں کو خلق کیا کہ سب اس کے فرمان کے سامنے مسخر ہیں آگاہ رہو کہ تخلیق اور امر تدبیر اسی کا کام ہے خدا رب العالمین اور نہایت بابرکت اور بلند و بالا ہے۔

ب:۔خداوند ذوالجلال میں ربوبیت کا منحصر ہونا

خداوند عالم اس سلسلے میں فرماتا ہے:

۱۔﴿ان ربکم الله الذی خلق السمٰوات و الارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنه ذلکم الله ربکم فاعبدوه افلا تذکرون☆ الیه مرجعکم جمیعا وعد الله حقا انه یبدؤ الخلق ثم یعیده لیجزی الذین ءآمنو و عملوا الصالحات بالقسط و الذین کفروا لهم شراب من حمیم و عذاب الیم بما کانوا یکفرون☆ هو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورا و قدره منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب ما خلق الله ذلك الا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون﴾(۳)

---

(۱) نحل/۶۸۔۶۹ (۲) سورۂ اعراف/۵۴ (۳) یونس/۳۔۵

بیشک تمہارا پروردگار ایسا خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں خلق کیا پھر عرش پر غالب آیا اور تمام امور کی تدبیر میں مشغول ہوگیا کوئی اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرنے والا نہیں ہے: تمہارا پروردگار اللہ ہے، لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور پھر تم کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟! تم سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے، خدا کا وعدہ سچا ہے وہی یقیناً مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے، پھر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا تا کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے ان کو انصاف کے ساتھ جزائے خیر عطا فرمائے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے ان کی کفر کی سزا میں پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا، وہی ہے جس نے سورج کو روشنی دی اور چاند کو تابندہ بنایا اور ان کے لئے منزلیں قرار دیں تا کہ سال کی تعداد اور دوسرے حساب لگا سکو یہ سب خدا نے صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ وہ صاحبان علم کیلئے اپنی آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے ۔

۲۔ ﴿قل ءَاِنّکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین و تجعلون له انداداً ذلك رب العالمین☆ و جعل فیها رواسی من فوقها و بارك فیها و قدر فیها اقواتها فی اربعة ایام سواء للسائلین ☆ ثم استویٰ الیٰ السماء و هی دخان فقال لها و للارض ائتیا طوعاً او کرهاً قالتا اتینا طائعین ☆ فقضاهن سبع سمٰوٰتٍ فی یومین و اوحیٰ فی کل سماء امرها و زینا السماء الدنیا بمصابیح و حفظا ذلك تقدیر العزیز العلیم﴾

کہو: آیا تم لوگ اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں خلق کیا اور اس کے لئے مثل و نظیر قرار دیتے ہو؟! جبکہ عالمین کا رب ہے وہی ہے جس نے زمین کے سینہ پر استوار و محکم پہاڑوں کو جگہ دی اور اس میں برکت اور زیادتی بخشی اور خواہشمندوں کی ضرورت کے مطابق اس میں غذا کا انتظام کیا؛ پھر اس کے بعد آسمان کی خلقت شروع کی جبکہ وہ دھوئیں کی شکل میں تھا؛ اس کو اور زمین کو حکم دیا: موجود ہو جاؤ، خواہ برضا و رغبت خواہ بہ جبر و اکراہ: انہوں نے کہا: ہم بعنوان اطاعت آتے ہیں! پھر انہیں سات آسمان کی صورت میں دو دن میں خلق کر دیا اور ہر آسمان کو اس سے متعلق امور کی وحی کر دی اور نچلے آسمان کو چراغوں سے زینت دی اور شیاطین کے رخنہ سے محفوظ رکھا: یہ ہے خداوند قادر و عالم کی تقدیر۔(۱)

---

(۱) فصلت/۹۔۱۲

کلمات کی تشریح

۱۔سبح: نزّہ ،یعنی خدا کو پاکیزہ ترین وجہوں سے یاد کیا، یا ''سبحان اللہ'' کہا، یعنی خدا کو ہر طرح کے نقص وعیب سے پاکیزہ اور مبرا خیال کیا۔ تسبیح مطلق عبادت و پرستش کے معنی میں بھی ہوا ہے خواہ رفتار میں ہو یا کردار میں یا نیت میں۔

۲۔اسم: اسم کے، جیسا کہ پہلے بھی بیان کر چکے ہیں دو معنی ہیں۔

الف۔وہ لفظ جو اشیا کی نامگذاری کے لئے رکھتے ہیں جیسے: ''مکہ'' اس شہر کا نام ہے جہاں مسلمانوں کا قبلہ، کعبہ ہے اور ''قرآن'' اس کتاب کا نام ہے جسے خداوند عالم نے خاتم الانبیاء پر نازل کیا ہے۔

ب۔اسم الشیء ، ہر چیز کی مخصوص صفت جو اس کی حقیقت کو روشن و آشکار کر دیتی ہے، آیت میں اسم سے مراد یہی معنی ہے۔

۳۔ربک: تمہارا پروردگار، نظام بخشنے والا اور تمہارے لئے قانون گزار جیسا کہ گزر چکا۔

۴۔اعلیٰ: برتر، آیت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ خداوند عالم اس بات سے کہیں بلند و بالا ہے کہ کسی چیز سے اس کا مقایسہ کیا جائے۔

۵۔خلق: پیدا کیا، خلق کی تفسیر اس کلام میں ملتی ہے جو خداوند عالم موسیٰ کی زبانی فرعون سے بیان کرتا ہے: ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر موجود کو اس کی آفرینش کے مطابق ہر ضروری شے عطا کی پھر اس کے بعد ہدایت کی۔(۱) یعنی ہمارے پروردگار نے سب چیز کو کامل، مناسب اور دقیق پیدا کیا ہے۔

۶. سوّیٰ: اندازہ لگایا اور منظم کیا یعنی کمی و زیادتی سے محفوظ کرتے ہوئے متعادل اور مناسب خلق کیا۔(۱) ہر چیز کا تسویہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اس چیز کو راہ کمال اور اس سمت میں جس کے لئے ایجاد ہوئی ہے جہت دی جائے۔

خداوند عالم سورۂ انفطار میں فرماتا ہے: ''اے انسان کس چیز نے تمہیں تمہارے کریم پروردگار کے مقابل مغرور بنا دیا؟! وہی خدا جس نے تمہیں پیدا کیا، منظم بنایا اور ہر جہت سے درست کیا؟(۲) اس آیت میں دونوں معنی: منظم کرنا اور راہ کمال و سعادت کی طرف لے جانا پیش نظر ہے، خلق کا تسویہ یا اس کو ہر جہت

---

(۱) طہ/۵۰ (۲) انفطار/۶۔۷

سے منظم کرنا چار طرح سے ہے:

۱۔ انسان کا تسویہ

انسان پہلے نطفہ سے خلق ہوتا ہے اور خلقت کے معین مراحل، میں اس کی خلقت اولیہ، جنین ہونے کے دوران تمام ہوتی ہے، خداوند عالم اسے وہ بھی عطا کرتا ہے جن سے وہ تمام اعضاء و جوارح ہدایت پاتا ہے جیسے: کان، آنکھ اور دیگر حواس بھی عطا کرتا ہے جن سے وہ علم و دانش کو کسب کرتا ہے اور قوائے فکری اور مغز جو اس کی معلومات کا خزانہ ہوتی ہیں اور عقل و خرد جس کے ذریعہ وہ صحیح اور غلط کو جدا کرتا ہے یہ سب اس کی سرشت میں جاگزین کرتا ہے۔اور تعلیم و تعلم (افادہ و استفادہ) کی صلاحیت اپنے جیسوں سے زبان و قلم کے ذریعہ اس کے اندر پیدا کرتا ہے، جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

۱۔﴿خلق الانسان ، علمه البيان﴾

اس (خدا) نے انسان کی تخلیق کی اور اسے بیان کا طریقہ سکھایا۔(۱)

۲۔﴿ اقرأ باسم ربك الذی خلق☆ خلق الانسان من علق☆ اقرأ و ربك الاكرم☆ الذی علم بالقلم☆ علم الانسان ما لم يعلم﴾

اپنے خالق رب کے نام سے پڑھو، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھو کہ تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور جو انسان نہیں جانتا تھا اس کی تعلیم دی۔(۲)

قلم اور بیان کے ذریعہ سیکھنا اور سکھانا عطیۂ خداوندی ہے کہ اس نے صرف اور صرف انسان کو یہ دو خصوصیتیں عطا کی ہیں۔

۲۔ حیوان کا تسویہ

حیوان کا تسویہ خلقت میں اس کے اندر ایجاد غریزہ کے ذریعہ کامل ہوتا ہے، ایسا غریزہ جس کے ذریعہ زندگی کا وہ طریقہ جو اس کی اپنی حیوانی سرشت سے مناسبت رکھتا ہو، تنظیم پاتا ہے۔

---

(۱) الرحمن/۳-۴

(۲) علق/۱-۵

۳۔ مسخرات خلقت کا تسویہ

خدا فرماتا ہے:ا۔ ﴿وسخر الشمس و القمر کل یجری لاجلٍ مسمیً ذلکم الله ربکم﴾(۱)
اوراس نے سورج، چاند کو مسخر کیا، ہر ایک معین مدت تک متحرک رہتے ہیں یہ ہے خداوند عالم جو تمہارا رب ہے۔

۲۔ ﴿ والشمس و القمر و النجوم مسخرات بامره الا له الخلق ☆ و الأمر تبارك الله رب العالمين﴾ (۲)

سورج چاند اور ستارے اس کے حکم کے پابند ہیں آ گاہ رہو کہ تخلیق و تدبیر اسی کیلئے ہے بابرکت اور بلند ہے خدا جو عالمین کا رب ہے۔

۴۔ فرشتوں کا تسویہ

فرشتوں کا تسویہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے انہیں ایسی سرشت وطبیعت کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ:

﴿لا یعصون الله ما امرهم و یفعلون ما یؤمرون﴾(۳)

وہ کبھی اوامر الٰہی کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو انہیں حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

مادی تسویہ اور سامان دہی کے کامل معنی: قدر فهدی کی تفسیر کے ذیل میں آئندہ بیان ہوگا۔

۷۔ قدر: اندازہ کیا، خداوند متعال کا اندازہ اور تقدیر کرنا ایسے موارد میں جن کی تفسیر و توضیح ہم چاہتے ہیں۔ یعنی: خداوند عالم نے ہر چیز کی حیات کا نظام کچھ اس طرح تنظیم کیا ہے جو اس کی سرشت اور خلقت سے مناسبت اور موزونیت رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿و خلق کل شیء فقدّره تقدیرا﴾(۴)

اس نے تمام چیزوں کو خلق کیا اور اس کو بالکل درست اور صحیح اندازے (کہ جس میں سرمو بھی فرق نہیں ہے) کے مطابق بنایا ہے۔

۸۔ هدی: اس نے ہدایت کی، مخلوقات کی خالق کی طرف سے ہدایت چار قسم کی ہے:

---

(۱) فاطر/۱۳ (۲) اعراف/۵۴ (۳) سورۂ تحریم/۶ (۴) سورۂ فرقان/۲

الف۔ سکھانا (تعلیم)

ب۔ الہام غریزی

ج۔ مسخر کرنا

د۔ پیغمبروں کے ذریعہ وحی پہنچانا

قدر و هدی: ان دوکلموں کی مکمل توضیح تفسیر آیات کے ذیل میں آئے گی۔

۹۔ غثاءً: ایک دوسرے سے الگ اور جدا خشک گھاس

۱۰۔ احوی: ایسی گھاس جو سبزہ کی زیادتی کی وجہ سے سیاہی مائل ہو۔

۱۱۔ وحی:

الف۔ وحی لغت میں: وحی لغت میں اشارہ، ایماء، آہستہ بات کرنے اور کوئی بات کان میں کہنے، الہام، حکم دینے اور بات القاء کرنے کو کہتے ہیں۔

ب۔ وحی اسلامی اصطلاح میں؛ کلام الٰہی ہے جسے خدا اپنے پیغمبروں پر القاء کرتا ہے خواہ پیغمبر فرشتۂ وحی کو دیکھے اور اس کی بات سنے، جیسے جبرئیل کا خاتم الانبیاء تک پیغام پہنچانا یا صرف اللہ کی بات سنے اور کچھ نہ دیکھے جس طرح موسیٰ نے اللہ کی بات سنی یا یہ کہ نیند میں خواب کے ذریعہ ہو جیسا کہ خداوند عالم نے ابراہیم کے قول کی خبر دی ہے جو انہوں نے اپنے فرزند اسمٰعیل سے کہا ہے: ﴿انی اری فی المنام انی اذبحک﴾ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں یا اس کے علاوہ وحی جو صرف خدا جانتا ہے اور صرف اس کے پیغمبر صلوات اللہ علیہم اجمعین اسے درک کرتے ہیں۔

اسلامی اصطلاح میں مذکور وحی کے استعمال کے بعض مواقع جو قرآن کریم میں آئے ہیں تقریباً ''خدا کی پیغمبروں کو وحی'' کے باب میں ہم نے ذکر کیا ہے لیکن وحی لغوی کا قرآن کریم میں استعمال اس طرح ہوا ہے:

۱۔ ﴿فخرج علیٰ قومه من المحراب فاوحیٰ الیهم ان سبحوا بکرة و عشیاً﴾

(زکریا) محراب عبادت سے نکل کر اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور ان کی طرف اشارہ کیا صبح وشام خدا کی تسبیح کرو! (۱)

(۱) مریم/۱۱

۲۔﴿ان الشیاطین لیوحون الیٰ اولیائھم﴾

شیاطین اپنے دوستوں کو کچھ مطالب القاء کرتے ہیں، یعنی ان کے دلوں میں برے خیالات اور زشت نظریات ڈالتے ہیں۔(۱)

۳۔﴿و اوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیہ﴾

موسیٰ کی ماں کو ہم نے الہام کیا کہ اسے دودھ پلاؤ۔(۲)

٤۔﴿و اوحی ربك الیٰ النحل﴾

تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی۔(۳)

یعنی شہد کی مکھی کو الہام غریزی کے ذریعہ اس طرح زندگی کا طریقہ الہام کیا، اس لئے کہ خداوند عالم نے اپنی ربوبیت کے اقتضا کے مطابق حیوانات کی ہر صنف میں ایک غریزہ ودیعت کیا ہے جو اس کی سرشت اور فطرت سے مناسبت رکھتا ہے۔

۱۲. **استوی:** غالب آیا، کلمہ استوی جب ''علیٰ'' کے ساتھ متعدی ہو تو غلبہ اور تسلط کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ صفات رب کی بحث میں آئندہ ذکر ہوگا۔

۱۳. **عرش:** لغت میں سقف دار بلند جگہ کو کہتے ہیں، بادشاہوں کے تخت کو بھی اس کی بلندی کے اعتبار سے عرش کہتے ہیں اور اسے اس کی قدرت، سلطنت اور حکومت سے کنایہ کرتے ہیں لسان العرب میں ذکر ہوا ہے: ثل عرشھم، یعنی خداوند عالم نے ان کی حکومت اور سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا۔(۴)

۱۴. **ضیاء:** نورانی اجسام سے جو چیز پھیلتی ہے اور نور سے قوی اور وسیع ہوتی ہے، ضوء، روشنی بخش ہے، جیسے سورج کا نور اور آگ کا نور اور نور اپنے علاوہ سے کسب نور کرتا ہے جیسے چاند کی روشنی۔

۱۵. **امر:** امر کے دو معنی ہیں:

الف۔ کسی کام کا طلب کرنا جو کہ نہی کی ضد ہے اس کی جمع اوامر آتی ہے۔

ب۔ شان، کام اور حال جس کی جمع امور آتی ہے۔

۱۶. **سخر:** رام کیا، سدھارا، خاضع اور ذلیل کیا؛ اسے معین ہدف کی راہ میں روانہ کیا؛ مسخر جو چیز قہر و غلبہ کے ذریعہ رام ہوتی ہو۔

---

(۱) انعام/۱۲۱ (۲) قصص/۷ (۳) نحل/۶۸ (۴) مادہ ''عرش'' کے لئے مفردات راغب، معجم الوسیط اور قاموس قرآن ملاحظہ ہو۔

۱۷. رواسی: راسی کی جمع ہے ثابت اور استوار پہاڑ۔

آیات کی تفسیر

آیات کی مفصل تفسیر '' قدر '' اور '' فهدی '' کلموں کی توضیح کے لئے ہم ذکر کر رہے ہیں:

الف۔ '' قـدر '' کی تفسیر: خداوند عزیز نے سورۂ فصلت کی آیتوں میں تخلیق و آفرینش کو اپنی ذات اقدس '' رب العالمین '' سے مخصوص اور منحصر کیا ہے پھر اس کے بعد اس کو منظم کرنا اور کیفیت تقدیر نظام اور اس کے باقی رہنے کا ذکر کیا ہے:

﴿و جعل فيها رواسي من فوقها و بارك فيها و قدّر فيها اقواتها في أربعة أيام﴾

اس نے چار دن میں زمین کے سینے پر محکم اور استوار پہاڑوں کو جگہ دی اور اس میں برکت اور زیادتی بخشی اور خواہشمندوں اور اہل ضرورت کی ضرورت کے بقدر غذا کا انتظام کیا۔(۱)

آسمان کے سلسلے میں فرمایا: اس کی سات آسمان کی صورت میں تخلیق دو روز میں تمام ہوئی ہے اور ہر آسمان میں اس سے متعلق امور کی وحی فرمادی ہے اور آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی یہ ساری کی ساری عزیز اور دانا پروردگار کی تقدیر شمار کی جاتی ہے۔

اس سلسلے میں کہ کس طرح فرمان الٰہی نظام خلقت کے مطابق باقی رہنے کے لئے مخلوقات کو صادر ہوا، فرماتا ہے:

﴿ان ربكم الله الذى خلق السمٰوات و الارض فى ستة ايام ثم استوىٰ علىٰ العرش يدبر الأمر﴾

تمہارا پروردگار وہ خدا ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ دنوں میں خلق کیا پھر عرش پر غالب آیا اور تدبیر امور میں مشغول ہو گیا۔(۲)

ان کے امر کی تدبیر، یعنی خلقت کے بعد ان کی تربیت اور پرورش ہے اور یہ کہ تمام انسانوں کا رب تنہا وہ ہے لہٰذا صرف اس کی عبادت کرو، خداوند عالم نے اس کے بعد کچھ تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ پروردگار وہی ہے جس نے خورشید کو روشنی بخشی اور چاند کو تابندگی اور اس کے لئے منزلیں قرار دیں۔

---

(۱) فصلت/۱۰ (۲) یونس/۳

ان آیات کے بعد یہ استفادہ ہوتا ہے کہ: قدرہ تقدیرا، یعنی اس کے لئے معین و منظم مدبرانہ نظام قرار دیا۔

ب۔ ہدی؛ سورۂ فصلت اور یونس میں جہاں آسمانوں اور زمین، ماہ و خورشید کے لئے خدا کی ربوبیت کا تذکرہ ہے ''تربیت رب'' کا ذکر صرف انہیں کے بارے میں استعمال ہوا ہے لیکن سورۂ ''اعلیٰ'' میں تمام مخلوقات سے متعلق تربیت کی بات کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الذی خلق فسوی و الذی قدر فهدی﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ جس پروردگار نے ان مخلوقات کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا ہے خود اسی نے انہیں منظم بھی کیا ہے اور ہر نوع اور صنف کے لئے جو تقدیر معین کی ہے اس کے ذریعہ انہیں ہدایت پذیری کے لئے آمادہ بھی کیا ہے بعنوان مثال حیوان کی چراگاہ کی مثال دی ہے اور اسی سے ملتا جلتا مضمون بیان کیا ہے: تمام حیوانات کا پروردگار وہی ہے جس نے زمین کا سینہ چاک کر کے حیوانوں کی چراگاہ بنائی ہے۔ اور اسے کمال وجودی کے مرتبہ پر فائز ہونے تک پرورش کی ہے یہاں تک کہ شدید سیاہی مائل سبزہ ہو جائے اس کے بعد اسے شدید ہریالی کے ساتھ خشک بنا دیا! خداوند عالم نے چہارگانہ صنفوں کی ہدایت کی کیفیت بہت ساری دیگر آیتوں میں بھی بیان کی ہے کہ جس کو ہم آئندہ بحث میں بیان کریں گے۔

۳۔ اصناف خلق کے لئے رب العالمین کی اقسام ہدایت

اس حصہ میں ہم اصناف موجودات کے لئے ہدایت الٰہی کے اقسام کی تحقیق کریں گے، ان کے تخلیقی زمانہ کی ترتیب کے اعتبار سے بحث کریں گے، خدا نے پہلے فرشتوں کو خلق کیا کیونکہ وہ لوگ خلقت میں خدا کی سپاہ اور عرش ربوبی کے حامل ہیں، اس کے بعد زمان و مکان، آسمان و زمین کی تخلیق کا تذکرہ کیا اور جو کچھ جانداروں کی ضرورت جیسے پانی، نباتات بلکہ تمام ضروریات زندگی کو ان کے اختیار میں قرار دیا پھر جن اور حیوانات کی تخلیق کی اور انسان کو اس کی تمام ضروریات کی تخلیق کے بعد پیدا کیا۔

مذکورہ اصناف کے لئے "رب العالمین" کی انواع ہدایت کی تشریح درج ذیل ترتیب سے بیان کرتے ہیں:

پہلی۔ فرشتوں کی بلاواسطہ تعلیم

خداوند عالم نے فرشتوں سے متعلق فرمایا:

﴿اذ قال ربك للملائكة انی جاعل فی الارض خليفة قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الدماء و نحن نسبح بحمدك و نقدس لك قال انی اعلم ما لا تعلمون☆ و علم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم علىٰ الملائكة فقال انبئونی بأسماء هؤلاء ان كنتم صادقين☆ قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم، قال يا آدم انبئهم باسمائهم فلما انباهم باسمائهم قال الم اقل لكم انی اعلم غيب السمٰوات و الارض و اعلم ما تبدون و ما كنتم تكتمون☆ و اذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس ابیٰ و استكبر و كان من الكافرين﴾

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا: میں روئے زمین پر ایک خلیفہ اور جانشین بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا: کیا تو ایسے کو بنائے گا جو فساد و خونریزی کرتا ہے؟ جبکہ ہم تیری تسبیح اور حمد بجالاتے ہیں

اور تیری تقدیس اور پاکیزگی کا گن گاتے ہیں؛ فرمایا: میں ان حقائق کا عالم ہوں جو تم نہیں جانتے۔

پھر اسماء (اسرار خلقت) کا تمام علم آدم کو سکھایا؛ اس کے بعد انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا: اگر تم لوگ سچے ہو تو ان کے اسماء کے بارے میں مجھے خبر دو! سب نے کہا: تو پاک و پاکیزہ ہے! ہم تیری تعلیم کے سوا کچھ اور نہیں جانتے؛ تو دانا اور حکیم ہے، فرمایا: اے آدم! انہیں ان اسماء موجودات کے حقائق سے آگاہ کرو اور جب انہیں آگاہ کر دیا تو فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں زمین و آسمان کا غیب جانتا ہوں؟! نیز وہ بھی جانتا ہوں جو تم آشکار کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کے لیے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے کہ اس نے انکار کیا اور تکبر سے کام لیتے ہوئے کافروں میں شامل ہو گیا۔

کلمات کی تشریح

۱۔ "خلیفة اور خلیفة اللّٰہفی الارض"

الف۔خلف: خلف زید عمروا یعنی زید عمرو کے بعد آیا، یا زید عمر کے بعد کاموں میں مشغول ہوا (۱) پہلا معنی جیسے یہ آیت: **﴿فخلف من بعد هم خلف﴾** یعنی ان کے بعد اولاد آئی۔ (۲)

دوسرے معنی جیسے: **﴿و قال موسیٰ لاخیه هارون اخلفنی فی قومی﴾** یعنی موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میرے بعد (یعنی میری عدم موجودگی میں) قوم کی اصلاح اور ان کے امور کی رسیدگی کرنا۔ (۳)

ب۔ خلافت: غیبت و عدم موجودگی موت یا ناتوانی کی وجہ سے یا جانشین کے رتبہ میں اضافہ کرنے کیلئے غیر کی جانشینی۔

ج۔خلیفہ: یعنی وہ شخص جو کسی کی غیبت، موت، ضعف و ناتوانی، یا رفعت مقام کی وجہ سے کسی دوسرے کا جانشین ہوتا ہے۔ پہلے معنی جیسے: **﴿و اذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح﴾** اس وقت کو یاد کرو جب خداوند عالم نے تمہیں قوم نوح کا جانشین بنایا۔ (۴)

دوسرے معنی جیسے: **﴿یا داؤد انا جعلناک خلیفةً فی الارض﴾**

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ قرار دیا (۵) نیز جیسے رسول خداؐ کا کلام:

---

(۱) معجم الفاظ القرآن کریم "مادہ" خلف (۲) اعراف/۱۶۹ (۳) اعراف/۱۴۲

(۴) اعراف/۱۶۹، مادہ خلف ماخوذ از مفردات۔ (۵) سورہ ص/۲۶۔

"اللھم ارحم خلفائی اللھم ارحم خلفائی اللھم ارحم خلفائی قیل لہ: یا رسول اللہ من خلفاؤك؟ قال : الذین یأتون من بعدی یروون حدیثی و سنتی"

خداوندا میرے جانشینوں پر رحم کر اور اس جملہ کی تین بار تکرار کی آپ سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے جانشین کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: جولوگ میرے بعد میری حدیث اور سنت کی روایت کریں گے۔(۱)

روایات کی طرف رجوع کرنے سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ اللہ کا خلیفہ پیغمبر ہے یا اس کا وصی جسے خداوند عالم نے انسان کی ہدایت کے لئے آسمانی شریعتوں کے ساتھ معین کیا ہے اس کی تشریح خدا کی مدد سے "الٰہی رسول" کی بحث میں آئے گی۔

۲۔سجد: خضوع وخشوع کیا، سجدہ یعنی خضوع اور فروتنی لیکن انسان کے بارے میں اس کے علاوہ زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں۔ پہلے معنی خضوع وفروتنی کے جیسے:

﴿و للہ یسجد من فی السمٰوات و الارض طوعاً و کرھاً وظلالھم با لغدو و الآصال﴾
یعنی تمام وہ لوگ جو زمین وآسمان میں رہتے ہیں اور ان کے سایہ از روئے طاعت یا جبر واکراہ۔ ہر صبح و عصر خدا کا سجدہ (خضوع وفروتنی) کرتے ہیں۔(۲)

اور دوسرے معنی جیسے: ﴿سیما ھم فی وجوھھم من أثر السجود﴾
ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں میں نمایاں ہیں۔(۳)

تفسیر آیات کا خلاصہ

خداوند عالم نے فرشتوں پر ایمان لانے کو خدا، روز قیامت، آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لانے کی ردیف میں قرار دیا ہے۔ اور اُن سے دشمنی کو ان کی دشمنی کے مترادف قرار دیا ہے، انہیں اپنے خاص بندوں میں شمار کیا ہے ایسے بندے جو اپنے پروردگار کی تسبیح خوانی میں مشغول ہیں، اہل زمین کے لئے بخشش و مغفرت طلب کرتے ہیں اور خدا جو کچھ انہیں حکم دیتا ہے اسے وہ انجام دیتے ہیں۔

لیکن خداوند عالم نے اس بات کا ذکر نہیں کیا ہے کہ فرشتوں کو کس چیز سے خلق کیا ہے، (بعض روایات

---

(۱) معانی الاخبار، صدوق، ص ۳۷۴، ۳۷۵. (۲) رعد/۱۵ (۳) فتح/۲۹

میں مذکور ہے کہ انہیں نور سے خلق کیا ہے)۔(۱)

صرف یہ خبر دی ہے کہ ان کو دو یا تین یا چار پر عطا کئے ہیں اور یہ کہ خلقت میں جو چاہے اضافہ کردے اور وہ لوگ انسانی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور اپنی ماموریت (فریضہ) انجام دیتے ہیں اور فرشتوں کے پروں کی کیفیت کا پرندوں کے پروں سے مقایسہ کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے اس لئے کہ فرشتے پرندوں کی طرح مادی اجسام کے مالک نہیں ہیں اور معرفت و شناخت کے وسائل جو ہماری دسترس میں ہیں یعنی اجسام کی حسی شناخت کے ذریعہ ان کی حقیقت کو درک نہیں کر سکتے، لہٰذا ان کے درک کرنے کا ذریعہ سوائے نقل کے اور کوئی چیز نہیں ہے جس طرح ان دیکھے شہر اور سرزمینوں کی شناخت صرف سماعت پر موقوف ہے اس فرق کے ساتھ کہ ہم محسوسات کو ان جیسی چیزوں سے مقایسہ کر سکتے ہیں اور عقلی استنتاج کے ذریعہ سنی ہوئی بات کی صحت اور عدم صحت کا فیصلہ کر سکتے ہیں یہاں پر اس کی تشریح کی گنجائش نہیں لیکن ان دیکھے عالم کا مادی دنیا سے مقایسہ ممکن نہیں ہے۔

خداوند عالم فرشتوں کے حالات کے ضمن میں فرماتا ہے: خداوند عالم نے تمام وہ چیزیں جن کو فرشتوں کو جاننا چاہئے انہیں سکھادی ہیں ایسی تعلیم جو لابدی طور پر انکی ماموریت اور ان کے وظائف کے حدود میں شامل ہو۔ نیز ان لوگوں کو اس بات سے کہ وہ روئے زمین پر خلیفہ بنائے گا آگاہ کیا اور اس کے لئے آدم ابوالبشر کا تعارف کرایا اور فرمایا کہ فرشتوں نے کہا:

﴿اتجعل فیها من یفسد فیها و یسفك الدماء و نحن نسبح بحمد ك و نقدس لك﴾

کیا زمین پر کسی ایسے کو (خلیفہ) بنائے گا جو فساد برپا کرے اور خونریزی کرے؟! جبکہ ہم تیری تسبیح و حمد بجالاتے اور تقدیس کرتے ہیں۔(۱)

روایات میں مذکور ہے کہ فرشتوں نے اس لئے ایسا کہا کہ خداوند عالم نے حضرت آدم سے پہلے کچھ مخلوقات کی تخلیق کی تھی جو فساد اور خونریزی کی خوگر تھیں لہٰذا انہیں کرتوت کی بنا پر خداوند عالم نے انہیں صفحہ ہستی سے مٹادیا، فرشتوں نے نئی مخلوق کا گزشتہ مخلوقات سے قیاس کیا۔

جسکا خداوند عالم نے یہ جواب دیا: میں ان حقائق کو جانتا ہوں جسے تم نہیں جانتے! پھر آدم کی تخلیق کی اور تمام اسماء یعنی تمام اشیاء کے حقائق سے انہیں آگاہ کیا؛ اس لئے کہ یہاں پر اسماء اسم کی جمع کسی شیء کے خصوصی صفات اور اس کے بیان کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ زمین و

(۱) صحیح مسلم، کتاب زہد، باب احادیث متفرقہ، ص ۲۲۹۴ و مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۳ اور ۱۶۸ (۲) بقرہ/ ۳۰

آسمان کے درمیان جو کچھ ہے انسان کے نفع کے لئے مسخر اور تابع کر دیا ہے، لہٰذا ان کے صفات اور خواص کی بھی انہیں تعلیم دی اس کی تشریح اس کتاب کے خاتمہ میں بیان ہوگی۔

خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام مسخرات کے خواص سکھا دئے تا کہ وہ ان پر اپنے فائدہ کے تحت عمل کریں اور ہر ایک فرشتہ کو صرف اس ان سے متعلق وظیفہ کی تعلیم دی مثال کے طور پر: جو فرشتے عبادت کے لئے خلق کئے گئے تھے انہیں تہلیل، تسبیح اور تکبیر خداوندی کا طریقہ بتایا اور جو فرشتے انسانوں کے اعمال ثبت کرنے کے لئے خلق کئے گئے ہیں انہیں انسانی خیر و شر کے ثبت کرنے کا طریقہ اور کیفیت بتائی، قبض روح پر مامور فرشتوں کو قبض روح کا دستور اور طریقہ سکھایا نیز دوسروں کو بھی تمام وہ چیزیں جس کے لئے خلق کئے گئے تھے سکھا دیں۔

اسی وجہ سے کیونکہ فرشتوں میں یہ صلاحیت نہیں تھی کہ خداوند عالم نے جو کچھ آدم کو تعلیم دیا ہے درک کریں اور جب خدا نے فرشتوں سے ان اسماء کے حقائق کے بارے میں سوال کیا جس کی حضرت آدمؑ کو تعلیم دی تھی تو، انہوں نے جواب دیا: تو پاک و پاکیزہ ہے جو تو نے ہمیں تعلیم دی ہے اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے! خدا نے حضرت آدمؑ کو حکم دیا کہ جو کچھ خدا نے تمہیں تعلیم دی ہے انہیں بتا دو، پھر ملائکہ سے فرمایا آدمؑ کا سجدہ کرو، ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا کیونکہ وہ منکر اور متکبر تھا....

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخلوقات کی یہ صنف، یعنی وہ فرشتے جن کو خداوند عالم نے آسمانوں اور زمین پر سکونت دی ہے اور موت، زندگی اور عقل وادراک کے مالک اور ہوائے نفس سے خالی ہیں مقام ہدایت میں ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے، جس کے لئے وہ خلق کئے گئے ہیں یاد کریں تا کہ اپنی پوری حیات میں اس پر عمل کریں اور اسے عملی طور پر پیش کریں لیکن اخبار سجدہ میں ان کے سوال کی داستان صرف اتنی ہی ہے کہ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ آدم کس لئے خلق کئے گئے ہیں اور جب اس بات کو آدمؑ کے ذریعہ جان لیا اور انہوں نے اسماء اور حقائق اشیاء کی تعلیم دے دی تو دستورات خداوندی کی اطاعت کی اور آدم کا سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ اس نے آدم کے سجدہ سے انکار کیا اور تکبر کا مظاہرہ کیا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔

اس بنا پر فرشتوں کی ہدایت خدا کی تعلیم کی وجہ سے ہے، ایسی چیز کی تعلیم جو ان سے مطلوب ہے۔

دوسرے۔ مسخرات کی تسخیر

ہدایت تسخیری کی بحث میں ہم یہاں پر صرف ان چند آیات کا ذکر کریں گے جو صراحت کے ساتھ

بیان کرتی ہیں کہ خداوند عالم نے ان مسخرات کو انسان کی خاطر اور اس کے فائدہ کے لئے تسخیر کیا ہے، جیسا کہ فرمایا:

۱۔﴿و سخر لکم ما فی السمٰوات و ما فی الأرض جمیعاً منه ان فی ذلك لآیاتٍ لقومٍ یتفکرون﴾

خداوند عالم نے جو کچھ زمین وآسمان میں ہے اپنی طرف سے تمہارے نفع اور فائدہ کے لئے مسخر کیا ہے یقیناً اس کام میں غور وخوض کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔(۱)

۲۔﴿ الله الذی جعل لکم الأرض قراراً و السماء بناءً﴾

وہ خدا جس نے زمین کو تمہارے لئے سکون وامن کی جگہ اور آسمان کو چھت قرار دیا۔(۲)

۳۔﴿الذی جعل لکم الأرض مهداً و جعل لکم فیها سبلاً لعلکم تهتدون﴾

وہ ذات جس نے زمین کو تمہارا گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنائے تا کہ ہدایت پاسکو۔(۳)

٤۔﴿ و الارض وضعها للانام ☆ فیها فاکهة و النخل ذات الاکمام ☆ و الحب ذو العصف و الریحان☆ فبای آلاء ربکما تکذبان﴾

زمین کو خلائق کے لئے خلق کیا، اس میں میوہ اور پرثمر کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور دانے ہیں جو تنوں اور پتوں کے ہمراہ سبزے کی شکل میں نکلتے ہیں اور پھول بھی ہیں پھر تم خدا کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔(۴)

٥۔﴿هو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشو فی مناکبها و کلوا من رزقه و الیه النشور﴾

وہ خداوند جس نے زمین کو تمہارے لئے رام کیا لہٰذا دوش زمین پر سوار ہو کر راستہ طے کرو اور خداوند عالم کا رزق کھاؤ اور یہ جان لو کہ سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔(۵)

٦۔﴿الم تر ان الله سخر لکم ما فی الأرض ﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے خدا نے تمہارے لئے رام اور مسخر کر دیا ہے۔(۶)

۷۔﴿ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا هم فی البر و البحر و رزقناهم من الطیبات و فضلنا

(۱) جاثیہ/۱۳ (۲) مومن/۶۴ (۳) زخرف/۱۰ (۴) رحمٰن/۱۰۔۱۳ (۵) ملک/۱۵ (۶) حج/۶۵

ھم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلاً﴾

یقیناً ہم نے بنی آدم کو مکرم بنایا اور انہیں خشکی اور دریا کی سیر کرائی اور پاکیزہ چیزوں سے انہیں رزق دیا اور انہیں بہت ساری مخلوقات پر فوقیت اور برتری دی۔(۱)

۸۔ ﴿اللہ الذی خلق السمٰوات الارض و انزل من السماء ماءً فأخرج به من الثمرات رزقاً لکم و سخر لکم الفلك لتجری فی البحر بأمره و سخر لکم الانھار☆ و سخر لکم الشمس و القمر دائبین و سخر لکم اللیل و النھار ☆ و آتاکم من کل ما سألتموه و ان تعدوا نعمت الله لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار۔﴾

وہ خدا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا اور آسمان سے پانی برسایا اور اس سے تمہارے لئے میوے پیدا کئے، نیز کشتیوں کو تمہارے لئے رام اور مسخر فرمایا؛ تاکہ دریاؤں میں اس کے حکم سے حرکت کریں نہروں کو تمہارے اختیار میں دیا، سورج، چاند جو منظم نظام کے تحت رواں دواں ہیں اور شب و روز کو تمہارے نفع میں تمہارا تابع بنایا نیز اس سے تم نے جو بھی سوال کیا تمہیں دیا؛ اگر نعمت خداوندی کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے: یقیناً انسان، ستمگر اور ناشکرا ہے۔(۲)

۹۔ و علیٰ اللہ قصد السبیل و منھا جائر ولو شاء لھداکم اجمعین ، ھو الذی انزل من السماء ماءً لکم منه شراب و منه شجر فیه تسیمون☆ ینبت لکم به الزرع و الزیتون و النخیل و الاعناب و من کل الثمرات ان فی ذلك لآیة لقوم یتفکرون☆ و سخر لکم اللیل و النھار و الشمس و القمر و النجوم مسخرات بأمره ان فی ذلك لآیاتٍ لقومٍ یعقلون☆ و ما ذرأ لکم فی الارض مختلفاً الوانه انا فی ذلك لآیة لقوم یذکرون☆و ھو الذی سخر البحر لتأکلوا منه لحما طریاً و تستخرجوا منه حلیة تلبسونھا و تری الفلك مواخر فیه و لتبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون☆ و القیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم و انھاراً و سبلاً لعلکم تھتدون☆ و علاماتٍ و بالنجم ھم یھتدون﴾

اور خدا کی ذمہ داری ہے کہ تمہیں راہ راست دکھائے، لیکن بعض راستے کج بھی ہوتے ہیں! اگر خدا چاہے تو تم سب کی ہدایت کردے؛ وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا کہ جس کے ایک حصہ کو تم نوش

(۱)اسراء/۷۰ (۲)ابراہیم/۳۲ تا ۳۴

کرتے ہو، نیز ایک حصہ سے نباتات اور درختوں کو اگایا تاکہ اس کے ذریعہ اپنے حیوانات کے چارہ کا انتظام کرو؛ خداوند عالم نے اس پانی سے تمہاری لئے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور نیز تمام میوہ جات اُگائے یقیناً اس کام میں صاحبان عقل کے لئے روشن نشانی ہے، اس نے روز و شب، ماہ و خورشید کو تمہارے لئے مسخر کیا، نیز ستارے بھی اس کے حکم سے تمہارے لئے مسخر ہیں یقیناً اس تدبیر میں اس گروہ کے لئے نشانیاں ہیں جو اپنی عقل کا استعمال کرتے ہیں اور گوناگوں، رنگا رنگ مخلوقات کو زمین میں تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کیا، اس خلقت میں روشن نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو عبرت حاصل کرتے ہیں، وہ ایسی ذات ہے جس نے دریا کو تمہارے لئے رام کیا تاکہ اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور پہننے کے لئے زیورات نکالو، کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ دریا کے سینہ کو چاک کرتی ہے تاکہ خدا کے فضل و کرم سے استفادہ کرو اور شاید اس کا شکر ادا کرو، نیز زمین میں ثابت اور محکم پہاڑ قرار دیئے تاکہ تمہیں زلزلہ سے محفوظ رکھے، نہریں اور راستے پیدا کئے تاکہ ہدایت حاصل کرو اور علامتیں قرار دیں اور لوگ ستاروں کے ذریعہ راستہ تلاش کرتے ہیں۔(۱)

۱۰۔ ﴿و من ثمرات النخیل و الاعناب تتخذون منه سکراً و رزقاً حسناً ان فی ذلك لآیة لقوم یعقلون﴾

کھجور اور انگور کے درختوں کے میووں سے، مسکرات (نشہ آور) عمدہ رزق اور پاکیزہ روزی حاصل کرتے ہو۔ اس میں صاحبان عقل کے لئے روشن نشانی ہے۔(۲)

کلمات کی تشریح

۱. **سخّر:** رام اور خاضع بنایا تاکہ معین ہدف کے لئے استعمال کرے، مسخر، یعنی وہ چیز جو طاقت کے ذریعہ خاضع اور رام ہوئی ہو۔

۲. **اکمام:** "کِمّ" کی جمع ہے: درخت کے میوہ اور زراعت کے دانہ کا غلاف اور چھلکا۔

۳. **حب:** دانہ، لیکن اس سے مراد، جو، گیہوں اور چاول ہے۔

۴. **عصف:** سوکھا پتا، دانوں کا چھلکا اور گھاس.

۵. **ریحان:** خوشبودار گھاس

---

(۱) نحل/۱۰۔۱۶ (۲) نحل: ۶۷.

۶. آلاء: نعمتیں

۷. ذلول: سدھا ہوا اور رام، سواری کا جانور جو سرکش ہونے کے بعد رام ہوا ہو۔

۸۔ مناکب: منکب کی جمع ہے، انسان اور غیر انسان کے شانے اور بازو کا جوڑ، مناکب زمین:

ا۔ پہاڑوں کو کہا گیا ہے، اس لئے کہ وہ اونٹ کے شانوں کے مانند زیادہ نمایاں اور ابھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

۲۔ نیز زمین کے اطراف و جوانب کو بھی کہا گیا ہے اس لئے کہ وہ اونٹ کے دو طرفہ پہلوؤں کی مانند ہوتے ہیں۔

۹. دائبین: دائب کا تثنیہ، کام میں زیادہ اور ہمیشہ کوشش کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی سورج، چاند ہمیشہ حرکت میں ہیں اور دنیا کی انتہا تک اسی طرح حرکت کرتے رہیں گے کبھی متوقف نہیں ہوں گے۔

۱۰. تسیمون: چراتے ہو یا چرانے کے لئے چراگاہ لے جاتے ہو۔

۱۱. ذرأ: ایجاد کیا، (یعنی جو پہلی بار ایجاد ہو) وسعت عطا کی۔

۱۲. مواخر: ماخرۃ کی جمع ہے: دریا کے پانی کو چیرنے والی کشتی۔

۱۳. تمید بکم: تمہیں لرزا دیا، مید: شدید جھٹکے اور لرزش کو کہتے ہیں جیسے زمین کا زلزلہ، یعنی پہاڑوں کو زمین میں (بعنوان ستون) قرار دیا تا کہ اسے زلزلہ اور جھٹکے سے محفوظ رکھے۔

بحث کا نتیجہ

خداوند عالم نے زمین اور اس کے داخل اور خارج پائی جانے والی موجودات جیسے دریاؤں، جھیلوں، درختوں، نباتات اور معادن (کانیں) آسمان، کہکشاں، چاند، سورج، ستارے غرض ساری چیزیں انسان کے لئے تخلیق کی ہیں، جیسا کہ خود فرماتا ہے: یعنی جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب کو اپنی طرف سے تمہارے لئے مسخر اور تمہارا تابع بنا دیا ہے۔(۱)

خداوند عالم نے اس طرح کی مخلوقات کو، ہدایت تسخیری کے ذریعہ اس طرح بنایا کہ اس نے اپنی ربوبیت کے اقتضا کے مطابق جو نظام معین فرمایا ہے اس کے اعتبار سے حرکت کریں، اس طرح کی ہدایت کو

---

(۱) جاثیہ:۱۳۔

قرآن میں زیادہ تر لفظ ''سخر'' اور کبھی ''جعل'' جیسے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسے:

﴿جعل الشمس ضیاءً و القمر نوراً﴾

یعنی سورج کو ضیا بخش اور چاند کو تابندہ بنایا۔

تیسرے۔ الہام غریزی کے ذریعہ حیوانات کی ہدایت

خداوند عالم سورۂ نحل میں فرماتا ہے:

۱۔﴿ والانعام خلقها لكم فيها دفء و منافع و منها تاكلون☆ ولكم فيها جمال حين تريحون و حين تسرحون☆ و تحمل اثقالكم الىٰ بلد لم تكونوا بالغيه الا بشق الأنفس ان ربكم لرؤ وف رحيم☆و الخيل و البغال و الحمير لتركبوها و زينة و يخلق ما لا تعلمون﴾

اوراس نے چوپایوں کو خلق کیا، ا‏‏‏‏ن میں تمہارے لئے پوشش کا سامان اور دیگر منافع ہیں؛ نیز تم ان کا دودھ اور گوشت کھاتے ہو، وہ تمہارے لئے زینت اور جمال کا باعث ہیں جب انہیں واپس لاتے ہو اور جب جنگل اور بیابانوں میں روانہ کرتے ہو: تو وہ سنگین اور وزنی بوجھ تمہارے لئے ان جگہوں تک لے جاتے اور اٹھاتے ہیں جہاں تک تم جان جوکھوں میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے، بیشک تمہارا خدا مہربان اور بخشنے والا ہے۔اوراس نے گھوڑے، خچر اور گدھے خلق کئے تا کہ ان پر سواری کرو اور تمہاری زینت کا سبب ہوں نیز کچھ چیزیں ایسی پیدا کرتا ہے جس کو تم نہیں جانتے۔(۱)

۲۔﴿ و ان لكم فى الانعام لعبرة نسقيكم مما فى بطونه من بين فرث و دم لبناً خالصاً سائغاً للشاربين﴾

یقیناً چوپایوں میں تمہارے لئے عبرت ہے: جو کچھ ان کے شکم میں ہے چبائی ہوئی غذا (گوبر) اور خون کے درمیان خوشگوار اور خالص دودھ ہے ہم اسے تمہیں پلاتے ہیں۔(۲)

۳۔﴿و أوحىٰ ربك الىٰ النحل ان اتخذى من الجبال بيوتاً و من الشجر و مما يعرشون☆ ثم كلى من كل الثمرات فاسلكى سبل ربك ذللاً يخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاءٌ للناس ان فى ذلك لآية لقوم يتفكرون﴾

---

(۱)نحل/۵۔۸ (۲)نحل/۶۶

تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی: پہاڑوں، درختوں اور گھروں کی بلندیوں میں کہ جن پر لوگ چڑھتے ہیں، گھر بنائے، پھر اس کے تمام ثمرات کو کھائے اور نرمی کے ساتھ اپنے پروردگار کی سیدھی راہ کو طے کرلے۔ اس کے شکم سے رنگا رنگ قسم کا شربت نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے یقیناً اس چیز میں روشن علامت اور نشانی ہے اس گروہ کے لئے جو غور وفکر کرتا ہے۔(۱)

۴۔ ﴿و اللہ خلق کل دابۃ من ماء فمنھم من یمشی علیٰ بطنہ و منھم من یمشی علیٰ رجلین و منھم من یمشی علیٰ أربع یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر﴾

خداوندعالم نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے خلق فرمایا: ان میں سے بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض اپنے دو پیروں پر اور کچھ چار پیروں سے چلتے ہیں۔ خدا جو چاہے پیدا کرسکتا ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۲)

۵۔ ﴿وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا اُمم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شیءٍ ثم الیٰ ربھم یحشرون﴾

اور کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں اور کوئی اپنے دو پروں کے سہارے اڑنے والا پرندہ ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بھی تمہاری جیسی ایک امت ہے۔ اس کتاب میں کوئی چیز فروگزاشت نہیں ہوئی ہے۔ پھر سارے کے سارے اپنے پروردگار کی طرف محشور کیے جائیں گے۔(۳)

کلمات کی تشریح

۱۔ **فرث**: جو چیز معدہ کے اندر ہوتی ہے۔

۲۔ حیوانات کو خدا کا وحی کرنا: جس سے ان کی زندگی اور امور کی درستگی وابستہ ہے اس کے انجام کے لئے الہام اور ہدایت غریزی کرنا اور کبھی زیادہ دقت اور ہوشمندی کے ساتھ ہوتی ہے، حیوانات کا فعل تقریباً ویسا ہی ہے جیسے کہ ایک تسخیر شدہ صنف انجام دیتی ہے۔

۳۔ **یعرشون**: عرش کے ''مادہ'' سے ہے جس کے معنی چھت اور چھپر کے ہیں یعنی چھتوں کی بلندی کے اوپر بھی جہاں لوگ جاتے ہیں نیز گھر بناؤ۔

۴۔ **ذللاً**: استوار اور ہموار

---

(۱) نحل/۶۸۔۶۹ (۲) نور/۴۵ (۳) انعام/۳۸۔

بحث کا نتیجہ

خداوند عالم نے ان موجودات کے لئے جنہیں آسمان کے نیچے محدود فضا میں زیور تخلیق سے آراستہ کیا ہے ایسی موجودات جو موت، زندگی اور حیوانی نفس کی مالک ہیں لیکن عقل سے بے بہرہ ہیں فضا میں ہوں یا زمین میں؛ اس کے اندر ہوں یا دریاؤں کی تہوں میں؛ خداوند عالم نے ان کی ہر ایک صنف اور نوع کے لئے ایک نظام بنایا ہے جو ان کی فطری تخلیق اور حیوانی زندگی سے تناسب رکھتا ہے؛ اور ہر نوع کو ایک ایسے غریزہ کے ذریعہ جو اس کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے الہام فرمایا ہے کہ زندگی میں اس نظام کے تحت حرکت کریں؛ وہ خود ہی اس طرح کی مخلوقات کی ہدایت کا طریقہ اور کیفیت جیسے شہد کی مکھی کی زندگی کے متعلق حکایت کرتے ہوئے بیان فرماتا ہے: تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ: پہاڑوں، درختوں اور گھروں کی بلندیوں میں جہاں لوگ بلندی پر جاتے ہیں، گھر بنائے، پھر ہر طرح کے پھلوں سے کھائے اور اپنے پروردگار کی سیدھی راہ کو طے کرے اس کے شکم سے رنگ برنگ کا شربت نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے یقیناً اس میں روشن نشانیاں ہیں صاحبان عقل و ہوش کیلئے۔

معلوم ہوا کہ شہد کی مکھی اپنی مہارت اور چالاکی سے جو کام انجام دیتی ہے اور اسے حکیمانہ انداز اور صحیح طور سے بجالاتی ہے وہ ہمارے رب کے الہام کی وجہ سے ہے، یہ بیان اس طرح کے جانداروں کی ہدایت کا ایک نمونہ ہے جو اسی سورہ کی: ۸۔۵ آیات میں چوپایوں کی صنف، ان کی حکمت آفرینش اور نظام زندگی اور وہ نفع جو ان میں پایا جاتا ہے ان سب کے بارے میں آیا ہے؛ اور اوحی ربک کی تعبیر اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جس پروردگار نے شہد کی مکھی کو ہدایت کی کہ معین شدہ نظام کے تحت جو اس کی فطرت کے موافق ہے زندگی گزارے وہی ہمارا خدا ہے جس نے ہمارے لئے بھی ہماری فطرت سے ہم آہنگ نظام بنایا ہے ایسی فطرت کہ ہمیں حکیمانہ اور متقن انداز میں جس پر پیدا کیا۔

چوتھے۔ پیغمبروں کے ذریعہ انسان اور جن کی تعلیم۔

سورۂ اعلیٰ کی آیات ﴿خلق فسوی و قدر فهدی﴾ میں انسان اور جن خداوند عالم کے کلام کے مصداق ہیں۔

پہلے۔ انسان: خداوند عالم نے انسان کو خلق کیا اور اس کے لئے نظام حیات معین فرمایا: نیز اس کی

ذات میں نفسانی خواہشات ودیعت فرمائیں کہ دل کی خواہش کے اعتبار سے رفتار کرے نیز اسے امتیاز اور تمیز دینے والی عقل عطا کی تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنا نفع اور نقصان پہچانے اور اسے ہدایت پذیری کے لئے دو طرح سے آمادہ کرے۔

ا۔زبان سے گفتگو کے ذریعہ، اس لئے کہ بات کرنے اور ایک دوسرے سے تفاہم کا طریقہ خود خدا نے انسان کو الہام فرمایا ہے: ﴿خلق الانسان، علمه البیان﴾ انسان کو خلق کیا اور اسے بات کرنے کا طریقہ سکھایا۔(۱)

۲۔ پڑھنے، لکھنے اور افکار منتقل کرنے کے ذریعہ ایک انسان سے دوسرے انسان تک اور ایک نسل سے دوسری نسل تک جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿اقرأ و ربّك الأكرم☆ الذی علّم بالقلم☆ علم الانسان ما لم یعلم﴾

پڑھو کہ تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم دیا، جو کچھ انسان نہیں جانتا تھا اسے سکھایا۔(۲)

خداوند متعال نے اسی کے بعد انسان کے لئے اس کی انسانی فطرت کے مطابق نظام زندگی اور قانون حیات معین فرمایا ہے:

جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿فَأقِم وجهك للدین حنیفاً فطرة الله التی فطر الناس علیها﴾

اپنے رخ کو پروردگار کے محکم اور ثابت آئین (دین اسلام) کی طرف رکھو اور باطل سے کنارہ کش رہو کہ یہ دین خدا کی وہ فطرت جس پر خدا نے لوگوں کو خلق کیا ہے۔(۳)

خداوند عالم نے پیغمبروں پر وحی نازل کر کے انسانوں کو اس دین کی طرف جو اس کی فطرت سے سازگار اور تناسب رکھتا ہے ہدایت کی؛ جیسا کہ فرمایا:

۱۔﴿انا اوحینا الیك كما اوحینا الیٰ نوح و النبین من بعده...﴾

ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی کی جس طرح نوح اور ان کے بعد دیگر انبیاء کی طرف وحی کی ہے...(۴)

۲۔﴿شرع لکم من الدین ما وصی به نوحاً و الذی اوحینا الیك و ما وصینا به ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ ان اقیموا الدین...﴾

(۱)رحمٰن ر ۳۔۴ (۲)علق ر ۳۔۴ (۳)روم ر ۳۰ (۴)نساء ر ۱۶۳

تمہارے لئے اس دین کی تشریع کی کہ جس کی نوح کو وصیت کی تھی اور جو تم پر وحی نازل کی اور ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو جس کی وصیت کی یہ ہے کہ دین قائم کرو....(۱)

خداوند عالم نے اس دین کو جسے پیغمبروں پر نازل کیا ہے اس کا اسلام نام رکھا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ان الدین عند اللہ الاسلام﴾ خدا کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔(۲)

دوسرے۔ جن: خدا نے جن کو پیدا کیا اور انسان ہی کی طرح ان کی زندگی بھی بنائی کیونکہ ان کی سرشت میں بھی نفسانی خواہشات کا وجود ہے کہ نفسانی خواہشات کے مطابق رفتار کرتے ہیں اور عقل کے ذریعہ اپنے نفع اور نقصان کو درک کرتے ہیں، مانند ابلیس جو کہ جنوں میں سے تھا، اس کے بارے میں ہمیں آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿و اذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربہ...﴾

جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کا سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا اور حکم پروردگار سے خارج ہو گیا! خداوند عالم نے سورۂ اعراف میں ابلیس کی داستان بسط و تفصیل سے بیان کی ہے۔(۳)

﴿ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس لم یکن من الساجدین☆ قال ما منعک الا تسجد اذ امرتک قال انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین☆ قال فاھبط منھا فما یکون لک ان تتکبر فیھا فاخرج انک من الصاغرین☆ قال انظرنی الیٰ یوم یبعثون☆ قال انک من المنظرین☆ قال فبما أغویتنی لأقعدن لھم صراطک المستقیم☆ ثم لآتینھم من بین ایدیھم و من خلفھم و عن أیمانھم و عن شمائلھم و لا تجد اکثرھم شاکرین☆ قال اخرج منھا مذؤما مدحورا لمن تبعک منھم لأملئن جھنم منکم اجمعین﴾

اور ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر شکل و صورت بنائی، اس کے بعد فرشتوں سے کہا: ''آدم کا سجدہ کرو'' تو ان سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہیں تھا؛ خداوند عالم نے اس سے فرمایا: جب میں نے حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے روک دیا؟ کہا: میں اس سے بہتر ہوں؛ تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے خلق کیا ہے فرمایا: تو اس جگہ سے نیچے اتر جا تجھے حق نہیں ہے کہ اس جگہ تکبر سے کام لے نکل جا؛ اس لئے کہ تو پست اور فرومایہ شخص ہے! ابلیس نے کہا: مجھے روز قیامت تک کی مہلت

(۱) شوریٰ ر۱۳ (۲) آل عمران ر۱۹ (۳) کہف ر۵۰

دیدے، فرمایا مہلت دی گئی! تو بولا: اب جو تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے میں تیرے راستہ میں ان کے لئے گھات لگا کر بیٹھوں گا پھر آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے، ان کا پیچھا کروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

فرمایا: اس منزل سے ننگ وخواری کے ساتھ نکل جا، قسم ہے کہ جو بھی ان میں سے تیری پیروی کرے گا جہنم کو تم لوگوں سے بھر دوں گا۔(۱)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خداوند عزیز و جبار کی سرکش اور طاغی جنی مخلوق میں دیگر موجودات سے کہیں زیادہ قوی ہوائے نفس پائی جاتی ہے۔

خداوند عالم نے سورۂ جن میں تمام جنات میں ہوای نفس کے وجود کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: کہ جنات ہوائے نفس کی پیروی میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ فرشتوں کی باتیں چرانے کے لئے گھات میں لگ گئے۔ اور اس رویہ سے باز نہیں آئے یہاں تک کہ خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے اور خداوند عالم نے جلا دینے والے شہاب کا انہیں نشانہ بنایا، روایت ہے کہ وہ لوگ فرشتوں کی باتیں سنکر کاہنوں کے پاس آکر بتاتے تھے اور بر بنائے ظلم وستم اور انحراف وگمراہی آدمیوں کی اذیت اور آزار کے لئے جھوٹ کا بھی اضافہ کر دیتے تھے۔

خداوند عالم نے سورۂ جن میں اس رفتار کی بھی خبر دی ہے اور فرمایا ہے: ﴿فزادوهم رهقا﴾ یعنی جناتوں نے آدمیوں کی گمراہی میں اضافہ کر دیا اور یہ کہ جنات خواہشات نفس کی پیروی کرنے میں آدمیوں کی طرح ہیں اور ان کے درمیان مسلمان اور غیر مسلمان بھی پائے جاتے ہیں اس کی بھی خبر دی ہے۔

سورۂ احقاف میں مذکور ہے: جب پیغمبر اکرم قرآن کی تلاوت کر رہے تھے تو جنات کے ایک گروہ نے حاضر ہو کر اسے سنا اور اپنی قوم کی طرف واپس آکر انہیں ڈرایا اور کہا: خداوند عالم نے موسیٰ کے بعد قرآن نامی کتاب بھیجی ہے اور ان سے ایمان لانے کی درخواست کی، اسی طرح سورۂ جن میں معاد کے سلسلے میں بعض جنات کا بعض آدمیوں سے نظریہ یکساں ملتا ہے کہ ان کا خدا کے بارے میں یہ خیال ہے کہ: خدا کبھی کسی کو قیامت کے دن مبعوث نہیں کرے گا۔

گزشتہ مطالب سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جنوں میں بھی انسانوں کی طرح عقلی سوجھ بوجھ اور کامل ادراک پایا جاتا ہے اور وہ لوگ انسانوں کی باتیں سمجھتے ہیں اور اسے سیکھنے میں گفتگو کرنے میں بھی انسان کے ساتھ

(۱) اعراف/۱۱۔۱۸

شریک ہیں، یہ موضوع سورۂ نمل کی ۱۷ ار میں اور ۳۹ ویں آیت میں سلیمانؑ کی ان سے گفتگو کے سلسلہ میں محسوس کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ دونوں صنف نفسانی حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں جس طرح رفتار و عمل کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں؛ خداوند عالم نے سورۂ سبا میں فرمایا:

﴿یعملون له ما یشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب و قدور راسیات﴾

جنات جناب سلیمان کے لئے جو چاہتے تھے انجام دیتے تھے اور محراب، مجسمے، بڑے بڑے کھانے کے برتن اور دیگیں بناتے تھے۔(۱)

اور سورۂ انبیاء میں فرماتا ہے:

﴿ومن الشیاطین من یغوصون له و یعملون عملا دون ذلك﴾

بعض شیاطین (جنات) جناب سلیمانؑ کے لئے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ بھی کام کرتے تھے۔(۲)

خداوند عالم نے ان دو گروہ جن و انس کی اسلام کی طرف ہدایت اور رہنمائی کے لئے انبیاء بھیجے بشارت، انذار اور تعلیم دینے میں دونوں کو مساوی رکھا تا کہ خدائے واحد و یکتا پر ایمان لائیں اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں اس کے اور پیغمبروں، فرشتوں، قیامت، مشاہد اور مواقف پر ایمان لائیں۔

اسلامی احکام، جو کچھ اجتماعی آداب سے متعلق ہیں جیسے: ناتواں کی مدد کرنا، ضرورتمندوں اور مومنین کی نصرت کرنا اور دوسروں کو اذیت دینا اور ان کے مانند دوسری باتیں، ان میں دونوں گروہ مشترک ہیں، لیکن عبادات جیسے: نماز، روزہ، حج اور ان کے مانند جنوں سے مربوط دیگر احکام ضروری ہے کہ وہ جنوں کے حالات سے موافقت اور تناسب رکھتے ہوں جس طرح آدمی ایک دوسرے کی نسبت احکام میں اختلاف رکھتے ہیں جیسے مرد و عورت کے مخصوص احکام یا مریض و سالم، مسافر اور غیر مسافر وغیرہ کے احکام۔

مباحث کا نتیجہ

خداوند عالم نے فرشتوں کو خلق کیا تا کہ اس کی ''ربوبیت'' اور ''الوہیت'' کے محافظ و پاسدار ہوں جیسا کہ

(۱) سبا/۱۳ (۲) انبیاء/۸۲

خود ہی گزشتہ آیات میں نیز ان آیات میں جس میں فرشتوں (۱) کا ذکر ہوا ہے اس کے بارے میں خبر دی ہے اسی غرض کے پیش نظر انہیں تمام لوگوں سے پہلے زیور تخلیق سے آراستہ کیا؛ وہ اس وقت حاملان عرش (۲) تھے جب عرش الٰہی پانی پر تھا، جیسا کہ سورۂ ہود میں فرمایا ہے:

﴿وهو الذی خلق السمٰوات و الارض فی ستة ایام و کان عرشه علی الماء...﴾(۳)

اور وہ خدا وہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ دن میں خلق کیا جب کہ اس کا عرش پانی پر ٹھہرا ہوا تھا۔

اور نیز خداوند عالم نے آسمان کو اس کے داخلی اور خارجی اشیاء سمیت خلق کیا: جن فرشتوں کو ہم جانتے ہیں اور جن کو ہم نہیں جانتے اور جو کچھ آسمانوں کے نیچے ہے جیسے کہکشائیں، ستارے، چاند اور سورج وغیرہ کہ جن کو ہم جانتے ہیں اور ان میں سے بہت سی چیزوں کو ہم نہیں جانتے اور زمین جو کچھ اس کے اوپر اور جو کچھ اس کے اندر ہے جیسے پانی، نباتات، جمادات، (معادن) وغیرہ جو کہ زندگی کیلئے مفید ہیں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے جیسے گیس وغیرہ جو ہم پہچانتے ہیں اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو نہیں پہچانتے یہ تمام چیزیں وہی ہیں جو ان تینوں انسان، حیوان اور جن کی ضروریات زندگی میں شامل ہیں حیوانوں کو جن وانس سے پہلے اس لئے پیدا کیا کہ انسان اور جن اس کی احتیاج رکھتے ہیں اور جنات کو انسان سے پہلے پیدا کیا جیسا کہ خود ہی حضرت آدمؑ کی خلقت سے متعلق داستان میں ارشاد فرماتا ہے:

حضرت آدمؑ کی خلقت کے بعد تمام ملائکہ کو "کہ ابلیس بھی انہیں میں سے تھا" حکم دیا کہ آدم کا سجدہ کریں پھر انسان کو تمام اصناف مخلوقات کے بعد پیدا کیا۔

یہ خداوند عالم کی چہارگانہ اصناف مخلوقات کی داستان تھی کہ جس کا قرآن کریم کی آیات اور روایات سے بمقتضائے ترتیب ہم نے استنباط کیا، لیکن ان کی ہدایت کی قسمیں اس ترتیب سے ہیں:

جب خدا "رب العالمین" نے فرشتوں، جن وانس کو عقل و ادراک بخشا تو ان کی ہدایت بھی دو طرح سے قرار دی، تعلیم بالواسطہ، تعلیم بلا واسطہ جیسا کہ فرشتوں کی زبانی حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بارے میں حکایت کرتا ہے ﴿سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا﴾ تو پاک و پاکیزہ ہے ہم تو تیرے دیئے ہوئے علم کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں؛ اور صنف انسان کے بارے میں فرمایا: ﴿**علم آدم الاسماء**

(۱) معجم المفہرس قرآن، میں مادہ "ملک" ملاحظہ ہو۔ (۲) عرش سے مراد وہ جگہ و مقام ہے جہاں پر الوہیت اور ربوبیت سے مربوط امور پر مامور خدا کے فرشتہ رہا کرتے تھے کہ جو، پانی کے اوپر زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے رہتے تھے۔ (۳) ہود/ ۷

کلها﴾ . خدا نے تمام اسماء (اسرار خلقت) آدم کو تعلیم دیئے اور فرمایا: ﴿علم الانسان ما لم یعلم﴾ جو انسان نہیں جانتا تھا اسے تعلیم دی۔ اور جنوں کی داستان میں جو کہ خود انہیں کی بیان کردہ ہے اس طرح ہے کہ ان لوگوں نے قرآن سیکھا اور اس سے ہدایت یافتہ ہو گئے ایسا اس وقت ہوا جب رسول خدا سے قرآن کریم کی تلاوت سنی۔

چونکہ خداوند سبحان نے صنف حیوان اور زمین پر چلنے والوں کو تھوڑا سا شعور و ادراک بخشا ہے لہذا ان میں سے ہر ایک کی ہدایت الہام غریزی کے تحت ہے اور چونکہ ان کے علاوہ تمام مخلوقات جیسے ستارے، سیارے، جمادات، حتی کہ ایٹم (Atome) وغیرہ کہ ان کو شمہ بھر بھی حیات اور ادراک نہیں دیا ہے لہذا ان کی ہدایت، ہدایت تسخیری ہے، جیسا کہ تفصیل سے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔

انسان کی ہدایت کے لئے جو نظام خدا نے بنایا ہے اس کا نام اسلام رکھا ہے اور ہم انشاء اللہ آئندہ بحثوں میں اس کی تحقیق کریں گے۔

❀❀❀❀❀

۵

دین اور اسلام

الف۔ دین کے معنی

ب۔ اسلام اور مسلمان

ج۔ مومن اور منافق

د۔ اسلام تمام آسمانی شریعتوں کا نام ہے

ھ۔ شرائع میں تحریف اور تبدیلی اور ان کے اسماء میں تغیر:

۱۔ یہود و نصاریٰ نے کتاب خدا اور اس کے دین میں تحریف کی

۲۔ یہود و نصاریٰ نے دین کا نام بھی بدل ڈالا

۳۔ تحریف کا سرچشمہ

و۔ انسان کی فطرت سے احکام اسلامی کا سازگار ہونا

ز۔ انسان اور نفس امارہ بالسوء (برائی پر ابھارنے والا نفس)

ح۔ شریعت اسلام میں جن وانس شریک ہیں

الف۔ دین

لفظ ''دین'' اسلامی شریعت میں دو معنی میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ جزا، کیونکہ، یوم الدین قرآن میں جو استعمال ہوا ہے اس سے مراد روز جزا ہے، اسی طرح سورۂ فاتحہ (الحمد) میں مالک یوم الدین (۱) آیا ہے یعنی روز جزا کا مالک۔

۲۔ شریعت جس میں اطاعت وتسلیم پائی جاتی ہو، شریعت اسلامی میں زیادہ تر دین کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے، جیسے خداوند عالم کا یوسف اور ان کے بھائیوں کے بارے میں قول:

﴿ما کان لیأخذ أخاه فی دین الملك﴾

(یوسف) بادشاہی قانون وشریعت کے مطابق اپنے بھائی کو گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔ (۲)

اور سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین﴾

خداوند سبحان نے اطاعت اور تسلیم کے ساتھ تمہارے لئے شریعت کا انتخاب کیا ہے۔ (۳)

---

(۱) فاتحہ/۴ (۲) یوسف/۷۶ (۳) بقرہ/۱۳۲

ب۔ اسلام اور مسلمان

اسلام: خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہونا اور اس کے احکام اور شریعتوں کے سامنے سر جھکانا۔

خداوند سبحان نے فرمایا:

﴿ ان الدین عند اللہ الاسلام ﴾ (۱)

یعنی خدا کے نزدیک دین اسلام ہے۔ اور مسلمان وہ شخص ہے جو خدا اور اس کے دین کے سامنے سراپا سر تسلیم خم کر دے۔

اس اعتبار سے حضرت آدمؑ کے زمانے میں اسلام خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہونا اور اس کی شریعت کے مطابق رفتار کرنا ہے اور اس زمانے میں مسلمان وہ تھا جو خدا اور آدم پر نازل شدہ شریعت کے سامنے سراپا تسلیم تھا؛ یہ سراپا تسلیم ہونا حضرت آدم کے سامنے تسلیم ہونے کو بھی شامل ہے جو کہ خدا کے برگزیدہ اور اپنے زمانے کی شریعت کے بھی حامل تھے۔

اسلام: نوحؑ کے زمانے میں بھی خدا کے سامنے تسلیم ہونا، ان کی شریعت کا پاس رکھنا، حضرت نوحؑ کی خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی کے عنوان سے پیروی کرنا اور گزشتہ شریعت آدمؑ پر ایمان لانا تھا۔ اور مسلمان وہ تھا جو تمام بتائی گئی باتوں پر ایمان رکھتا تھا، حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں بھی اسلام خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہونے ہی کے معنی میں تھا اور حضرت نوحؑ کی شریعت پر عمل کرنے اور حضرت ابراہیمؑ کی بعنوان نبی مرسل پیروی کرنے نیز آدم تک گزشتہ انبیاء و مرسلین پر ایمان لانا ہی تھا۔

اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں بھی ایسا ہی تھا۔

نیز حضرت محمد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی وہی اسلام کا گزشتہ مفہوم ہے اور

---

(۱) آل عمران/۱۹

اس کی حد زبان سے اقرار شہادتین ''اشهد ان لا الہ الا اللہ و اشهد ان محمداً رسول اللہ'' تھا۔

اس زبانی اقرار کا لازمی مطلب یہ ہے کہ ضروریات دین خواہ عقائد ہوں یا احکام یا گزشتہ انبیاء کی نبوتیں کہ جن کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے ان میں سے کسی کا انکار نہ ہو، یعنی جو چیز تمام مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ہے اور اسے اسلام میں شمار کرتے ہیں اس کا انکار نہیں کرنا چاہئے جیسے نماز، روزہ اور حج کا وجوب یا شراب نوشی، سود کھانا، محرموں سے شادی بیاہ کرنا وغیرہ کی حرمت یا اس جیسی اور چیزیں کہ جن کے حکم سے تمام مسلمان واقف ہیں، ان کا کبھی انکار نہیں کرنا چاہئے۔

ج۔ مومن اور منافق

اول: مومن

مومن وہ ہے جو شہادتین زبان پر جاری کرے نیز اسلام کے عقائد پر قلبی ایمان بھی رکھتا ہو۔

اور اس کے احکام پر عمل کرے اور اگر اسلام کے خلاف کوئی عمل اس سے سرزد ہو جائے تو اسے گناہ سمجھے اور خدا کی بارگاہ میں توبہ وانابت اور تضرع وزاری کرتے ہوئے اپنے اوپر طلب بخشش ومغفرت کو واجب سمجھے۔

مومن اور مسلم کے درمیان فرق قیامت کے دن واضح ہوگا لیکن دنیا میں دونوں ہی اسلام اور مسلمانوں کے احکام میں شامل ہیں یہی وجہ ہے کہ خداوند منان نے سورۂ حجرات میں ارشاد فرمایا:

﴿قالت الأعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا و لما یدخل الإیمان فی قلوبکم...﴾

صحرانشینوں نے کہا: ہم ایمان لائے ہیں، تو ان سے کہو: تم لوگ ایمان نہیں لائے ہو بلکہ کہو اسلام لائے ہیں اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ہے...(۱)

دوسرے۔ منافق

الف۔ نفاق لغت میں: نفاق لغت میں باہر جانے کو کہتے ہیں، **نافق الیربوع**، یعنی چوہا اپنے ٹھکانے یعنی بل کے مخفی دروازہ پر سر مار کر سوراخ سے باہر نکل گیا، یہ اس لئے ہے کہ ایک قسم کا چوہا جس کے دونوں ہاتھ چھوٹے اور پاؤں لمبے ہوتے ہیں وہ اپنے بل میں ہمیشہ دو دروازے رکھتا ہے ایک داخل ہونے کا آشکار دروازہ جو کسی پر پوشیدہ نہیں ہوتا: ایک نکلنے کا مخفی اور پوشیدہ دروازہ، وہ باہر نکلنے والے دروازہ کو اس طرح مہارت اور چالاکی سے پوشیدہ رکھتا ہے کہ جیسے ہی داخل ہونے والے دروازہ سے دشمن آئے؛

---

(۱) حجرات/۱۴

آہٹ ملتے ہی مخفی دروازے پر سر مار کر اس سے نکل کر فرار کر جائے تو اس وقت کہتے ہیں: "نافق الیربوع".

ب۔اسلامی اصطلاح میں نفاق: اسلامی اصطلاح میں نفاق، ظاہری عمل اور باطنی کفر ہے۔ نافق الرجل نفاقاً یعنی اسلام کا اظہار کر کے اس پر عمل کیا اور اپنے کفر کو پنہاں اور پوشیدہ رکھا، لہٰذا وہ منافق ہے خداوند عالم سورۂ منافقون میں فرماتا ہے:

﴿اذا جاء ك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله و الله يعلم انك لرسوله و الله يشهد ان المنافقين لكاذبون☆ اتخذوا أيمانهم جنة...﴾

جب منافقین تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم شہادت و گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں، خداوند عالم جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو، لیکن خدا گواہی دیتا ہے کہ منافقین (اپنے دعوے میں) جھوٹے ہیں، انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے۔

یعنی ان لوگوں نے اپنی قسموں کو اس طرح اپنے چھپانے کا پردہ بنا رکھا ہے اور اپنے نفاق کو اپنی جھوٹی قسموں سے پوشیدہ رکھتے ہیں اور خداوند عالم ان کے گفتار کی نادرستگی (جھوٹے دعوے) کو پیغمبر اکرمؐ کے لئے ظاہر کرتا ہے۔(۱)

سورۂ نساء میں ارشاد ہوا:

﴿ ان المنافقين يخادعون الله و هو خادعهم و اذا قاموا الى الصلوٰة قاموا كسالىٰ يرآء ون الناس...﴾

منافقین خدا سے دھوکہ بازی کرتے ہیں، جبکہ وہ خود ہی ان کو دھوکہ میں ڈالے ہوئے ہے اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی اور کسالت سے اٹھتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ریا کرتے ہیں۔(۲)

---

(۱) منافقون ۱/۱۔۲ (۲) نساء ۱۴۲

د۔ اسلام تمام شریعتوں کا نام ہے

اسلام کا نام قرآن کریم میں گزشتہ امتوں کے بارے میں بھی ذکر ہوا ہے، خداوند عالم سورۂ یونس میں فرماتا ہے:

نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا:

﴿ فإن تولیتم فما سئلتکم من اجر ان اجری إلّا علیٰ اللہ و أمرت ان اکون من المسلمین﴾

اگر میری دعوت سے روگردانی کروگے تو میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا؛ میرا اجر تو خدا پر ہے، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمان رہوں۔(۱)

ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا:

﴿ما کان ابراھیم یھودیاً ولا نصرانیاً ولکن کان حنیفاً مسلماً و ما کان من المشرکین﴾

ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ خالص موحد (توحید پرست) اور مسلمان تھے وہ کبھی مشرکوں میں سے نہیں تھے۔(۲)

۲۔﴿ووصیٰ بھا ابراھیم بنیہ و یعقوب یا بنیّ ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا و انتم مسلمون﴾

ابرہیم و یعقوب نے اپنے فرزندوں کو اسلام کی وصیت کی اور کہا: اے میرے بیٹو! خداوند عالم نے تمہارے لئے دین کا انتخاب کیا ہے اور تم دنیا سے جاؤ تو اسلام کے آئین کے ساتھ۔(۳)

۳۔﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج ملة ابیکم ابراھیم ھو سما کم المسلمین من قبل﴾

---

(۱) بقرہ/۱۳۲ (۲) حج/۷۸ (۳) ذاریات/۳۵۔۳۶

خداوندعالم نے اس دین میں جو کہ تمہارے باپ کا دین ہے کسی قسم کی سختی اور حرج نہیں قرار دیا ہے اس نے تمہیں پہلے بھی مسلمان کے نام سے یاد کیا ہے۔(۱)

سورۂ ذاریات میں قوم لوط کے بارے میں فرمایا:

﴿فأخرجنا من كان فيها من المؤمنين ☆ فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين﴾

ہم نے اس شہر میں موجود مومنین کو باہر کیا، لیکن اس میں ایک مسلمان گھرانے کے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں پایا۔(۲)

جناب موسیٰ کے بارے میں فرماتا ہے: انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿يا قوم ان كنتم آمنتم بالله فعليه توكلوا ان كنتم مسلمين﴾(۳)

اے میری قوم! اگر تم لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر توکل اور بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو۔

اور سورۂ اعراف میں فرعونی ساحروں کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ربنا افرغ علينا صبراً و توفنا مسلمين﴾

خداوندا! ہمیں صبر واستقامت عطا کر اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں موت دینا۔(۴)

فرعون کی داستان سے متعلق سورۂ یونس میں فرماتا ہے:

﴿حتى اذا ادركه الغرق قال آمنت انه لا اله الا الذى آمنت به بنو اسرائيل ☆ و انا من المسلمين﴾

جب ڈوبنے لگا تو کہا: میں ایمان لایا کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔(۵)

سلیمان نبی کا ملکہ سبا کے نام خط لکھنے کے بارے میں سورۂ نمل میں ذکر ہوا۔

﴿انه من سليمان و انه بسم الله الرحمن الرحيم☆ الا تعلو علی و أتونی مسلمين﴾

یہ سلیمان کا خط ہے جو اس طرح ہے: خداوند رحمان ورحیم کے نام سے، میری بہ نسبت فوقیت اور برتری کا تصور نہ کرو اور میری طرف مسلمان ہو کر آجاؤ۔(۶)

نیز اس سورہ میں فرماتا ہے:

---

(۱) حج/۷۸ (۲) ذاریات/۳۵-۳۶ (۳) یونس/۸۴ (۴) اعراف/۱۲۶ (۵) یونس/۹۰ (۶) نمل/۳۰-۳۱۔

﴿ یا ایها الملاء ایکم یأ تینی بعرشها قبل ان یأتونی مسلمین﴾

اے گروہ! (اشراف سلطنت) تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس حاضر کرے گا ان کے میرے پاس مسلمان ہو کر آنے سے پہلے۔ (۱)

سورۂ مائدہ میں عیسیٰ کے حواریوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿واذا اوحیت الیٰ الحواریین ان آمنوا بی و برسولی قالوا آمنا و اشهد بأنا مسلمون﴾

جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے لہٰذا تو گواہی دے کہ ہم مسلمان ہیں۔ (۲)

سورۂ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿فلمّا احس عیسیٰ منهم الکفرقال من انصاری الیٰ الله قال الحواریون نحن انصار الله آمنا بالله واشهد بأنا مسلمون﴾

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان میں کفر محسوس کیا تو کہا: خدا کے واسطے میرے انصار کون لوگ ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم خدا کے انصار ہیں؛ ہم خدا پر ایمان لائے، آپ گواہ رہئے کہ ہم مسلمان ہیں۔ (۳)

یہ اصطلاح گزشتہ امتوں سے متعلق قرآن کریم میں منحصر نہیں ہے بلکہ دوسرے اسلامی مدارک میں بھی ان کے واقعات کے ذکر کے وقت آئی ہے مثال کے طور پر ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے نوح کے کشتی سے باہر آنے کا ذکر کرنے کے بعد کہا: ''نوح کے آباء واجداد حضرت آدم تک سب کے سب دین اسلام کے پابند تھے اس کے بعد روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ جناب آدم ونوح کے درمیان دس قرن کا فاصلہ تھا اس طولانی فاصلے میں سب کے سب اسلام پر تھے؛ اور اس نے ابن عباس کی روایت کے ذیل میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے ان لوگوں کے بارے میں جو کشتی سے باہر آئے اور ایک شہر میں سکونت اختیار کی کہا ہے: ان کی تعداد بڑھ کر ایک لاکھ افراد تک پہنچ گئی تھی اور سارے کے سارے دین اسلام کے پابند تھے۔ (۴)

---

(۱) نمل/۳۸. (۲) مائدہ/۱۱۱. (۳) ال عمران/۵۲. (۴) طبقات ابن سعد طبع یورپ، ج ۱، ص ۱۸، ابن کثیر نے اپنی تاریخ ج ۱، ص ۱۰۱ پر یہ روایت ابن عباس سے نقل کی ہے کہ عشرہ قرون کلھم علی الاسلام.

ھ۔ گزشتہ شریعتوں اور ان کے اسماء میں تحریف

گزشتہ امتوں نے جس طرح رب العالمین کی اصل شریعت میں تحریف کر دی اسی طرح ان کے اسماء بھی تبدیل کر دیے ہیں، اس لئے کہ بعض ادیان کا اسلام کے علاوہ نام پر نام رکھنا جیسے یہودیت ونصرانیت وغیرہ بھی ایک تحریف ہے جو دین کے نام میں ایک تحریف شمار کی جاتی ہے، جس کی وضاحت اس طرح ہے:

الف۔ یہود کی نام گزاری

یہود یروشلم کے مغربی جنوب میں واقع صیہون نامی پہاڑ کے دامن میں شہر یہودا سے منسوب نام ہے کہ جو جناب داؤد کی حکومت کا پایہ تخت تھا، انہوں نے اس تابوت کیلئے ایک خاص عمارت تعمیر کی، جس میں توریت اور بنی اسرائیل کی تمام میراث تھی بنی اسرائیل کے بادشاہ وہیں دفن ہوئے ہیں۔ (۱)

ب۔ نصاریٰ کی وجہ تسمیہ

جلیل نامی علاقے میں جہاں حضرت عیسیٰ نے اپنا عہد طفولیت گزارا ہے ایک ناصرہ نامی شہر ہے اسی سے نصرانی منسوب ہیں، حضرت عیسیٰ اپنے زمانے میں ''عیسائے ناصری'' سے مشہور تھے ان کے شاگرد بھی اسی وجہ سے ناصری مشہور ہو گئے۔ (۲)

مسیحیت بھی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے منسوب ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے ماننے والوں کو ۴۱ء سے مسیحی کہا جانے لگا اور اس لقب سے ان کی اہانت اور مذمت کا ارادہ کرتے تھے۔

---

(۱) قاموس کتاب مقدس مادہ ''یہود'' ''یہودا'' ''صیہون''۔

(۲) قاموس کتاب مقدس، مادہ ناصرہ و ناصری

ج۔ شریعت کی تحریف

ہم اس وجہ سے کہ ''الوہیت'' اور ''ربوبیت'' کی معرفت اور شناخت؛ دین کے احکام اور عقائد کی شناخت اور معرفت کی بنیاد و اساس ہے لہٰذا یہود و نصاریٰ کے ذریعہ شریعت حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کی تحریف کی کیفیت کے بیان میں ہوا ہے یہاں پر ہم صرف ان کے ذریعہ عقیدہ ''الوہیت'' اور ''ربوبیت'' میں تحریف کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

الف۔ شریعت موسیٰ میں یہود کے ذریعہ تحریف

جو کچھ بیان کیا جارہا ہے وہ توریت کے رسالہ ٔپیدائش (سفر تکوین) سے دوسرے باب کا خلاصہ ہے اور تیسرا باب پورا جو کہ اصل عبرانی، کلدانی اور یونانی زبان سے فارسی زبان میں ۱۹۳۲ء میں ترجمہ ہو کر دار السلطنت لندن میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہے۔

پروردگار خالق نے عدن میں ایک باغ خلق کیا اور اس کے اندر چار نہریں جاری کیں فرات اور جیحون بھی انہیں میں سے ہیں اور اس باغ میں درخت لگائے؛ اور ان کے درمیان زندگی کا درخت اور اچھے برے میں تمیز کرنے والا درخت لگایا اور آدم کو وہاں جگہ دی، پروردگار خالق نے آدم سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ان درختوں میں سے جو چاہو کھاؤ، لیکن خوب و بد کے درمیان فرق کرنے والے درخت سے کچھ نہیں کھانا، اس لئے کہ جس دن اس سے کھا لوگے سختی کے ساتھ مرجاؤ گے اس کے بعد آدم پر نیند کا غلبہ ہوا اور ان کی ایک پسلی سے ان کی بیوی حوا کو پیدا کیا، آدم و حوا دونوں ہی عریان و برہنہ تھے اس سے شرمسار نہیں ہوئے۔

تیسرا باب

سانپ تمام جنگلی جانوروں میں جسے خدا نے بنایا تھا سب سے زیادہ ہوشیار اور چالاک تھا اس نے عورت سے کہا: کیا حقیقت میں خدا نے کہا ہے کہ باغ کے سارے درختوں سے نہ کھاؤ، عورت نے سانپ سے کہا: ہم باغ کے درختوں کے میوے کھاتے ہیں لیکن اس درخت کے میوہ سے استفادہ نہیں کرتے جو باغ کے وسط میں واقع ہے خدا نے کہا ہے اس سے نہ کھانا

اور اسے لمس نہ کرنا کہیں مر نہ جاؤ، سانپ نے عورت سے کہا یقیناً نہیں مرو گے بلکہ خدا یہ جانتا ہے کہ جس دن اس سے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی؛ اور خدا کی طرح نیک و بد کے عارف بن جاؤ گے جب اس عورت نے دیکھا کہ یہ درخت کھانے کے اعتبار سے بہت اچھا اور دیکھنے کے لحاظ سے دلچسپ؛ اور جاذب نظر اور دانش افزا ہے تو اس نے اس کا پھل توڑ کر خود بھی کھایا اور اپنے شوہر کو بھی کھلا دیا اس وقت ان دونوں کی نگاہیں کھل گئیں تو خود کو برہنہ دیکھا تو انجیر کے پتوں کو سل کر اپنے لئے لباس بنایا اس وقت خدا کی آواز سنی جو اس وقت باغ میں نسیم نہار کے جھونکے کے وقت ٹہل رہا تھا آدم اور ان کی بیوی نے اپنے آپ کو باغ کے درمیان خدا سے پوشیدہ کر لیا، خدا نے آدم کو آواز دی اور کہا کہاں ہو؟ بولے جب تیری آواز باغ میں سنی تو ڈر گئے چونکہ ہم عریاں ہیں اس لئے خود کو پوشیدہ کر لیا، اس نے کہا: کس نے تمہیں آگاہ کیا کہ عریاں ہو؟ کیا میں نے جس درخت سے منع کیا تھا تم نے کھا لیا؟ آدم نے کہا اس عورت نے جس کو تو نے میرا ساتھی بنایا ہے مجھے کھانے کو دیا تو خدا نے اس عورت سے کہا کیا یہ کام تو نے کیا ہے؟ عورت نے جواب دیا سانپ نے مجھے دھوکہ دیا اور میں نے کھا لیا پھر خدا نے سانپ سے کہا چونکہ تو نے ایسا کام کیا ہے لہٰذا تو تمام چوپایوں اور تمام جنگلی جانوروں سے زیادہ ملعون ہے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی پوری زندگی مٹی کھاتا رہے گا، تیرے اور عورت کے درمیان عداوت و دشمنی نیز تیری ذریت اور اس کی ذریت کے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت پیدا کردوں گا وہ تیرا سر کچلے گی اور تو اس کی ایڑی میں ڈسے گا اور اس عورت سے کہا تیرے حمل کے درد والم کو زیادہ بڑھا دوں گا کہ درد والم کے ساتھ بچے جنے گی اور اپنے شوہر کے اشتیاق میں رہے گی اور وہ تجھ پر حکمرانی کرے گا اور آدم سے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی ہے اور اس درخت سے کھایا جس سے کہ منع کیا گیا تھا لہٰذا تیری وجہ سے زمین ملعون گئی، لہٰذا اپنی پوری عمر اس سے رنج والم اٹھائے گا، یہ زمین کانٹے، خس وخاشاک بھی تیرے لئے اگائے گی اور جنگل و بیابانوں کی سبزیاں کھائے گا اور گاڑھی کمائی کی روٹی نصیب ہوگی۔ یہاں تک کہ اس مٹی کی طرف لوٹ آؤ جس سے بنائے گئے ہو چونکہ تم خاک ہو لہٰذا خاک کی طرف بازگشت کروگے، آدم نے

اپنی بیوی کا نام حوا رکھا اس لئے کہ وہ تمام زندوں کی ماں ہیں خدا نے آدم اور ان کی بیوی کا لباس کھال سے بنایا اور انہیں پہنایا، خدا نے کہا یہ انسان تو ہم میں سے کسی ایک کی طرح نیک و بد کا عارف ہو گیا کہیں ایسا نہ ہو کہ دست درازی کرے اور درخت حیات سے بھی لیکر کھالے اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے لہٰذا خدا نے اسے باغ عدن سے باہر کر دیا تا کہ زمین کا کام انجام دے کہ جس سے اس کی تخلیق ہوئی تھی، پھر آدم کو باہر کر کے باغ عدن کے مشرق سمت میں مقرب فرشتوں کو جگہ دی اور آتش بار تلوار رکھ دی جو ہر طرف گردش کرتی تھی تا کہ درخت حیات کے راستے محفوظ رہیں۔

ان دو باب کے مطالب کا تجزیہ

مذکورہ بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ: پروردگار خالق نے اپنی مخلوق آدم سے جھوٹ کہا، اس لئے کہ ان سے فرمایا: خیر و شر میں فرق کرنے والے درخت سے کھاؤ گے تو مر جاؤ گے! اور سانپ نے حوا کو حقیقت امر اور خالق کے جھوٹ سے آگاہ کیا، ان دونوں نے کھایا اور آنکھیں کھل گئیں اور اپنی عریانیت دیکھ لی اور جب باغ میں سیر کرتے ہوئے اپنے خالق پروردگار کی آواز سنی تو چھپ گئے، چونکہ خدا ان کی جگہ سے واقف نہیں تھا اس لئے آدم کو آواز دی کہ کہاں ہو؟ آدم نے بھی عریانیت کے سبب اپنے چھپنے کو خدا سے بتایا اور خدا نے اس معنی کو درک کرنے کے متعلق آدم سے دریافت کرتے ہوئے کہا: کیا تم نے اس درخت سے کھالیا ہے؟ آدم نے حقیقت واقعہ سے باخبر کر دیا تو خداوند خالق نے آدم و حوا اور سانپ پر غیظ و غضب کا اظہار کیا اور انہیں زمین پر بھیج دیا اور ان کے کرتوت کی بنا پر انہیں سزا دی اور پروردگار خالق نے جب یہ دیکھا کہ یہ مخلوق اس کی طرح خیر و شر سے آشنا ہو گئی ہے اور اسے خوف محسوس ہوا کہ کہیں حیات کے درخت سے کچھ کھا نہ لے کہ ہمیشہ زندہ رہے، تو اس نے باغِ عدن سے نکال دیا اور زندگی کے درخت کے راستے میں محافظ اور نگہبان قرار دیا وہ بھی کرتوبیوں (مقرب فرشتے) کو تا کہ انسان کو اس درخت سے نزدیک نہ ہونے دیں۔

سچ ہے کہ یہ خالق پروردگار کس درجہ ضعیف و ناتواں ہے؟! (خدا اس بات سے پاک و پاکیزہ ہے کہ جس کی اس کی طرف نسبت دیتے ہیں)۔ یعنی اس خدا کا تصور پیش کرتے ہیں جو یہ خوف رکھتا ہے کہ کہیں اس کی مخلوق اس کے جیسی نہ ہو جائے اسی لئے وہ تمام اسباب و ذرائع کہ جو مخلوقات کو اس کے مرتبہ تک پہونچنے

سے باز رکھے بروئے کار لاتا ہے اور کتنا جھوٹا اور دھوکہ باز ہے کہ اپنی مخلوق کے خلاف کام کرتا ہے اور اس سے جھوٹ بولتا ہے، وہ بھی ایسا جھوٹ جو بعد میں فاش ہو جاتا ہے!

اور کتنا ظالم ہے کہ سانپ کو صرف اس لئے کہ اس نے حوا سے حقیقت بیان کردی ہے سزا دیتا ہے اور ہم نہیں سمجھ سکے کہ اس بات سے اس کی کیا مراد تھی کہ اس نے کہا: "یہ انسان ہم ہی میں سے ایک کی طرح ہو گیا ہے" آیا اس سے مراد یہ ہے کہ یکتا اور واحد خالق پروردگار کے علاوہ بھی دوسرے خداؤں کا وجود تھا کہ 'ہمنا' جمع کی ضمیر استعمال کی ہے؟!

آخر کلام میں ہم کہیں گے، اس شناخت اور معرفت کا اثر اس شخص پر جو توریت کی صحت و درستگی کا قائل ہے کیا ہوگا؟! جب وہ توریت میں پڑھے گا: خداوند خالق ہستی جھوٹ بولتا ہے اور دھوکہ دھڑی کرتا ہے اور اس انسان کے خوف سے، اسے کمال تک پہنچنے سے روکتا ہے تو وہ کیا سوچے گا؟!

یقیناً خداوند عالم اس بات سے بہت ہی منزہ؛ پاک و پاکیزہ نیز بلند و بالا ہے جو ظالمین اس کی طرف نسبت دیتے ہیں۔

ب۔ نصاریٰ کی تحریف

جو کچھ ہم نے اب تک بیان کیا ہے یہود و نصاریٰ کے درمیان مشترک چیزیں تھیں لیکن نصاریٰ دوسری خصوصیات بھی رکھتے ہیں اور وہ: عقیدۂ الوہیت اور "ربوبیت" میں تحریف ہے جس کا بیان یہ ہے:

نصاریٰ کے نزدیک تثلیث (تین خدا کا نظریہ)

نصاریٰ کہتے ہیں: مسیح خدا کے فرزند ہیں اور خدا ان کا باپ ہے اور یہ دونوں روح القدس کے ساتھ ایک شئے ہیں کہ وہی خدا ہے، لہذا خداوند یکتا تین عدد ہے: باپ، بیٹا اور روح القدس اور یہ تینوں، خدا، عیسیٰ اور روح القدس ایک ہی ہیں کہ وہی خدا ہے تین افراد ایک ہیں اور ایک، تین عدد ہے۔

خداوند عالم سورۂ مائدہ میں فرماتا ہے:

﴿لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح بن مريم و قال المسيح يا بنى اسرائيل اعبدوا الله ربى و ربكم انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة و مأواه النار و ما للظالمين من انصار☆ لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة وما من اله الا اله واحد۔۔۔ ☆ ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلت

من قبلہ الرسل و اُمہ صدیقة کانا یاکلان الطعام انظر کیف نبین لھم الآیات ثم انظر انی یؤفکون﴾

جن لوگوں نے یہ کہا: خدا وہی مریم کے فرزند مسیح ہیں، یقیناً وہ کافر ہوگئے، (جبکہ خود) مسیح نے کہا: اے بنی اسرائیل! واحد اور ایک خدا کی عبادت اور پرستش کرو جو ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے اس لئے کہ جو کسی کو خدا کا شریک قرار دے گا تو خداوند عالم نے اس پر بہشت حرام کی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے؛ اور ستمگروں کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے، جن لوگوں نے کہا: خداوند تین خداؤں میں سے ایک ہے یقیناً وہ بھی کافر ہیں خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے...، حضرت مسیح جناب مریم کے فرزند صرف اس کے رسول ہیں کہ ان سے پہلے بھی دیگر رسول آچکے ہیں؛ ان کی ماں (مریم) بہت سچی اور نیک کردار خاتون تھیں، دونوں غذا کھاتے تھے؛ غور کرو کہ کس طرح ہم ان کیلئے صراحت کے ساتھ نشانیوں کو بیان کرتے ہیں، پھر غور کرو کہ کس طرح وہ حق سے منحرف ہو رہے ہیں۔(۱)

نیز سورۂ نساء میں فرماتا ہے:

﴿یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم و لا تقولوا علیٰ اللہ الا الحق انما المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ و کلمتہ القاھا الیٰ مریم و روح منہ فآمنوا باللہ و رسولہ و لا تقولوا ثلاثة انتھوا خیراً لکم انما اللہ الٰہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض و کفیٰ باللہ وکیلاً﴾

اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں غلو اور افراط سے کام نہ لو اور خدا کے بارے میں جو حق ہے وہی کہو! مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں کہ اسے مریم کو القاء کیا؛ نیز اس کی طرف سے روح بھی ہیں لہٰذا خدا اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو: خداوند سہ گانہ ہے اس بات سے باز آجاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے اللہ فقط خدائے واحد ہے؛ وہ صاحب فرزند ہونے سے منزہ اور پاک ہے، زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے یہی کافی ہے کہ خدا مدبر ہے۔(۲)

سچ ہے کہ خداوند سبحان نے صحیح فرمایا ہے اور تحریف کرنے والوں نے جھوٹ کہا ہے، اللہ کی پاک و پاکیزہ ذات ستمگروں کے قول سے بلند و بالا ہے۔

اب اگر مسئلہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا (اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے) اور خدا کا مطلوب اور پسندیدہ دین صرف اور صرف اسلام ہے اور دین کی اسلام کے علاوہ نام گزاری تحریف ہے اور یہودیت و نصرانیت دونوں ہی اسم و صفت کے اعتبار سے تحریف ہو چکے ہیں، لہٰذا صحیح اسلام کیا ہے؟ اور اسلامی شریعت کون ہے؟

(۱) مائدہ ۷۲/ ۷۳، ۷۵ (۲) نساء ۱۷۱

و۔ اسلام انسانی فطرت سے سازگار ہے

خداوند سبحان سورۂ روم میں فرماتا ہے:

﴿فاقم وجهك للدين حنيفا فطرة الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون﴾

پھر اپنے چہرہ کو پروردگار کے خالص آئین کی جانب موڑلو یہ وہ فطرت ہے جس پر خداوند عالم نے انسانوں کو خلق کیا، تخلیق پروردگار میں کوئی تبدیلی نہیں ہے، یہ ہے ثابت اور پائدار دین، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(۱)

کلمات کی تشریح

۱۔ **حنیفاً**: حنف کجروی سے راہ راست پر آنا اور حنف درستگی اور راستی سے کجی کی طرف جانا ہے، حنیف: مخلص، وہ شخص جو خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہو اور کبھی دین خداوندی سے منحرف نہ ہوا ہو۔

۲۔ **فطر**: اختراع وایجاد کیا، فطر اللہ العالم، یعنی خدا نے دنیا کی ایجاد کی، (پیدا کیا)۔

خداوند عالم نے گزشتہ آیات میں راہ اسلام سے گمراہ ہونے والوں کے انحراف کے چند نمونے بیان کرنے اور نیک اعمال کی طرف اشارہ کرنے کے بعد: اس موضوع کو اس پر فروعی عنوان سے اضافہ کرتے ہوئے فرمایا:

پھر اپنے چہرے کو دین کی جانب موڑلو۔ (ایسے دین کی طرف جو خدا کے نزدیک اسلام ہے) اور بے راہ روی سے راستی اور درستگی واعتدال یعنی حق کی طرف رخ کرلو کہ دین اسلام کی طرف رخ کرنا انسانی فطرت کا اقتضا ہے ایسی فطرت جس کے مطابق خداوند عالم نے اسے خلق کیا ہے اور فطرت خداوندی میں کسی قسم کی تبدیلی اور دگرگونی کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے، اس کے دین میں جو کہ آدمی کی فطرت کے موافق اور سازگار ہے، تبدیلی نہیں ہوگی اور اس کا فطرت سے ہم آہنگ اور موافق ہونا اس دین کے محکم اور استوار

---

(۱) روم/۳۰۔

ہونے کی روشن اور واضح دلیل ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔

اس سلسلہ میں تمام جاندار انسان کی طرح ہیں اور اپنی فطرت کے مطابق ہدایت پاتے ہیں، مثال کے طور پر شہد کی مکھی اس غریزی فطرت اور ہدایت کے مطابق جو خدا نے اس کی ذات میں ودیعت کی ہے، پھولوں کے شگوفوں سے وہی حصے کو جو عسل بننے کے کام آتے ہیں، چوستی ہے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنی فطرت اور غریزی ہدایت کے برخلاف نامناسب اور نقصان دہ چیزیں کھالیتی ہے جو شہد بننے کے کام نہیں آتیں تو داخل ہوتے وقت دربان جو محافظت کے لئے ہوتا ہے اسے روک دیتا ہے اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالتا ہے۔

مرغ بھی خداداد فطرت اور غریزی ہدایت کے مطابق پاک وپاکیزہ دانوں اور سبزیوں کو چنتا ہے اور جب بھی خداداد صلاحیت اور غریزی ہدایت کے برخلاف عمل کرتے ہوئے غلاظت کھالیتا ہے تو شریعت اسلامیہ میں اسے ''جلاّلہ'' (نجاست خور) کہا جاتا ہے اور اس کا گوشت کھانا ممنوع ہوجاتا ہے جب تک کہ تین دن پاکیزہ دانے کھا کر پاک نہ ہوجائے۔

ہاں، خداوند عالم کا حکم تمام مخلوقات کے لئے یکساں ہے انہیں ہدایت کرتا ہے تاکہ اپنے لئے کارآمد اور مفید کاموں کا انتخاب کریں اور ان نقصان دہ امور سے پرہیز کریں جو ان کے وجود کے لئے خطرناک ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ انسان کی بہ نسبت خداوند عالم نے سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿یسئلو نك ما ذا احل لهم قل احل لكم الطيبات...﴾(۱)

تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے کون سی چیز حلال ہے؟ تو ان سے کہو: ہر پاکیزہ چیز تمہارے لئے حلال ہے۔

سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿الـذيـن يتبعون الرسول النبي الأمي الذي يجدو نه مكتوباً عندهم في التوراة و الأنجيل يامرهم بالمعروف و ينهاهم عن المنكر و يحل لهم الطيبات و يحرم عليهم الخبائث...﴾

جو لوگ خدا کے رسول پیغمبر امی کا اتباع کرتے ہیں؛ ایسا پیغمبر جس کے صفات اپنے پاس موجود توریت اور انجیل میں لکھے ہوئے دیکھتے ہیں کہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور منکر و برائی سے روکتا ہے، پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتا ہے اور نجاسات اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔(۱)

---

(۱) اعراف/۱۵۷۔

لہٰذا اسلامی احکام میں معیار؛ انسان کے لئے نفع ونقصان ہے، خداوند عالم نے نجاستوں کو حرام کیا ہے، چونکہ انسان کے لئے نقصان دہ ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا ہے کیونکہ اس کے لئے مفید وکار آمد ہیں۔ اس بات کی تائید سورۂ رعد میں خداوند عالم کے قول سے ہوتی ہے کہ فرماتا ہے:

﴿فاما الزبد فیذھب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض...﴾

لیکن جھاگ، کنارے جا کر نابود ہو جاتا ہے، لیکن جو چیزیں انسان کے لئے مفید اور سودمند ہے زمین میں رہ جاتی ہیں۔(۱)

سورۂ حج میں فرمایا:

﴿و اذّن فی الناس بالحج یأتوک رجالاً و علیٰ کل ضامر یأتین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم﴾

لوگوں کو حج کی دعوت دو، تا کہ پیادہ اور کمزور ولاغر سواری پر سوار ہو کر دور و دراز مقامات سے تمہاری طرف آئیں اور اپنے منافع کا مشاہدہ کریں۔(۲)

نیز اسی سورہ کی گزشتہ آیات میں فرمایا:

﴿یدعوا من دون اللہ ما لا یضرہ و لا ینفعہ ذلک ھو الضلال البعید یدعوا لمن ضرہ اقرب من نفعہ...﴾

بعض لوگ خدا کے علاوہ کسی اور کو پکارتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ پہونچا سکتے ہیں یہ وہی زبردست گمراہی ہے وہ ایسے کو پکارتے ہیں جس کا نقصان نفع سے زیادہ نزدیک ہے۔(۳)

پروردگار عالم نے جو چیزیں نفع ونقصان دونوں رکھتی ہیں لیکن ان کا نقصان زیادہ ہو ان کو بھی حرام قرار دیا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿یسئلونک عن الخمر و المیسر قل فیما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما﴾

یہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو ان سے کہو: اس میں گناہ عظیم اور زبردست نقصان ہے اور لوگوں کے لئے منفعت بھی ہے لیکن اس کا گناہ نفع سے کہیں زیادہ سنگین وعظیم ہے۔

(۱) رعد/۱۷ (۲) حج/۲۷۔۲۸ (۱) حج/۱۲۔۱۳

جتنا نفع ونقصان کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا اس کے ضمن میں حلال وحرام کا دائرہ بھی، مخلوقات کے لئے ہر ایک اس کے ابعاد وجودی (وجودی پہلوؤں) کے اعتبار سے بڑھتا جائے گا؛ لیکن انسان کے ابعاد وجود وسیع ترین ہیں لہٰذا نفع ونقصان کی رعایت بھی حکمت کے تقاضے کے مطابق اس کے وجودی ابعاد کے مناسب ہونی چاہئے، مثال کے طور پر چونکہ انسان جسم مادی رکھتا ہے تو طبعی طور پر کچھ چیزیں اس کے لئے نقصان دہ ہیں اور کچھ چیزیں مفید اور سودمند ہیں؛ خداوند عالم نے اسی لئے جو چیزیں اس کے جسم کے لئے مفید ہیں جیسے پاکیزہ خوراکیں انسان کے لئے حلال کیں اور جو چیزیں اس کے جسم کے لئے نقصان دہ تھیں جیسے نجاستوں کا کھانا انہیں حرام کردیا۔

اس طرح کے احکام انسان کے لئے انفرادی ہوں گے چاہے جہاں بھی ہو غار میں ہو یا پہاڑیوں پر، جنگلوں میں ہو یا کچھار میں، انسانی سماج میں ہو، یا ستاروں پر یا کسی دوسرے کرۂ وجود میں ہو۔

لیکن چونکہ خداوند عالم نے انسانی زندگی کا کمال اور اس کا ارتقاء اجتماعی زندگی میں رکھا ہے لہٰذا دوسری چیزیں جیسے بہت سے معاملات جیسے لین دین اور، تجارت کو جو کہ اجتماعی فائدہ رکھتی ہے انسان کے لئے حلال کیا ہے اور جو امور سماج کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں جیسے: سود، جوا اسے حرام کیا ہے۔

اور چونکہ انسان ''نفس انسانی'' کا مالک ہے اور تہذیب نفس ضروریات زندگی میں ہے لہٰذا حج کہ اسمیں تہذیب نفس کے ساتھ ساتھ دیگر منافع کا بھی وجود ہے اس پر واجب کیا ہے اور جو چیز سماج اور اجتماع کو نقصان پہنچاتی ہے اسے حرام فرمایا اور انسان کے سماج کے لئے جن چیزوں میں منفعت ہے ان کی طرف راہنمائی کی ہے اور سورۂ حجرات میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿انما المومنون اخوۃ فصلحوا بین اخویکم...، یا ایھا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم ولا نساء من نساءٍ عسیٰ ان یکن خیراً منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان و من لم یتب فأولئك ھم الظالمون ☆ یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم و لا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً أیحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتاً فکرھتموہ و اتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم﴾

مومنین آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو...اے صاحبان ایمان! ایسا نہ ہو کہ تمہارا ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق اڑائے اور اس کا تمسخر کرے شاید وہ لوگ ان

سے بہتر ہوں؛ اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں؛ شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے کی مذمت اور عیب جوئی نہ کرو اور ایک دوسرے کو ناپسند اور برے القاب سے یاد نہ کرو؛ ایمان کے بعد یہ بہت بری بات ہے کہ کسی کو برے القاب سے یاد کرو اور کفر آمیز باتیں کرو اور جو لوگ توبہ نہیں کرتے وہ ظالم اور ستمگر ہیں۔

اے مومنو! بہت سارے گمان سے پرہیز کرو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں اور کبھی ٹوہ اور تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟! یقیناً ناپسند کروگے؛ خدا کا خوف کرو خدا توبہ قبول کرنے اور بخشنے والا ہے۔(۱)

یہ اسلامی شریعت کی شان ہے کہ ہر زمانے اور ہر جگہ انسان کی فطرت کے مطابق ہے اسی لئے قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے کہ جس طرح خداوند متعال نے نماز، روزہ اور زکوۃ کو ہم پر واجب کیا اسی طرح گزشتہ امتوں پر بھی واجب کیا تھا، جیسا کہ یہ بات ابرہیم، لوط، اسحاق اور یعقوب کے بارے میں سورۂ انبیاء میں بیان فرماتا ہے:

﴿وجعلناهم ائمة يهدون بأمرنا و أوحينا اليهم فعل الخيرات واقام الصلوة و ايتاء الزكوة....﴾(۲)

انہیں ہم نے ایسا پیشوا بنایا جو ہمارے فرمان کی ہدایت کرتے ہیں نیز انہیں نیک اعمال کی بجاآوری، اقامۂ نماز اور زکواۃ دینے کی وحی کی۔

سورۂ مریم میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿و اوصانی بالصلوة و الزكوٰة ما دمت حيا﴾

جب تک کہ میں زندہ ہوں خداوند عالم نے مجھے نماز اور زکوۃ کی وصیت کی ہے۔(۳)

اسی طرح وعدے کے پکے حضرت اسماعیل کے حال کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿و كان يأمر اهله بالصلوة و الزكوٰة و كان عند ربه مرضياً﴾

وہ مسلسل اپنے اہل وعیال کو نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیتے تھے اور ہمیشہ اپنے رب کے نزدیک مورد رضایت اور پسندیدہ تھے۔(۴)

خداوند عالم نے ہمیں روزہ کی تاکید کرتے ہوئے سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون﴾

(۱) حجرات/۱۰۔۱۲ (۲) انبیاء/۷۳ (۳) مریم/۳۱ (۴) مریم/۵۵.

اے صاحبان ایمان! روزہ تم پر اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض کیا گیا تھا شاید کہ تم لوگ اہل تقویٰ بن جاؤ۔(۱)

نیز ہمیں ربا (سودخوری) سے منع کیا جس طرح گزشتہ امتوں کو منع کیا تھا اور بنی اسرائیل کے بارے میں سورۂ نساء میں فرماتا ہے: **﴿واخذھم الربا و قد نھوا عنہ...﴾** اور ربا (سود) لینے کی وجہ سے جبکہ اس سے ممانعت کی گئی تھی (۲)

نیز ہم پر قصاص واجب کیا ہے، جس طرح ہم سے پہلے والوں پر واجب کیا تھا، جیسا کہ سورۂ مائدہ میں توریت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا...، و کتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس و العین با لعین و الانف بالانف و الاذن بالاذن و السن بالسن و الجروح قصاص...﴾

ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت اور نور تھا نیز خدا کے حکم کے سامنے سراپا تسلیم انبیاء اس کے ذریعہ یہود کو حکم دیتے تھے... اور ان پر توریت میں مقرر کیا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت نیز ہر زخم قصاص رکھتا ہے...(۳)

جب خداوند عالم نے سورۂ بقرہ میں فرمایا: **﴿والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ...﴾** مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ یہ اس کے لئے ہے جو ایام رضاعت کی تکمیل کرنا چاہتا ہے... اس نظام کو انسان کے بچپن کے لئے ایک نظام قرار دیا ہے۔ حضرت آدمؑ و حواؑ کے پہلے بچے سے آخری بچے تک کے لئے یہی نظام ہے خواہ کسی جگہ پیدا ہوں، کسی مخصوص شریعت سے اختصاص بھی نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ یہ نظام آدمی کی فطرت سے جس پر اسکو پیدا کیا گیا ہے مناسبت رکھتا ہے اور سازگار ہے اور خدا کی تخلیق میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہے، اسی لئے دین الٰہی میں بھی کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، یہ محکم اور استوار، ثابت و پائدار دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں انسان احکام الٰہی کے فطرت کے مطابق ہونے کے باوجود اس کی مخالفت کرتا ہے؟ اس کو خداوند عالم کی تائید و توفیق سے انشاء اللہ آئندہ بحث میں ذکر کریں گے۔

---

(۱) بقرہ/۱۸۳ (۲) نساء/۱۶۱ (۳) مائدہ/۴۴۔۴۵

ز۔ انسان اور نفس امارہ بالسوء (برائی پر ابھارنے والا نفس)

گزشتہ مطالب سے یہ معلوم ہوا کہ وہ موجودات جو ہدایت تسخری کی مالک ہیں ان کے علاوہ، جاندار موجودات، کبھی کبھی اپنے پروردگار کی ہدایت غریزی کی مخالفت کرتے ہیں جیسے مرغ سبزہ اور دانہ چننے کے بجائے غلاظت کھاتا ہے اور اس کی وجہ سے اسے تین روز تک پاک غذا کھانا پڑتا ہے تاکہ استبرا ہو سکے۔

شہد کی مکھی بھی جو کہ پھولوں کا رس چوستی ہے، کبھی کبھی ایسی چیزوں کا استعمال کرتی ہے جو اس کے چھتہ میں شہد کے لئے ضرر رساں ہوتا ہے، اس لئے اس چھتہ کا نگہبان اس کے داخل ہوتے ہی اسے پکڑ کر نسل کی حفاظت اور بقاء کے لئے اور سب کی زندگی کے استمرار و دوام کی خاطر اسے نابود کر دیتا ہے۔

انسان بھی، اسی طرح ہے، کیونکہ انسانوں کے درمیان بھی کچھ ایسے لوگ ہیں جو انسانی فطرت اور خدائی ہدایت کے موافق اور مطابق نظام کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ خداوند متعال نے انسان کو تمام جانداروں پر فوقیت اور برتری عطا کی ہے۔ اور اسے انسانی نفس عطا فرمایا ہے: ایسا نفس جس کے ابعاد وجودی کو اس کے خالق کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور اسی نفس انسانی کی خصوصیتوں میں ایک عقل بھی ہے کہ انسان اس کے ذریعہ تمام چیزوں کو استعمال کرتا اور اپنے کام میں لاتا ہے، ایٹم سے لیکر ان تمام دیگر اشیاء تک جو ابھی کشف نہیں ہوئی ہیں۔ خداوند سبحان اس نفس کی توصیف میں سورۂ شمس میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿**و نفس و ما سواها☆ فألهمها فجورها و تقواها**﴾ قسم ہے نفس انسان کی اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے اسے منظم کیا ہے اور پھر فسق و فجور اور تقویٰ کو اس کی طرف الہام کیا۔ (۱)

کلمات کی تشریح

۱۔ نفس، نفس عربی زبان میں متعدد معنی میں استعمال ہوا ہے انہیں میں سے چند یہ ہیں:

---

(۱) شمس ۷۔۸

الف۔ ایسی روح جو زندگی کا سرچشمہ ہے اور اگر جسم سے وہ مفارقت کر جائے تو موت آجائے گی، کہتے ہیں محتضر یعنی وہ شخص جو حالت احتضار میں ہے اس کا نفس خارج ہو گیا۔

ب۔ کسی شے کی حقیقت اور ذات کو کہتے ہیں، اگر نفس انسان اور نفس جن کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کی حقیقت اور جن کی حقیقت۔

ج۔ عین ہر چیز، جیسا کہ تاکید کے وقت استعمال ہوتا ہے جاء نی محمد نفسه، محمد بنفس نفیس میرے پاس آیا.....

د۔ جو چیز قلب کی جگہ استعمال ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے ادراک کیا جاتا ہے اور تمیز دی جاتی ہے۔ نیز انسان اسی کے ذریعہ اپنے گردوپیش کی اشیاء کا احساس کرتا ہے، اور نیند اور بیہوشی کے وقت اس سے جدا ہو جاتا ہے نیز وہی شعور جو اسے خیر وشر کی جانب متوجہ کرتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: میرے نفس نے مجھے حکم دیا ہے، میرے نفس نے مجھے اس برے کام پر آمادہ کیا، آیت کریمہ میں نفس سے مراد یہی معنی ہے۔

۲. **سواها:** اس کی آفرینش کی تکمیل کی یہاں تک کہ کمال کی حد تک پہنچ جائے اور ہدایت پذیری کے لئے آمادہ ہو جائے۔

۳۔ **فالهمها فجورها و تقواها:** یعنی اس کے نفس میں ایسا احساس پیدا کیا، جس کے ذریعہ ہدایت وگمراہی کے درمیان فرق پیدا کرتا ہے۔ ہمارے دور میں ایسے شعور کو ضمیر اور وجدان سے تعبیر کرتے ہیں۔

خیر وشر کے درمیان فرق کرنے والی، نیز خبیث اور طیب کے درمیان امتیاز پیدا کرنے والی عقل کے علاوہ نفس کے کچھ خصوصیات اور بھی ہیں جن میں انسان اور حیوان دونوں شریک ہیں، جیسے محبت ورضا، رغبت وکراہت، دشمنی ونفرت۔

اگر انسان عقل کی راہنمائی کے مطابق رفتار رکھے اور برائیوں اور گندگیوں سے کنارہ کشی اختیار کرے تو جزا پائے گا۔ اور جب حکم عقلی کی مخالفت کرے اور نفسانی خواہشات کا اتباع کرے گا تو سزا اور عذاب پائے گا۔ جیسا کہ خداوند عالم سورۂ نازعات میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وأما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى ☆ فإنّ الجنة هي المأوىٰ﴾

جو مقام خدا سے خوف کھائے اور نفس کو نفسانی خواہشات اور ہوا وہوس سے باز رکھے تو یقیناً اس کی

منزل اور ٹھکانہ بہشت ہے۔(۱)

﴿فأما من طغی، و آثر الدنیا☆ فإنّ الجحیم هی الماویٰ﴾

لیکن جو سرکشی اور طغیانی کرے اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دے تو یقیناً اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔(۲) خداوند عالم نے سورۂ مریم میں ایک قوم کی اس طرح توصیف فرمائی ہے:

﴿اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات﴾

انہوں نے نماز کو ضائع کیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔(۳)

جس طرح نفس انسانی کے اندر متفاوت دو قوتیں ہیں: خیر خواہی اور شر پسندی، یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے کشمکش اور ٹکراؤ رکھتی ہیں، خداوند عالم نے انسان کے لئے اس کے نفس کے باہر بھی اس طرح کی دو طاقتوں کو ایجاد کیا ہے، ایک گروہ اسے ہوائے نفس کی مخالفت کی دعوت دیتا ہے، یہ لوگ انبیاء اور ان کے ماننے والے ہیں۔ اور ایک گروہ اسے گمراہی وضلالت نیز اتباع نفس کی دعوت دیتا ہے وہ لوگ شیاطین جن وانس ہیں، یہ دونوں گروہ انسان پر کسی طرح کا تسلط نہیں رکھتے، بلکہ ان میں سے ہر ایک صرف اپنی دعوت یعنی ہدایت وگمراہی کی باتوں کو زینت بخشتا اور اس کی تشریح کرتا ہے، جیسا کہ خداوند متعال سورۂ حجر میں شیطان کے راندۂ درگاہ ہونے کے بعد اس کی گفتار کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿رب بما اغویتی لازیّنن لهم فی الارض﴾(٤)

خداوندا! جبکہ تو نے مجھے گمراہ کردیا ہے تو میں زمین کی چیزوں کو ان کی نگاہوں میں زینت بخشوں گا۔ خداوند عالم قرآن میں قیامت کے دن شیطان کے اپنے ماننے والوں سے خطاب کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وقال الشیطان لما قضی الأمر ان الله وعدکم وعد الحق ووعدتکم فأخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلومونی ولوموا انفسکم...﴾

جب شیطان کا کام تمام ہوجاتا ہے تو کہتا ہے: خداوند متعال نے تم سے وعدۂ برحق کیا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا اور مخالفت کی! میں تم پر مسلط نہیں تھا، سوائے اس کے کہ تم کو دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہی: لہٰذا مجھے ملامت اور سرزنش نہ کرو اور اگر کرنا ہی چاہتے ہو تو اپنے آپ کو ملامت کرو!(۵)

لوگوں کے ساتھ پیغمبروں کا حال بھی اسی طرح ہے، جیسا کہ خداوند عالم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

(۱) نازعات/۴۰۔۴۱ (۲) نازعات/۳۷، ۲۹ (۳) مریم/۵۹ (۴) حجر/۲۹، (۱) ابراہیم/۲۲۔

خطاب کرتے ہوئے سورۂ غاشیہ میں فرماتا ہے:

﴿فذکر انما انت مذکر ☆ لست علیهم بمصیطر﴾ (۱)

بس تم انہیں یاددلاؤ کیونکہ تم یاددلانے والے ہو! تم انہیں مجبور کرنے والے اور ان کے حاکم نہیں ہو اور سورۂ بلد میں ارشاد فرمایا: **﴿وهدیناه النجدین﴾** (۲) یعنی خیر و شر کے راستوں کو اسے (انسان کو) دکھادیا اور سورۂ انسان میں ارشاد ہوا:

﴿انّا هدیناه السبیل امّا شاکراً و امّا کفوراً﴾

ہم نے اسے راہِ راست دکھائی خواہ شکر گزار رہے یا ناشکرا۔ (۳)

سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿لا اکراه فی الدین قد تبیّن الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و یؤمن بالله فقد استمسک بالعروة الوثقیٰ لاانفصام لها و الله سمیع علیم ☆ الله ولی الذین آمنوا یخرجهم من الظلمات الیٰ النور و الذین کفروا اولیائهم الطاغوت یخرجونهم من النور الیٰ الظلمات اولئک اصحاب النار هم فیها خالدون﴾

دین قبول کرنے میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے، راہ راست گمراہی سے جدا ہو چکی ہے، لہٰذا جو کوئی طاغوت کا انکار کرکے خدا پر ایمان لائے، اس نے اٹوٹ مضبوط رسی کو پکڑ لیا ہے جس میں جدائی نہیں ہے خداوند سمیع و علیم ہے۔ خداوند عالم ان لوگوں کا ولی اور سرپرست ہے جو ایمان لائے ہیں، انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور کافروں کے سرپرست طاغوت ہیں جو انہیں نور سے ظلمت کی طرف لے جاتے ہیں، وہ لوگ اہل جہنم ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (۴)

اس لئے انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔ جیسا کہ سورۂ زلزال میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿فمن یعمل مثقال ذرة خیراً یره ☆ و من یعمل مثقال ذرة شراً یره﴾

لہٰذا جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اسے دیکھے گا اور جو ذرہ برابر بھی برائی کرے گا اسے بھی دیکھے گا (۵)

یہ سب کچھ ایسے امور ہیں جن کے بارے میں خداوند متعال نے انسان کو آگاہ کیا ہے اور جنات بھی اس میں اس کے شریک ہیں، جیسا کہ اصناف خلق کی بحث میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے اور تفصیل انشاء اللہ آئندہ بحث میں آئے گی۔

---

(۱) غاشیہ/۲۱۔۲۲ (۲) بلد/۱۰ (۳) انسان/۳ (۴) بقرہ ۲۵۶۔۲۵۷ (۵) زلزال/۷۔۸

ح۔ شریعت اسلام میں جن وانس کی مشارکت

خداوندعالم سورۂ احقاف میں فرماتا ہے:

﴿و اذصرفنا الیك نفراً من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولّوا الیٰ قومھم منذرین ☆قالوا یا قومنا انا سمعنا کتاباً انزل من بعد موسیٰ مصدقاًلما بین یدیہ یھدی الیٰ الحق و الیٰ طریق مستقیم☆ یا قومنا اجیبوا داعی اللہ و آمنوا بہ...﴾

جب ہم نے جن کے ایک گروہ کو تمہاری طرف متوجہ کیا تا کہ قرآن سنیں پس جب حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے خاموشی سے سنو! اور جب (تلاوت) تمام ہوگئی تو اپنی قوم کی طرف لوٹے اور انہیں ڈرایا اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو حضرت موسیٰؑ کے بعد نازل ہوئی ہے اس سے پہلے جو کتابیں آئیں ان سے ہم آہنگ ہے حق اور راہ راست کی طرف ہدایت کرتی ہے، اے ہماری قوم! اللہ کے داعی کی بات سنو اور لبیک کہہ کر اس پر ایمان لاؤ۔(۱)

اور سورۂ جن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قل اوحی اِلَیَّ انہ استمع نفر من الجن فقالوا اِنّا سمعنا قرآنا عجباً☆ یھدی الیٰ الرشد فآمنا بہ ولن نشرك بربنا احدا☆و انہ تعالیٰ جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ و لا ولدا، و انہ کان یقول سفیھنا علی اللہ شططا☆ و اناظننا ان لن تقول الأنس و الجن علی اللہ کذبا☆ و انہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا☆ و انھم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا☆ و انا لمسنا السماء فوجدنا ھا ملئت حرساً شدیداً و شھبا☆و انا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الآن یجد لہ شھاباً رصدا☆ و انا لا ندری اشر اُرید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم

---

(۱) احقاف/۲۹، ۳۱

رشدا☆ و انا منا الصالحون ومنا دون ذلك كنا طرائق قددا☆ و انا ظننا ان لن نعجز الله في الارض و لن نعجزه هربا☆و انا لما سمعنا الهدى آمنا به فمن يؤمن بربه فلا يخاف بخساً ولا رهقا☆ و انا منا المسلمون و منا القاسطون فمن اسلم فأُولئك تحروا رشدا☆و اما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا☆و ان لو استقاموا علىٰ الطريقة لاسقيناهم ماءً غدقا﴾

کہو: مجھے وحی کی گئی ہے کہ کچھ جنوں نے میری باتوں کو سنا، پھرانہوں نے کہا: ہم نے ایک ایسا عجیب قرآن سنا جوراہ راست کی ہدایت کرتا ہے، پھراس پر ہم ایمان لائے اور کبھی کسی کو اپنے رب کا شریک قرار نہیں دیں گے اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بلند و بالا ہے، اس نے کبھی اپنے لئے بیوی اور فرزند کا انتخاب نہیں کیا۔ لیکن ہمارے سفیہ (ابلیس) نے اس کے بارے میں نازیبا اور ناروا کلمات استعمال کئے اور ہمارا خیال تھا کہ جن وانس کبھی خدا کی طرف جھوٹی نسبت نہیں دیں گے۔

اور یہ بھی ہے کہ کچھ انسانوں نے کچھ جنوں کی پناہ مانگی، تو وہ لوگ ان کی گمراہی اور طغیانی میں اضافہ کا باعث بن گئے اور ان لوگوں نے اسی طرح گمان کیا جیسا کہ تم گمان رکھتے ہو کہ خداوند عالم کسی کو مبعوث نہیں کرے گا اور بیشک ہم نے آسمان کی جستجو کی تو سب کو قوی محافظوں اور شہاب کے تیروں سے پُر پایا اور اس سے قبل ہم بات چرانے کے لئے آسمان پر گھات لگا کر بیٹھ جاتے تھے؛ لیکن اس وقت کوئی بات سننا چاہے تو ایک شہاب کو اپنے کمین میں پائے گا۔

اور یقیناً ہم نہیں جانتے کہ آیا اہل زمین کے بارے میں کسی برائی کا ارادہ ہے یا ان کے رب نے انہیں ہدایت کرنے کی ٹھانی ہے؟! بیشک ہمارے درمیان صالح اور غیر صالح افراد پائے جاتے ہیں؛ اور ہم مختلف گروہ ہیں! بیشک ہمیں یقین ہے کہ ہم کبھی ارادۂ الٰہی پر غالب نہیں آسکتے اور اس کے قبضۂ قدرت سے فرار نہیں کر سکتے! اور جب ہم نے ہدایت قرآن سنی تو اس پر ایمان لائے؛ اور جو بھی اپنے پروردگار پر ایمان لائے وہ نہ تو نقصان سے خوف کھاتا ہے اور نہ ہی ظلم سے ڈرتا ہے، یقیناً ہم میں سے بعض گروہ مسلمان ہیں تو بعض ظالم ہیں جو اسلام لایا گویا اس نے راہ راست اختیار کی ہے، لیکن ظالمین جہنم کا ایندھن ہیں۔

اگر وہ لوگ (جن وانس) راہ راست میں ثابت قدم رہے، تو انہیں ہم بے حساب پانی سے سیراب کریں گے۔(۱)

---

(۱) سورۂ جن ر ۱ تا ۱۶

سورۂ انعام میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿و یوم یحشرھم جمیعاً یا معشر الجن قد استکثرتم من الانس و قال اولیاؤھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض و بلغنا اجلنا الذی اجلت لنا قال النار مثواکم خالدین فیھا الا ما شاء اللہ ان ربک حکیم علیم۔۔۔یا معشر الجن و الانس الم یأتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی و ینذرونکم لقاء یومکم ھذا قالوا شھدنا علیٰ انفسنا و غرتھم الحیاۃ الدنیا و شھدوا علیٰ انفسھم انھم کانوا کافرین﴾

جس دن سب کو محشور کرے گا، تو کہے گا: اے گروہ جن! تم نے بہت سارے انسانوں کو گمراہ کیا ہے: تو انسانوں میں سے ان کے ساتھی کہیں گے: خداوندا! ہم میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا ہے اور ہم اس مدت کو پہنچے جو تو نے ہمارے لئے معین کی تھی، خداوند فرمائے گا: جہنم تمہارا ٹھکانہ ہے، ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو گے، مگر یہ کہ خدا کی جو مرضی ہو تمہارا رب حکیم اور دانا ہے۔۔۔۔

اے گروہ انس و جن! کیا تمہاری طرف ہمارے رسول نہیں آئے ہیں جو ہماری آیتوں کو تمہارے لئے بیان کرتے تھے اور تمہیں ایسے (ہولناک) دن (قیامت) سے ڈراتے تھے؟!

کہیں گے: ہم اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں اور دنیاوی زندگی نے انہیں فریب دیا وہ اور اپنے خلاف خود گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔(۱)

(۱) انعام/۱۲۸۔۱۳۰

کلمات کی تشریح

۱۔ جدّ: جدّ یہاں پر عظمت وجلال کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۲۔ غدقاً: زیادتی اور کثرت کے معنی میں ہے: ﴿و ھم فی غدق من العیش﴾ یعنی وہ لوگ نعمت کی فراوانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

آیات کی تفسیر

خداوند عالم نے حضرت خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد جنوں کے کچھ گروہ کو ایک ایسی راہ میں قرار دیا کہ حضرت رسول اکرم کی زبان مبارک سے قرآن کی تلاوت سنیں، وہ لوگ سنتے وقت ایک دوسرے سے بولے: خاموش رہو! جب رسول اللہ کی تلاوت تمام ہوئی، اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور انہیں انذار کرتے ہوئے بولے: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب (قرآن) سنی ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے اور گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتی اور راہ راست کی ہدایت کرتی ہے، اے قوم! اللہ کے داعی کی آواز پر لبیک کہیں اور اس پر ایمان لائیں اور کسی کو اپنے پروردگار کا شریک قرار نہ دیں، یقیناً ہمارا رب اس سے بلند اور برتر ہے کہ کسی کو بیوی یا فرزند بنائے۔ بعض انسان بھی تمہارے ہی جیسا خیال رکھتے ہیں کہ خدا کسی کو رسالت کے لئے مبعوث نہیں کرے گا، ہم جناتوں کے درمیان صالح اور غیر صالح دونوں ہی طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں اور ہماری روش اور رفتار مختلف ہے، ہم میں سے بعض مسلمان ہیں تو بعض ظالم وستمگر اور حق سے روگرداں، یقیناً اپنے پروردگار پر ایمان رکھنے والے مومنین اپنے حق میں کمی اور نقصان، نیز اپنے اوپر ظلم وستم کی پرواہ نہیں کرتے اور خائف نہیں ہوتے۔

لیکن ستمگر حق سے فرار کرتے ہیں، یقیناً وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے اور عذاب میں گرفتار ہوں گے، یہ دن وہی دن ہے کہ اس دن خداوند عالم سب کو جمع کرے گا اور گنہگاروں کے اپنے گناہ کا اعتراف کرنے کے بعد ان سے کہے گا: یہ آگ تمہاری منزل ہے، اس میں ہمیشہ رہو، سوائے اس کے کہ خدا کی مرضی ہو اور اس کی مشیت بدل جائے اور اپنی رحمت ان کے شامل حال کردے۔

خداوند عالم اس دن فرمائے گا: اے گروہ جن! کیا تم میں سے کوئی رسول تمہارے درمیان مبعوث نہیں

ہوئے جو تم پر میری آیتوں کی تلاوت کرتے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے؟ تو وہ لوگ اپنے خلاف اپنے کفر کی گواہی دیں گے۔

جنات کی گفتگو کہ انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ کے بعد نازل ہونے والی کتاب سنی ہے...اور اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی آواز پر لبیک کہیں، ان باتوں سے استنباط ہوتا ہے اور نتیجہ نکلتا ہے کہ جنات صاحب شریعت پیغمبروں کی کتابوں کے ذریعہ ہدایت یافتہ ہونے میں انسانوں کے شریک ہیں اور شاید جو یہ خدا نے فرمایا:

﴿الم یاتکم رسل منکم یقصون☆علیکم آیاتی و ینذرونکم لقا یومکم ھذا﴾

اس سے مراد وہی اولوالعزم پیغمبر ہیں۔

روایات میں آیات کی تفسیر

صحیح مسلم وغیرہ میں ابن عباس سے منقول ہے۔ اور ہم مسلم کی عبارت ذکر کر رہے ہیں کہ انہوں نے کہا: پیغمبر اکرمؐ اپنے اصحاب کے ہمراہ عکاظ نامی بازار کی طرف روانہ ہوئے اور یہ اس وقت ہوا جب شیاطین اور آسمانی خبروں کے درمیان فاصلہ ایجاد ہو چکا تھا اور انہیں تیر شہاب کے ذریعہ مارا جاتا تھا، شیاطین اپنی قوم کے درمیان واپس گئے تو قوم نے ان سے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان فاصلہ ہو گیا ہے اور شہابی تیر ہماری طرف روانہ کئے جاتے ہیں، ان لوگوں نے ان سے کہا: یقیناً کوئی اہم حادثہ رونما ہوا ہے کہ تمہیں آسمانی اخبار سے روک دیا گیا ہے، شرق و غرب عالم کا چکر لگاؤ اور اس کی تحقیق کرو کہ کونسی چیز تمہارے اور آسمانی اخبار کے درمیان حائل ہو گئی ہے، ان میں سے ایک گروہ جو تہامہ کی طرف روانہ ہوا تھا پیغمبر اکرم کی طرف متوجہ ہوا آنحضرت نخلہ کے علاقہ میں بازار عکاظ کے راستے میں اپنے اصحاب کے ہمراہ نماز صبح ادا کر رہے تھے اور جب قرآن سنا تو توجہ سے سننے لگے اور بولے: خدا کی قسم یہی بات ہے جو تمہارے اور آسمانی اخبار کے درمیان حائل ہے، پھر اپنی قوم کے درمیان آئے اور بولے: اے ہماری قوم! ہم نے عجیب قرآن سنا جو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور کسی کو رب کا شریک نہیں قرار دیتے ہیں اس کے بعد خدا نے اس آیت کو اپنے پیغمبرؐ پر نازل کیا: **﴿قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن﴾** کہو: مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے توجہ سے سنا

اور جو کچھ حضرت پر وحی ہوئی وہی جنوں کی باتیں تھیں۔(۱)

بحار الانوار میں علی بن ابراہیم قمی کی تفسیر سے سورۂ احقاف کی آیۂ کریمہ: **﴿یا قومنا انا سمعنا﴾** کے ذیل میں ذکر ہوا ہے وہ کہتے ہیں: اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ رسول خداؐ اپنے اصحاب کے ہمراہ مکہ سے بازار عکاظ کی طرف روانہ ہوئے زید بن حارثہ بھی ان کے ساتھ تھے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور جب کسی نے ان کی دعوت پر لبیک نہیں کہی اور کسی نے ان کی دعوت قبول نہیں کی، تو مکہ واپس آ گئے اور جب **"وادی مجنة"** نامی مقام پر پہنچے، تو آدھی رات کو تہجد کے لئے اٹھے اور قرآن کی تلاوت کرنے لگے اس اثنا میں جنات کے ایک گروہ کا گزر ہوا وہ ٹھہر کر اسے سننے لگے اور ایک دوسرے کو خاموش رہنے کی تاکید کی اور جب رسول خداؐ نے تلاوت تمام کی تو اپنی قوم کے پاس آئے انہیں ڈرایا اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے، جو حضرت موسیٰؑ کے بعد نازل ہوئی ہے اور گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق ورا ہِ راست کی طرف ہدایت کرتی ہے، اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات سنو اور اس پر ایمان لاؤ...، خدا کے اس قول: "یہ گروہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے" تک اس کے بعد اسلام کے احکام اور اصول سے آشنا ہونے کے لئے رسول خداؐ کی خدمت میں آئے اور اسلام کا اظہار کیا اور ایمان لائے، رسول اکرمؐ نے بھی انہیں اسلامی احکام کی تعلیم دی۔

اس کے بعد خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ پر یہ سورہ نازل کیا کہ کہو: مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے میری بات سنی۔ سورہ کے آخر تک خداوند عالم نے ان کی باتوں کو بیان کیا ہے، رسول خداؐ نے انہیں میں سے ایک کو ان کا سرپرست بنایا و...(۲)

بحث کا نتیجہ

جنات بھی الٰہی کتابوں جیسے توریت اور قرآن دریافت کرنے کے اعتبار سے انسان کی طرح ہیں، نیز جنات میں بھی ایسے لوگ پائے گئے ہیں جو اپنی قوم کے درمیان ڈرانے والوں کی منزل پر فائز تھے اور ایسے تھے جنہوں نے اپنی قوم کو قرآن کے وجود اور اس بات سے کہ قرآن گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی

---

(۱) مسلم، کتاب صلاۃ باب الجهر بالقرائة حدیث، ۱۴۹ و بخاری کتاب التفسیر، سورۂ جن، ج ۳ ص ۱۳۹.

(۲) بحار الانوار ج ۶۳، ص ۸۱ ماخوذ از تفسیر قمی ۶۲۲ـ۶۲۳

کتاب ہے (وہ بھی کلمۂ مصدق کے پورے معنی کے ساتھ جو قرآن کی صحت کی دلیل ہے) باخبر کیا دوسرے یہ کہ جنات بھی انسانوں کی طرح مشرکین موجود ہیں، نیز سیاق عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنات معتقد ہیں کہ خداوند صاحب فرزند ہے جیسا کہ بعض انسان ایسا عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح خدا کے فرزند ہیں۔ اور جنات کے کچھ لوگ انسان کے بعض افراد کی طرح گمان کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے کوئی پیغمبر مبعوث نہیں کیا ہے اور دنیاوی حیات کے تمام ہونے کے بعد حشر ونشر نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ: جنات انسان کے مانند ہیں ان کے درمیان خدا پر ایمان رکھنے والے مسلمان اور ظالم و نابکار کافر دونوں ہی پائے جاتے ہیں لیکن اپنے معبود پر ایمان رکھنے والے نیز جو ہم نے بیان کیا ہے اس پر اعتقاد رکھنے والے قیامت کے دن کامیاب ہیں، لیکن کفار عنقریب آتش دوزخ کا عذاب دیکھیں گے اور جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

نیز جن وانس کو عقائد میں ہم مشترک دیکھتے ہیں کہ بعض مشرک ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ خدا صاحب فرزند ہے اور بعض ان میں سے انبیاء کے دشمن ہیں اور بعض دوسروں کو ورغلانے اور بہکانے والے ہیں۔ اور کچھ مسلمان، خدا، پیغمبرؐ اور اس کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں یہ دونوں ہی گروہ قیامت کے دن محشور ہوں گے اور محاسبہ کئے جائیں گے یا انہیں عذاب ہوگا یا ثواب اور جزا ملے گی، یہ دونوں صنف تمام موارد میں مشترک ہے لیکن صنف جن کے اسلامی احکام پر عمل کی کیفیت لامحالہ کچھ ایسی ہونی چاہئے جو ان کی خداداد فطرت سے تناسب رکھتی ہو اور ان کے وجودی قالب سے میل کھاتی ہو اور سازگار ہو، اس لحاظ سے، اسلام وہی خدا کا دین اور اس کی شریعت ہے جو جن وانس دونوں کے لئے ہے جو پیغمبروں کے ذریعہ اور ان کے بعد ان کے جانشینوں کے ذریعہ جن وانس تک پہونچی ہے، خداوند عالم کی توفیق وتائید سے انشاء اللہ اس کی کیفیت آئندہ بحث میں بیان کریں گے۔

۶

اللہ کے مبلغ اور لوگوں کے معلم

۱۔ نبی، رسول اور وصی کے معنی

۲۔ آسمانی کتابوں، سیرت اور تاریخ میں پیغمبروں اور اوصیاء کی خبریں

۳۔ آیت، معجزہ کی تعریف اور اس کی کیفیت

ا۔ نبی، رسول اور وصی

الف:۔ نبی و نبوت

نبوت لغت میں مرتبہ کی بلندی اور رفعت کو کہتے ہیں، خداوند عالم سورۂ آل عمران میں فرماتا ہے:

﴿ما کان لبشر ان یؤتیه الله الکتاب والحکم و النبوة ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون الله...﴾(۱)

کسی انسان کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ خداوند عالم اسے کتاب، حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے: خدا کے علاوہ میری عبادت کرو... لہٰذا نبوت ایک مخصوص مرتبہ ہے اور نبی خدا داد علم اور مقام قرب کے ذریعہ دیگر افراد پر فوقیت اور برتری رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے، نبی وہ ہے جو ایسی منزلت و مرتبہ کا مالک ہو، یہی معنی خداوند عالم کے کلام میں ہیں جب کہ وہ پیغمبر اکرمؐ سے مخاطب ہو کر سورۂ احزاب میں فرماتا ہے:

﴿یا ایها النبی انا ارسلناك شاهداً و مبشراً و نذیراً☆ و داعیاً الیٰ الله بأذنه و سراجاً منیرا﴾

اے نبی! ہم نے تم کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا، خدا کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

لہٰذا "یا ایہا النبی" کے معنی ہیں اے بلند مرتبہ عالی مقام میں نے تمہیں بھیجا...۔(۲)

اسی طرح سورۂ احزاب کی دیگر آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم﴾

بیشک نبی تمام مومنین سے ان کے نفس کی بہ نسبت زیادہ اولی ہیں۔(۳)

---

(۱) آل عمران/۷۹ (۲) احزاب/۴۵۔۴۶ (۳) سورۂ احزاب

نبی وہ ہے جس پر وحی ہوتی ہے، جیسا کہ خدائے سبحان نے سورۂ نساء میں فرمایا ہے:

﴿انا او حینا الیك کما او حینا الیٰ نوح و النبیین من بعده﴾

ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جس طرح نوح اور ان کے بعد دیگر انبیا کی طرف بھیجی تھی۔(۱)

اس اعتبار سے نبی ایک اسلامی اصطلاح ہے اس معنی میں کہ نبی: خدا کے نزدیک بلند مرتبہ اور عالی رتبہ ہوتا ہے اور اس کی طرف وحی کی جاتی ہے، پروردگار خالق عالی مقام انبیاء کو مبعوث کرتا ہے تا کہ وہ بشارت دینے والے، ڈرانے والے رسول بنیں اور لوگوں کی ہدایت کریں، جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿کان الناس امة واحدة فبعث الله النبیین مبشرین و منذرین و انزل معهم الکتاب...﴾

سارے لوگ ایک امت تھے، خداوند عالم نے انبیاء کو مبعوث کیا تا کہ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہوں اور ان کے ساتھ کتاب بھیجی...۔(۲)

﴿و انزل معهم الکتاب﴾ یعنی پروردگار خالق نے مبعوث ہونے والے بعض انبیاء کے ساتھ کتاب بھیجی نہ یہ کہ خداوند عالم نے ہر ایک نبی کو کتاب دی ہے، دوسرے یہ کہ خداوند عالم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت و برتری دی ہے۔

جیسا کہ سورۂ اسراء میں ارشاد فرماتا ہے: **﴿و لقد فضلنا بعضهم علیٰ بعض﴾**

ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت و برتری عطا کی ہے۔(۳)

اسی طرح خداوند عالم نے انبیاء کے درمیان اپنے رسولوں کو منتخب کیا اور لوگوں کی طرف بھیجا، جیسا کہ بیان کیا جا رہا ہے۔

ب۔ رسول

رسالت کا حامل، وہ لوگوں کی ہدایت کا خداوند عالم کی طرف سے ذریعہ ہے۔ اور وہ خالق و مخلوق کے درمیان نوع بشر میں وساطت کا شرف اسکی خاص صفت ہے اور مخصوص رسالت کے ہمراہ ان کے درمیان مبعوث ہوتا ہے، خداوند عالم اسے انہیں میں سے کہ جن کی طرف بھیجا گیا ہے یا جن کی زبان میں گفتگو کرتا ہے منتخب کرتا ہے جیسا کہ سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہوتا ہے:

---

(۱) نساء/۱۶۳ (۲) بقرہ/۲۱۳ (۳) اسراء/۵۵

﴿وما أرسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبيّن لهم...﴾(۱)
ہم نے ہر پیغمبر کو اسی کی زبان میں مبعوث کیا تا کہ انہیں سمجھا سکے اور وضاحت کر سکے۔

نیز سورۂ اعراف اور ہود میں فرماتا ہے: **﴿و الیٰ عاد اخاہ ھودا﴾** اور قوم عاد کی طرف ''نوح کے بھائی ہودؑ'' کو بھیجا نیز سورۂ اعراف، ہود اور نمل میں فرماتا ہے: **و الیٰ ثمود اخاہ صالحاً** میں نے قوم ہود کی طرف ''ان کے بھائی صالح'' کو بھیجا اور سورۂ اعراف، ہود اور عنکبوت میں فرماتا ہے: **﴿والیٰ مدین اخاہ شعیبا﴾**؛ مدین کی طرف ''ان کے بھائی شعیب'' کو مبعوث کیا۔

اس انتخاب کی حکمت بھی واضح ہے، کیونکہ خدا کا رسول اپنی قوم کے درمیان اپنے خاندان اور رشتہ داروں کی وجہ سے قوی اور مضبوط ہوتا ہے اور تبلیغی وظائف کی انجام دہی میں مدد ملتی ہے، جیسا کہ خداوند عالم نے سورۂ ہود میں قوم شعیب کی داستان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا: **﴿ولو لا رھطک لرجمناک﴾** اگر تمہارے عزیز واقارب نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔

خدا پیغمبروں کو لوگوں کی ہدایت اور ان پر حجت تمام کرنے کے لئے بھیجتا ہے جیسا کہ سورۂ نساء میں فرمایا:

﴿ورسلاً مبشرين و منذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل﴾
ایسے رسول جو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تا کہ ان پیغمبروں کے بعد لوگوں کے لئے خدا پر کوئی حجت نہ رہ جائے اور سورۂ اسراء میں فرماتا ہے:(۲)

﴿وما كنا معذبين حتىٰ نبعث رسولاً﴾
ہم اس وقت تک عذاب نہیں کرتے ہیں جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیج دیں۔(۳)

اور سورۂ یونس میں فرماتا ہے:

﴿ولكل امة رسول فاذا جاء رسولهم قضي بينهم بالقسط وهم لا يظلمون﴾(٤)
ہر امت کے لئے ایک پیغمبر ہوگا، جب ان کے درمیان پیغمبر آ جائے گا تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوگا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

جو امتیں پیغمبر کی نافرمانی کرتی ہیں وہ دنیاوی اور اخروی عذاب کی مستحق ہو جاتی ہیں جیسا کہ خداوند عالم فرعون اور اس سے پہلے والی امت کی خبر دیتے ہوئے سورۂ حاقہ میں فرماتا ہے:

(۱) ابراہیم/۵ (۲) نساء/۱۶۵ (۳) اسراء/۱۵ (۱) یونس/۴۷

﴿فعصوا رسول ربهم فأخذهم أخذة رابية﴾

انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو خداوند عالم نے انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا۔(۱)

پیغمبر کی نافرمانی بعینہ خدا کی نافرمانی ہے، جیسا کہ سورۂ جن میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿و من یعص الله و رسوله فان له نار جهنم خالدین فیها ابداً﴾

جو بھی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔(۲)

خداوند عالم نے رسولوں کو انبیاء کے درمیان سے منتخب کیا اور ہمیشہ رسولوں کی تعداد انبیاء سے کم ہے جیسا کہ ابوذرؓ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا:

و قلت یا رسول الله: "کم هو عدد الانبیاء، قال: ماة الف و اربعة و عشرون الفاً الرسل من ذلك ثلاثماة و خمسة عشر جما غفیراً۔"

ابوذر نے کہا: یا رسول اللہ: انبیاء (ع) کی تعداد کتنی ہے؟ فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، اس میں سے تین سو پندرہ رسول ہیں ان کی مجموعی تعداد یہی ہے۔(۳)

جو میں نے بیان کیا اس اعتبار سے ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہے، جیسا کہ "یسع" رسول نہیں تھے لیکن نبی اور موسیٰ کلیم اللہ کے وصی تھے۔

بعض پیغمبر جو شریعت لیکر آئے، انہوں نے بعض گزشتہ شریعت کے مناسک کو نسخ کر دیا جیسا کہ حضرت موسیٰ کی شریعت اپنے ماقبل شریعتوں کے لئے ایسی ہی تھی، بعض پیغمبر کچھ ایسی شریعت لیکر آئے جو سابق شریعت کی تجدید کرنے اور کامل کرنے والی تھی، جس طرح حضرت خاتم الانبیاء کی شریعت ابراہیم خلیل کے آئین حنیف کی نسبت، خداوند سورۂ نحل میں فرماتا ہے:

﴿ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراهیم حنیفاً﴾

پھر ہم نے تمہاری طرف وحی کی کہ حضرت ابراہیم کے خالص آئین کا اتباع کرو...(۴)

اور سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے:

---

(۱) حاقہ/۱۰ (۲) جن/۲۳ (۳) مسند احمد، ج۵، ص ۲۶۵_۲۶۶، معانی الاخبار، صدوقؒ ص ۳۳۲، خصال، طبع مکتبہ صدوق، ج۲ ص ۵۲۳، بحار الانوار، ج۱۱ ص ۳۲، حدیث ۲۴، مذکورہ روایت کی عبارت مسند احمد سے اخذ کی گئی ہے۔ (۴) نحل/۱۲۳

﴿الیوم اکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا﴾(۱)
آج تمہارے لئے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور اسلام کو تمہارے لئے آئین کے عنوان سے پسند کیا۔

آئندہ بحث میں انبیاء کے وصیوں کی خبروں کی تحقیق کریں گے۔

ج۔ وصی و وصیت

وصی کتاب اور سنت میں، ایک ایسا انسان ہے جس سے دوسرے لوگ وصیت کرتے ہیں تا کہ اس کے مرنے کے بعد ان کی نظر میں قابل توجہ امور پر اقدام کرے خواہ، اس لفظ اور عبارت میں ہو کہ ''میں تمہیں وصیت کر رہا ہوں کہ میرے بعد تم ایسا کروگے، یا ان الفاظ میں ہو: میں تم سے عہد لیتا ہوں اور تمہارے حوالے کرتا ہوں کہ میرے بعد ایسا ایسا کروگے اس میں، کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح سے وصیت کے بارے میں دوسروں کو خبر دینے میں بھی لفظ وصی اور وصیت وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے اور اگر یہ کہے: فلاں میرے بعد میرا وصی ہے، یا کہے: فلاں میرے بعد ایسا ایسا کرے گا یا جو بھی عبارت وصیت کا مفہوم ادا کرے اور اس پر دلالت کرے کافی ہے۔

نبی کا وصی بھی، وہ انسان ہے جس سے پیغمبر نے عہد و پیمان لیا ہو تا کہ اس کے مرنے کے بعد امور شریعت اور امت کی ذمہ داری اپنے ذمے لے اور اسے انجام دے۔ (۲)

انبیاء کے وصیوں کے بارے میں جملہ اخبار میں سے ایک یہ ہے جسے طبری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: جناب حوا نے حضرت آدم کی صلب سے ''ھبۃ اللہ'' کو جو کہ عبرانی زبان میں ''شیث'' ہے جنم دیا تو حضرت آدمؑ نے انہیں اپنا وصی قرار دیا، حضرت شیث سے بھی ''انوش'' نامی فرزند پیدا ہوا اور انہوں نے اسے بیماری کے وقت اپنا وصی بنایا اور دنیا سے رحلت کر گئے، پھر اس کے بعد ''انوش'' کی اولاد ''قینان'' اور دیگر افراد دنیا میں آئے کہ اپنے باپ کے وصی ''قینان'' بنے، قینان سے بھی ''مھلائیل الیرد'' اور دیگر گروہ وجود میں آئے کہ جس میں وصیت ''یرد'' کے ذمہ قرار پائی، یرد سے بھی ''خنوخ'' کہ جن کو ادریس کہا جاتا ہے، دیگر فرزندوں کے ساتھ پیدا ہوئے اور جناب ادریس اپنے باپ کے وصی بنے اور ادریس سے ''متوشلخ'' اور کچھ دیگر افراد پیدا ہوئے اور وصیت ان کے ذمہ قرار پائی۔

---

(۱) سورۂ مائدہ/۳ (۲) مزید تفصیل کیلئے: ''فرہنگ دو مکتب در اسلام''، ج اص بحث وصی کی طرف رجوع کریں۔

ابن سعد نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں جناب ادریس کے بارے میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سب سے پہلے پیغمبر جو آدمؑ کے بعد مبعوث ہوئے ادریس تھے اور وہ ''خنوخ بن یرد'' ہیں۔

اور خنوخ سے بھی 'متوشلخ'' اور کچھ دیگر اولاد پیدا ہوئی اور وصیت ان کے ذمہ قرار پائی اور متوشلخ سے ''لمک'' اور کچھ دیگر اولاد پیدا ہوئی اور وہ اپنے باپ کے وصی ہو گئے اور لمک سے حضرت ''نوح'' پیدا ہوئے۔(۱)

مسعودی نے ''اخبار الزمان'' میں ایک روایت ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

خداوند عالم نے جب حضرت آدمؑ کی روح قبض کرنی چاہی، تو انہیں حکم دیا کہ اپنے فرزند شیث کو اپنا ''وصی'' قرار دیں اور ان علوم کی انہیں تعلیم دیں جو اللہ نے انہیں دیا ہے تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور نقل کیا ہے: شیث نے اپنے بیٹے قینان کو صحف کی تعلیم دی زمین کے محاسن اچھائیوں اور ذخائر کو بیان کیا اس کے بعد انہیں اپنا وصی بنایا اور نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے، حج کرنے اور قابیل کی اولاد سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور سات سو بیس سال کے سن میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

قینان نے اپنے فرزند ''مہلائیل'' کو وصی بنایا اور انہیں جس کی خود انہیں وصیت کی گئی تھی وصیت کی مہلائیل کی عمر ۸۷۵ رسال تھی، انہوں نے بھی اپنے فرزند 'بوادر'' کو وصی بنایا انہیں صحف کی تعلیم دی اور زمین کے ذخیروں اور آئندہ رونما ہونے والے حوادث سے آگاہ کیا او'سرّ ملکوت'' نامی کتاب انہیں سپرد کی، یعنی وہ کتاب جسے مہلائیل فرشتے نے حضرت آدمؑ کو تعلیم دی تھی اور اسے سربستہ اور دیکھے بغیر، ایک دوسرے سے وراثت میں پاتے تھے، بوادر سے ''خنوخ'' نامی فرزند پیدا ہوا یہ وہی ادریس نبی ہیں کہ خداوند عالم نے انہیں عالی مقام بنایا انہیں ادریس اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے خداوند عزوجل کی کتابوں اور دین کی سنتوں کو بہت پڑھا اور اس پر عمل کیا ہے، خداوند عالم نے ان پر تیس عدد صحیفے نازل کئے کہ ان کو ملا کر اس زمانے میں نازل ہونے والے صحیفے کامل ہوئے۔ ''یوارد'' نے اپنے فرزند ''خنوخ'' (ادریس) کو اپنا وصی بنایا اور اپنے باپ کی وصیت ان کے حوالے کی اور جو علوم ان کے پاس تھے ان کی تعلیم دی اور ''مصحف سر'' اُن کے حوالے کیا....

یعقوبی نے اخبار اوصیاء کو سلسلہ وار اور طبری و ابن اثیر سے زیادہ بسط و تفصیل سے نقل کیا ہے اس کے علاوہ دوسرے کی اخبار بھی وصیت کے سلسلہ میں ذکر کئے ہیں، مثال کے طور پر کہتا ہے: حضرت آدمؑ کی

---

(۱) تاریخ طبری، طبع یورپ، ج اص ۱۵۳۔۱۶۵، ۱۶۶، تاریخ ابن اثیر، ج اص ۱۹، ۲۰، شیث بن آدم کے بارے میں، طبقات ابن سعد، ج اص ۱۶، ابن کثیر نے بھی اپنی تاریخ میں حضرت آدم کی وصیت کا، جو انہوں نے اپنے شیث کو کی تھی، ذکر کیا ہے۔

وفات کے وقت ان کے فرزند شیث اور دوسرے بیٹے، پوتے ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان پر درود بھیجا اور ان کے لئے خدا سے برکت اور کثرت طلب کی اور اپنے بیٹے شیث کو اپنا وصی بنایا اور ذکر کیا ہے:

حضرت آدمؑ کی موت کے بعد آپ کے فرزند شیث آگے بڑھے اور اپنی قوم کو تقوای الٰہی اور عمل صالح کا حکم دیا... یہاں تک کہ شیث کی وفات کے وقت ان کے فرزند اور پوتے کہ اس دن انوش، قینان، مہلائیل یرد اور خنوخ تھے اور ان کے بچے اور بیویاں ان کے قریب آئیں اور شیث نے ان پر درود بھیجا اور خداوند عالم سے ان کے لئے برکت، ترقی اور زیادتی کی درخواست کی اور ان کی طرف مخاطب ہو کر انہیں قسم دی کہ.... قابیل ملعون کی اولاد سے معاشرت نہیں کریں گے اور فرزند انوش کو وصی بنایا۔

یعقوبی اس طرح سے سلسلہ وار اوصیاء کی خبروں کو ان کے زمانہ کے وقایع کے ذکر کے ساتھ حضرت نوح کی خبر وصیت تک پہنچ کر کہتا ہے: حضرت نوحؑ کی وفات کے وقت آپ کے تینوں بیٹے سام، حام اور یافث اور ان کی اولاد ان کے پاس جمع ہوگئی پھر حضرت نوح کی وصیت کی تشریح کرتا ہے اور اسی طرح انبیاء کے اوصیاء کے تسلسل کو بنی اسرائیل اور ان کے اوصیاء تک ذکر کیا ہے کہ ہم یہاں تک اسی خلاصہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

حضرت نوحؑ کے زمانے میں قابیل کے فرزندوں کے درمیان بتوں کی عبادت رائج تھی۔

ادریس نے اپنے فرزند متوشلخ کو اپنا وصی بنایا، کیونکہ خداوند متعال نے انہیں وحی کی کہ وصیت کو اپنے فرزند متوشلخ میں قرار دو کیونکہ ہم عنقریب ان کی صلب سے پسندیدہ کردار نبی پیدا کریں گے۔ خداوند عالم نے حضرت ادریسؑ کو اپنی طرف آسمان پر بلا لیا اور ان کے بعد وحی کا سلسلہ رک گیا اور شدید اختلاف اور زبردست تنازعہ کھڑا ہوگیا اور ابلیس نے مشہور کر دیا کہ وہ مر گئے ہیں، اس لئے کہ وہ کاہن تھے وہ چاہتے تھے کہ فلک کی بلندی تک جائیں کہ وہ آگ میں جل گئے ہیں حضرت آدمؑ کی اولاد چونکہ اس دین کی پابند تھی لہٰذا سخت غمگین ہوئی، ابلیس نے کہا ان کے بڑے بُت نے انہیں ہلاک کر دیا ہے، پھر تو بت پرستوں نے بتوں کی عبادت میں زیادتی کر دی اور ان پر زیورات نثار کرنا شروع کر دیئے اور قربانی کی اور ایسی عید کا جشن منایا کہ سب اس میں شریک تھے وہ لوگ اس زمانے میں یغوث، یعوق، نسر، وَدّ اور سواع نامی بت رکھتے تھے۔

جب متوشلخ کی موت کا وقت قریب آیا، تو اپنے فرزند ''لمک'' کو وصی بنایا (لمک جامع کے معنی میں ہے) اور ان سے عہد و پیمان لیا اور جناب ادریس کے صحیفے اور ان کی مہر کردہ کتابیں ان کے حوالے کیں اس وقت متوشلخ کی عمر ۹۰۰ سال تھی، وصیت لمک تک منتقل ہوئی (وہ جناب نوح کے والد تھے) انہوں نے ایک

بار اچانک دیکھا کہ ان کے دہن سے ایک آگ نکلی اور تمام عالم کو جلا گئی۔ اور دوبارہ دیکھا کہ گویا وہ دریا کے درمیان ایک درخت پر ہیں اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے، حضرت نوحؑ بڑے ہوئے خداوند عالم نے انہیں ۵۰ سال کے سن میں بلند مقام اور نبوت بخشی اور انہیں ان کی قوم کی طرف کہ جو بت کی پوجا کرتی تھی بھیجا، وہ اولوالعزم رسولوں میں سے ایک تھے۔

بعض اخبار میں آپ کی عمر ۱۲۵۰ سال ذکر کی گئی ہے، وہ جیسا کہ خداوند متعال نے فرمایا ہے: اپنی قوم کے درمیان ۹۵۰ سال رہے اور انہیں ایمان کی دعوت دی، ان کی شریعت: توحید، نماز، روزہ، حج اور دشمنان خدا قابیل کے فرزندوں سے جہاد تھی، وہ حلال کے لئے ماموراور حرام سے ممنوع کئے گئے تھے اور ان کو حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں کو خداوند متعال کی طرف دعوت دیں اور اس کے عذاب سے ڈرائیں اور خدا کی نعمتوں کو یاد دلائیں۔

مسعودی کا کہنا ہے: خداوند عالم نے ریاست اور انبیاءؑ کی کتابیں سام بن نوح کے لئے قرار دیں اور نوحؑ کی وصیت بھی ان کے فرزندوں سے مخصوص ہوئی نہ کہ ان کے بھائیوں سے۔(۱)

یہاں تک جو کچھ مسعودی کی کتاب اخبار الزمان سے ہمارے پاس تھا تمام ہوا، مسعودی نے اسی طرح کتاب ''اثبات الوصیۃ'' (۲) میں اوصیاء کے سلسلہ کو حضرت آدمؑ سے حضرت خاتمؐ تک بیان کیا ہے، یہ وہ چیز ہے جو اسلامی مدارک کی بحثوں میں رسولوں اور ان کے جانشینوں کے بارے میں بیان ہوا ہے، آئندہ بحث میں، رسولوں اور ان کے اوصیاء کی خبروں کو کتاب عہدین (توریت اور انجیل) سے بیان کریں گے۔

❁❁❁❁❁

(۱) اخبار الزمان، مسعودی، طبع بیروت، ۱۳۸۶ھ، ص ۷۵، ۱۰۲ (۲) ہم نے اس کتاب کی دوسری جلد میں، مسعودی کی طرف اثبات الوصیۃ کی نسبت کے متعلق فصل: عصر فترت، باب: پیغمبرؐ کے آباء واجداد میں وضاحت کردی ہے۔

۲۔ کتب عہدین میں اوصیاء کی بعض خبریں

کتب عہدین سے اخبار اوصیاء کے نقل کے بارے میں ہم صرف تین وصیت پر اکتفا کریں گے:

الف۔ حضرت موسیٰ کلیم کی خدا کے نبی یوشع کو وصیت

''قاموس کتاب مقدس'' نامی کتاب میں مادہ ''یوشع'' کے ذیل میں توریت کے حوالے سے ذکر ہوا ہے:

> یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے ساتھ کوہ سینا پر تھے اور ہارون کے زمانے میں گوسالہ پرستی میں ملوث نہیں ہوئے۔(۱)

اور سفر اعداد کے ستائیسویں باب کے آخر میں خدا کی جانب سے موسیٰ کی تعیین وصیت کے بارے میں ذکر ہوا ہے:

> موسیٰ نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کی کہ یہوہ تمام ارواح بشر کا خدا کسی کو اس گروہ پر مقرر کرے جو کہ ان کے آگے نکلے اور ان کے آگے داخل ہو اور انہیں باہر لے جائے اور ان کو داخل کرے تا کہ خدا کی جماعت بے چرواہے کے گوسفندوں کی طرح نہ رہے، خداوند عالم نے موسیٰ سے کہا: یوشع بن نون کہ جو صاحب روح انسان ہیں ان پر اپنا ہاتھ رکھو اور ''العاذار کاہن'' اور تمام لوگوں کے سامنے کھڑا کر کے وصیت کرو اور انہیں عزت اور احترام دو، تا کہ تمام بنی اسرائیل ان کی اطاعت کریں اور وہ ''العاذار کاہن'' کے سامنے کھڑے ہوں تا کہ ان کے لئے ''اوریم'' کے حکم کے مطابق خدا سے سوال کرے اور اس کے حکم سے وہ اور تمام بنی اسرائیل ان کے اور پوری جماعت کے ساتھ باہر جائیں اور ان کے حکم سے داخل ہوں لہٰذا موسیٰ نے خدا کے حکم کے مطابق عمل کیا اور یوشع بن نون کو پکڑ کر

---

(۱) ''قاموس کتاب مقدس'' ترجمہ و تالیف مسٹر ہاکس امریکی، مطبع امریکی، بیروت ۱۹۲۸ء ص ۹۷۰

"العازار کاہن" اور تمام جماعت کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا اپنے ہاتھوں کو ان کے اوپر رکھا اور انہوں نے خدا کے بتائے ہوئے حکم کے مطابق وصیت کی۔(۱)

نیز امور بنی اسرائیل کو چلانے اور ان کی جنگوں کی داستان تیئیسویں باب سفر یوشع بن نون میں مذکور ہے۔(۲)

ب۔ حضرت داؤد نبی کی حضرت سلیمانؑ کو وصیت

بادشاہوں کی کتاب اول کے باب دوم میں مذکور ہے۔(۳)

اور جب حضرت داؤد کا یوم وفات قریب آیا اپنے بیٹے سلیمان کو وصیت کی اور کہا: میں تمام اہل زمین کے راستہ (موت) کی طرف جا رہا ہوں لہٰذا تم دلیرانہ طور پر اپنے خدا یہوہ کی وصیتوں کو محفوظ رکھتے ہوئے اس کے طریقہ پر گامزن رہنا اور اس کے فرائض، اوامر، احکام و شہادات جس طرح موسیٰ کی کتاب توریت میں مکتوب ہیں اسے محفوظ رکھنا تاکہ جو کام بھی کرو اور جہاں بھی رہو کامیاب رہو۔(۴)

ج۔ حضرت عیسیٰؑ کی حواری شمعون بطرس کو وصیت

انجیل متی کے دسویں باب میں سمعون کے بارے میں کہ ان کا نام توریت میں شمعون ہے، ذکر ہوا ہے:

انہوں نے پھر اپنے بارہ شاگردوں کو بلا کر خبیث ارواح پر تسلط عطا کیا کہ انہیں باہر کرا دیں اور ہر مرض اور رنج کا مداوا کریں بارہ رسولوں (نمائندوں) کے یہ اسماء ہیں: اول شمعون جو پطرس کے نام سے مشہور ہیں تھے۔

انجیل یوحنا کے اکیسویں، باب ۱۸۔۱۵ اشارہ میں ذکر ہے:

عیسیٰؑ نے انہیں (شمعون کو) اپنا وصی بنایا اور ان سے کہا: میری گوسفندوں کو چراؤ "یعنی مجھ پر ایمان لانے والوں کی حفاظت کرو"۔

---

(۱) کتاب مقدس، عہد عتیق (توریت) ص ۲۵۴، کلدانی اور عبرانی یونانی زبان سے فارسی ترجمہ، طبع ۳، دار السلطنت لندن ۱۹۳۲ء۔

(۲) کتاب مقدس، عہد عتیق (توریت کلدانی اور عبرانی یونانی زبان سے فارسی ترجمہ طبع دار السلطنت لندن ۱۹۳۲ء، ص ۳۲۳،۲۷۰۔

(۳) وہی ماخذ۔ (۴) وہی ماخذ۔

''قاموس کتاب مقدس'' میں بھی ذکر ہوا ہے: مسیح نے انہیں (شمعون کو) کلیسا (عبادت خانہ) کی ہدایت کے لئے معین فرمایا۔(۱)

پہلی خبر میں ہم نے ملاحظہ کیا کہ نبی خدا، موسیٰ بن عمران نے اپنے بعد خدا کے نبی یوشع (جو قرآن کریم میں الیسع کے نام سے مشہور ہیں) کو وصی بنایا۔

اور دوسری خبر میں خدا کے نبی داؤدؑ نے حضرت سلیمان کو وصیت کی کہ وہ خدا کے نبی اور رسول موسیٰ بن عمران کی شریعت پر عمل کریں۔

تیسری خبر میں عیسی روح اللہ نے اپنے حواری کو اس بات کی وصیت کی کہ لوگوں کی ہدایت کریں۔

قرآن کریم میں رسولوں اور اوصیاء کی خبریں

خداوند سبحان نے قرآن کریم میں جن ۲۶ انبیاء کی ان کے اسماء کے ذکر کے ساتھ داستان بیان کی ہے وہ یہ ہیں:

آدم، نوح، ادریس، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، ایوب، الیسع، ذوالکفل، الیاس، یونس، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، یوسف، شعیب، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ، اسماعیل صادق الوعد، عیسیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ۔

ان میں سے بعض ایسے صاحب شریعت تھے کہ جو گزشتہ شریعت کے متمم اور مکمل تھے، جیسے حضرت نوحؑ کی شریعت جو کہ حضرت آدمؑ کی شریعت کو کامل کرنے والی تھی اور حضرت محمدؐ کی شریعت کہ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی شریعت کو کامل اور تمام کرنے والی تھی، ان میں سے بعض ایسی شریعتوں کے مالک تھے کہ جو گزشتہ شریعت کے لئے ناسخ تھے جیسے حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمدؐ۔

ان میں سے بعض نبی بھی تھے اور وصی بھی اور اپنے ماقبل رسول کی شریعت کے محافظ ونگہبان بھی جیسے یوشع بن نون کہ جو موسیٰ بن عمرانؑ کے وصی تھے۔

چونکہ جو شخص پروردگار عالم کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوتا ہے پیغمبر ہو یا اس کا وصی، اس کے لئے خداداد نشانی ضروری ہے تاکہ اس کے مدعا کی صداقت پر شاہد و گواہ رہے نیز اس کے خدا کی جانب سے بھیجے جانے پر دلیل ہو، آئندہ بحث میں اس موضوع یعنی ''معجزہ'' کی تحقیق کریں گے۔

---

(۱) قاموس کتاب مقدس، مادہ: پطرس حواری۔

۳۔ آیت اور معجزہ

آیت، لغت میں اس نشانی کو کہتے ہیں جو کسی چیز پر دلالت کرتی ہے، وہ بھی اس طرح سے کہ جب بھی وہ نشانی ظاہر ہو تو اس چیز کا وجود نمایاں ہو جائے۔

لیکن ہم اسلامی اصطلاح میں دو طرح کی آیت اور نشانی رکھتے ہیں، ایک وہ جو خالق کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور دوسری وہ جو اس کی کسی ایک صفت (یعنی اسمائے حسنی الٰہی میں سے کسی ایک کی طرف) اشارہ کرتی ہے وہ دونوں نشانیاں درج ذیل ہیں:

الف۔ وہ نشانیاں جو اپنے متقن اور سنجیدہ وجود کے ساتھ اپنے خالق حکیم کے محکم اور استوار نظام پر دلالت کرتی ہیں اور اس طرح ظاہر کرتی ہیں کہ اس پوری کائنات کا کوئی پروردگار حکیم ہے کہ جو خلق کے امور کو ایک محکم اور استوار نظام کے ساتھ چلا رہا ہے اور ہم اسے ''کائنات میں خدا کی سنتیں'' کہتے ہیں۔

پہلی مثال، جیسے خدا سورۂ غاشیہ میں فرماتا ہے:

﴿افلا ینظرون الیٰ الأبل کیف خلقت☆ و الیٰ السماء کیف رفعت☆ و الیٰ الجبال کیف نصبت﴾

کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے خلق کیا گیا ہے اور آسمان کو کہ کس طرح رفعت دی گئی ہے اور پہاڑوں کو کہ کیسے نصب کیا گیا ہے؟! (۱)

اور سورۂ عنکبوت میں فرماتا ہے:

﴿خلق اللہ السمٰوات و الارض بالحق ان فی ذلک لآیۃ للمومنین﴾

خداوند عالم نے زمین و آسمان کو حق کے ساتھ خلق کیا یقیناً اس میں مومنین کے لئے نشانی ہے۔ (۲)

خداوند عالم نے اس طرح کی قرآنی آیات میں کچھ مخلوقات کا تذکرہ کیا ہے جو اپنے وجود سے اپنے خالق کے وجود کا پتہ دیتی ہیں، اسی لئے انہیں آیات اور نشانیاں کہا گیا ہے۔

---

(۱) غاشیہ/۱۷۔۲۰ (۲) عنکبوت/۴۴

دوسری مثال: خداوند عالم سورۂ نحل میں فرماتا ہے:

﴿ھو الذی انزل من السماء ماءً لکم منه شراب ومنه شجر فيه تسیمون ☆ ینبت لکم به الزرع و الزیتون و النخیل و الاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلك لآية لقوم يتفكرون ☆ و سخر لکم اللیل و النهار و الشمس و القمر و النجوم مسخرات بأمره ان فی ذلك لآيات لقوم يعقلون ☆ وما ذرأ لکم فی الارض مختلفا الوانه ان فی ذلك لآية لقوم يذكرون﴾

وہ خدا جس نے تمہارے پینے کے لئے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس سے سر سبز درختوں کو پیدا کیا جس سے تم اپنے حیوانات کے چارہ کا انتظام کرتے ہو خداوند عالم اس ''پانی'' سے تمہارے لئے کھیتی، زیتون کھجور، انگور اور تمام انواع واقسام کے میوے اگاتا ہے یقیناً اس میں دانشوروں کیلئے واضح نشانی ہے اس نے شب و روز، ماہ وخورشید کو تمہارا تابع بنایا نیز ستارے بھی اس کے حکم سے تمہارے تابع ہیں، یقیناً اس میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں ہیں اور گونا گوں اور رنگا رنگ مخلوقات کو تمہارا تابع بنا کر خلق کیا، بیشک اس میں واضح نشانی ہے ان کے لئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔(۱)

خداوند عالم ان جیسی قرآنی آیات میں ان انواع نظام ہستی کو بیان کرتا ہے جو مدبر اور حکیم پروردگار کے وجود پر دلالت کرتی ہیں اور کبھی کبھی ان آیات اور نشانیوں کو جو ''عزیز خالق'' اور ''حکیم، مدبر اور رب'' کے وجود پر دلالت کرتی ہیں یکجا بیان کیا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف اللیل و النهار و الفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السماء من ماءٍ فأحیا به الارض بعد موتها و بث فیها من کل دابة و تصریف الریاح و السحاب المسخرین السماء و الارض لآيات لقوم يعقلون﴾

یقیناً زمین وآسمان کا تخلیق کرنا اور روز و شب کو گردش دینا اور لوگوں کے فائدہ کے لئے دریا میں کشتیوں کو رواں دواں کرنا اور خدا کا آسمان سے پانی برسانا نیز زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرنا اور ہر قسم کے متحرک جانوروں کو اس میں پھیلانا نیز زمین وآسمان کے درمیان ہواؤں اور بادلوں کو مسخر کرنا اسلئے ہے کہ ان سب میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔(۲)

خدا نے اس آیت کی ابتدا میں آسمانوں اور زمین کی خلقت کو بیان کیا ہے اس کے بعد نظام کائنات کی

(۱)نحل/۱۰۔۱۳(۲)بقرہ/۱۶۴

نشانیوں کا ذکر کیا ہے، ایسا نظام جس کو پروردگار نے منظم کیا ہے اور ہم اسے ''کائنات کی سنتیں'' کہتے ہیں۔

ب۔ وہ آیات جنہیں پروردگار عالم انبیاء کے حوالے کرتا ہے، جیسے نظام ہستی پر ولایت وہ بھی اس طرح سے کہ جب مشیت الٰہی کا اقتضا ہو تو پیغمبر، خدا کی اجازت سے اس نظام کو جس کو خدا نے عالم ہستی پر حاکم بنایا ہے بدل سکتا ہے، جیسا کہ خداوند متعال حضرت عیسیٰ کی توصیف میں فرماتا ہے۔

﴿ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل انی قد جئتکم بآیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن الله...﴾

حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا (انہوں نے ان سے کہا:) میں تمہارے پروردگار کی ایک نشانی لیکر آیا ہوں، میں مٹی سے تمہارے لئے پرندے کے مانند ایک شیء بناؤں گا اور پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جائے گا۔(۱)

اس طرح کی آیات الٰہی کو اسلامی عرف میں ''معجزہ'' کہتے ہیں، اس لئے کہ دیگر افراد بشر اس طرح کی چیزوں کے پیش کرنے سے عاجز ہیں اور وہ خارق عادت ہے نیز تخلیقی نظام طبیعی کے برعکس ہے، جیسے حضرت عیسیٰ کا معجزہ کہ مٹی سے خدا کے اذن سے ایک پرندہ خلق کر دیا تا کہ اس بات پر دلیل ہو:

ا۔ یہ دنیا کا پروردگار ہے کہ جس نے اشیاء کو خاصیت اور طبیعی نظام عطا کیا ہے اور جب اس کی حکمت کا اقتضا ہو کہ کسی چیز کی خاصیت کو اس سے سلب کر لے، تو ایسی قدرت کا مالک ہے جس طرح کہ آگ کی گرمی سلب کر کے حضرت ابراہیم کو جلنے سے بچا لیا اور جب اس کی حکمت تقاضا کرے کہ اس نظام طبیعی کو جو اپنی بعض مخلوقات کے لئے قرار دیا ہے بدل دے تو وہ اس پر قادر اور توانا ہے، جیسے مٹی سے حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پرندہ بن جانا بجائے اس کے کہ اپنے نر جنس کی آمیزش سے پرندہ کی ماں اسے جنے جو کہ طبیعی نظام خلقت کے مطابق ہے اور اسے جانداروں کی خلقت کے لئے معین کیا ہے۔

انبیاء کے معجزات جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے خارق العادۃ اور طبیعی نظام کے برخلاف ہیں اور انتقال مادہ کے مراحل طے کرنے، یعنی ایک حال سے دوسرے حال اور ایک صورت سے دوسری صورت میں آخری شکل تک تبدیل ہونے کی پیروی نہیں کرتے اس لئے کہ پرندہ کا مٹی سے تخلیق کے مراحل کا طے کرنا (جیسا کہ بعض فلاسفہ کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے) نور کی سرعت رفتار کے مانند تھا کہ جن کو خداوند عالم نے

(۱) آل عمران ر ۴۹

طبیعی مدت اور دورہ انتقال سے بہت تیز پیغمبر کے لئے طے کیا ہے۔

معجزہ سحر نہیں ہے، اس لئے کہ سحر ایک قسم کی باطل اور غیر واقعی خیال آفرینی کے سوا کچھ نہیں ہے، مثال کے طور پر ایک ساحر و جادوگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مرغ کو نگل جاتا ہے، یا اونٹ کے منھ سے داخل ہو کر اس کے مخرج سے نکل آتا ہے یا شیشہ کے برتنوں کو چکنا چور کر کے دوبارہ اسے پہلی حالت میں پلٹا دیتا ہے در حقیقت اس نے ان امور میں سے کسی ایک کو بھی انجام نہیں دیا ہے بلکہ صرف اور صرف دیکھنے والوں اور تماشائیوں کی نگاہوں پر سحر کر دیا ہے (جسے نظر بندی کہتے ہیں) اور ان لوگوں نے مذکورہ امور کو اپنے خیال میں دیکھا ہے اسی لئے جب سحر کا کام تمام ہو جاتا ہے تو حاضرین تمام چیزوں کو اس کی اصلی حالت اور ہیئت میں بغیر کسی تبدیلی اور تغیر کے دیکھتے ہیں، لیکن معجزہ نظام طبیعت کو در حقیقت بدل دیتا ہے جیسے وہ کام جو حضرت موسیٰ کے عصا نے انجام دیا: ایک زبردست سانپ بن کر جو کچھ ساحروں نے اس عظیم میدان میں پیش کیا تھا سب کو یکبارگی نگل گیا اور جب حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں آ کر دوبارہ عصا بنا، تو جو کچھ ساحروں نے اس میدان میں مہیا کیا تھا اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، یہی وجہ تھی کہ جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور بولے: ہم پروردگار عالم پر ایمان لائے، جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے کیونکہ وہ لوگ جادوگری میں تبحر رکھتے تھے اور ایک عجیب مہارت کے مالک تھے۔ انہوں نے درک کیا کہ یہ سحر کا کام نہیں ہے بلکہ خداوند متعال کی آیات اور نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

معجزہ کا محال امر سے تعلق نہیں ہوتا جس بات کو علم منطق میں اجتماع نقیضین سے تعبیر کرتے ہیں جیسے یہ کہ کوئی چیز ایک وقت میں ایک جگہ ہے اور نہیں بھی ہے یہ بھی اثر معجزہ کی شمولیت سے خارج ہے۔

پیغمبروں کے معجزوں کی حقیقت، وہ آیتیں ہیں جن کو پروردگار ان کے ہاتھوں سے ظاہر کرتا ہے، وہ نشانیاں کہ جن وانس جن کو پیش کرنے سے عاجز اور ناتواں ہیں خواہ بعض بعض کی مدد ہی کیوں نہ کریں جبکہ جنات میں بعنوان مثال ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو اس بات پر قادر ہیں کہ ملک یمن سے تخت بلقیس حضرت سلیمانؑ کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی بیت المقدس حاضر کر دیں کیونکہ فضا میں جن کی سرعت رفتار نور سے ملتی جلتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جن کبھی دور دراز کی خبر بھی اپنے سے مربوط کاہن کو لا کر دے سکتا ہے، لیکن یہی جن وانس مٹی سے پرندہ نہیں بنا سکتے کہ بغیر اللہ کی اجازت کے حقیقی پرندہ بن جائے۔

ہندوستان میں ریاضت کرنے والے ''مرتاض'' کبھی ٹرین کو حرکت کرنے سے روک سکتے ہیں، لیکن وہ

اوران کے علاوہ افراد کہ جن کو خدا نے اجازت نہیں دی ہے یہ نہیں کر سکتے کہ پتھر پر عصا ماریں تو بارہ چشمے پھوٹ پڑیں۔

کیونکہ پروردگار عالم آیات و معجزات اس لئے اپنے انبیاء و مرسلین کو عطا کرتا ہے تا کہ امتیں ان کے دعوے کی صداقت پر یقین کریں اور سمجھیں کہ یہ لوگ خدا کے فرستادہ ہیں، حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ یہ معجزات ایسے امور سے متعلق ہوں کہ جس امت کے لئے پیغمبر مبعوث ہوا ہے اسے پہچانیں، جیسا کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ نے ایک سائل کے جواب میں کہا جب اس نے سوال کیا: کیوں خدا نے حضرت موسیٰ بن عمران کو ید بیضا اور عصا کے ساتھ مبعوث کیا اور حضرت عیسیٰؑ کو طب اور حضرت محمدؐ کو کلام وسخن کے ساتھ؟

امامؑ نے جواب دیا:

جس وقت خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کو مبعوث کیا تھا اس زمانے میں سحر و جادو نمایاں فن شمار ہوتا تھا لہٰذا وہ بھی خداوند عز وجل کی طرف سے ایسی چیز کے ساتھ ان کے پاس گئے کہ اس کی مثال ان کے بس میں نہیں تھی، ایسی چیز کہ جس نے ان کے جادو کو باطل کر دیا اور اس طرح سے ان پر حجت تمام کی۔

خداوند عالم نے حضرت عیسیٰؑ کو ایسے زمانے میں مبعوث کیا جب مزمن اور دائمی بیماریوں کا دور دورہ تھا اور لوگوں کو طب کی ضرورت تھی تو وہ خدا کی طرف سے ان کے لئے ایسی چیز لیکر آئے کہ اس جیسی چیز ان کے درمیان ناپید تھی، یعنی جو چیز ان کے لئے مردوں کو زندہ کر دیتی تھی، اندھے اور سفید داغ والے کو شفا دیتی تھی لہٰذا اس کے ذریعہ ان پر حجت تمام کی۔

خداوند متعال نے حضرت محمدؐ کو بھی اس وقت مبعوث کیا جب غالب فن خطابت اور سخنوری تھا، راوی کہتا ہے میرے خیال میں آپؑ نے کہا: اور شعر تھا، آنحضرت نے خداوند عز وجل کی کتاب اور اس کے موعظوں اور احکام سے ان کے لئے ایسی چیز پیش کی کہ ان کی تمام باتوں کو باطل کر دیا اور ان پر حجت تمام کر دی۔

سائل نے کہا: خدا کی قسم، آج جیسا دن کبھی میں نے نہیں دیکھا ہے: پھر بولا: ہمارے زمانے کے لوگوں پر حجت کیا ہے؟ امامؑ نے کہا: عقل؛ اس کے ذریعہ خدا پر سچ بولنے والے کی صداقت پہچانو گے اور اس کی تصدیق کرو گے اور خدا کی طرف جھوٹی نسبت دینے والے کو تشخیص دو گے اور اسے جھٹلاؤ گے۔

سائل نے کہا: خدا کی قسم، صحیح، جواب یہی ہے اور بس۔ (۱)

(۱) بحار، ج ۱۱، ص ۷۰۔ ۷۱، بحوالۂ علل الشرائع، ص ۵۲، اور عیون الاخبار، ص ۲۳۴

پیغمبروں کے خارق العادۃ معجزے کہ جو اشیاء کے بعض طبیعی نظام کے مخالف ہیں ،وہ خود انسانی معاشرے میں پروردگار عالم کی تکوینی سنتوں میں سے ایک سنت ہیں ایسا سماج اور معاشرہ جس میں خداوند عالم نے انبیاء بھیجے، اسی وجہ سے امتوں نے اپنے پیغمبروں سے معجزے طلب کئے تا کہ ان کے دعویٰ کی صحت پر دلیل ہو، جیسا کہ خداوند عالم نے سورۂ شعراء میں قوم ثمود کی گفتگو پیش کی کہ انہوں نے اپنے پیغمبر صالحؑ سے کہا:

﴿ما أنت الا بشر مثلنا فات بآية ان كنت من الصادقين☆ قال هذه ناقة لها شرب و لكم شرب يوم معلوم☆ولا تمسوها بسوء فيأخذ كم عذاب يوم عظيم﴾

تم صرف ہمارے جیسے ایک انسان ہو، اگر سچ کہتے ہو تو کوئی آیت اور نشانی پیش کرو! کہا: یہ ناقہ ہے (اللہ کی آیت) پانی کا ایک حصہ اس کا اور ایک حصہ تمہارا ہے معین دن میں، ہرگز اسے کوئی گزند نہ پہنچانا کہ عظیم دن کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ۔(۱)

بہت سی امتوں کا اپنے پیغمبر سے معجزہ دیکھنے کے بعد عناد شدید تر ہو جاتا تھا اور ان سے دشمنی کرنے لگتے تھے۔اور ایمان لانے سے انکار کر دیتے، جیسا کہ خداوند عالم نے قوم ثمود کے بارے میں ناقہ دیکھنے کے بعد فرمایا:

﴿فعقروها فاصبحوا نادمين﴾

آخر کار اس ناقہ کو پے کر دیا اس کے بعد اپنے کرتوت پر نادم ہوئے۔(۲)

خدا کی سنت یہ رہی ہے کہ اگر امتوں نے اپنے پیغمبروں سے معجزہ کی درخواست کی اور معجزہ آیا لیکن وہ اس پر ایمان نہیں لائے تو وہ زجر و توبیخ اور عذاب کے مستحق بنے اور خداوند عالم نے انہیں عذاب سے دوچار کیا۔

جیسا کہ اسی سورۂ میں قوم ثمود کے انجام کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فاخذهم العذاب ان في ذلك لآية وما كان اكثرهم مؤمنين﴾

پس ان کو اللہ کے عذاب نے گھیر لیا یقیناً اس میں آیت اور نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر مومن نہیں تھے۔(۳)

انبیاء کا معجزہ پیش کرنا حکمت کے مقتضی کے مطابق ہے، حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ معجزہ اس حد میں ہونا چاہئے کہ پیغمبر کے دعوے کی حقانیت کا، اس شخص کے لئے جو اس پر ایمان لانا چاہتا ہے اثبات کر سکے، آیت

(۱) سورۂ شعر۱۵۴،۱۵۶ (۲) سورۂ شعر۱۵۷ (۳) سورۂ شعر۱۵۸

الٰہی ان سرکشوں کی مرضی اور مردم آزاروں کی طبیعت کے مطابق نہیں ہے جو خدا اور رسول پر ایمان لانے سے بہر صورت انکار کرتے ہیں کہ جو چاہیں ہو جائے، نیز جیسا کہ گزر چکا ہے کہ معجزہ امر محال سے بھی تعلق نہیں رکھتا ہے، چنانچہ یہ دونوں باتیں، رسول سے قریش کی خواہش میں موجود تھیں جبکہ خدا نے عرب کے مخصوص معجزے ''فصیح و بلیغ گفتگو'' کو انہیں عطا کیا خدا نے سورۂ بقرہ میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتو بسورة من مثله و ادعوا شهدائکم من دون الله ان کنتم صادقین☆فأن لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی و قودها الناس و الحجارة أُعدت للکافرین﴾

ہم نے جو اپنے بندہ پر نازل کیا ہے اگر اس کے بارے میں شک و تردید میں مبتلا ہو تو اس کے مانند ایک ہی سورہ لے آؤ اور خدا کے علاوہ اس کام کے لئے اپنے گواہ پیش کرو، اگر سچے ہو پھر اگر ایسا نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکتے تو اس آگ سے ڈرو! جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جو کافروں کے لئے آمادہ کی گئی ہے۔(۱)

قریش کے سربرآوردہ افراد جو ایمان لانے کو کا قصد ہی نہیں رکھتے تھے اپنی شدت اور ایذا رسانی میں اضافہ کرتے گئے اور رسول اکرم کو زحمت میں ڈالنے اور انہیں عاجز اور بے بس بنانے کے لئے گونا گوں درخواستیں کرتے حتی کہ امر محال کا بھی مطالبہ کرتے تھے، خداوند عالم سورۂ اسراء میں ان کی ہر طرح کی سرکشی اور مزاحمت کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿قل لئن اِجتمعت الانس و الجن علیٰ ان یأتو بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً☆ ولقد صرفنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل فأبیٰ اکثر الناس الا کفوراً☆ و قالوا لن نؤمن لك حتیٰ تفجر من الارض ینبوعاً☆ او تکون لك جنة من نخیل و عنب فتفجر الانهار خلالها تفجیراً☆ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً او تأتی بالله و الملائکة قبیلاً☆ او یکون لك بیت من زخرف او ترقیٰ فی السماء و لن نؤمن لرقیك حتی تنزل علینا کتاباً نقرؤه قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولاً☆ و ما منع الناس ان یومنوا اذ جائهم الهدی الا ان قالوا ابعث الله بشراً رسولاً، قل لو کان فی الارض ملائکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء ملکاً رسولاً قل کفیٰ بالله شهیداً بینی و بینکم انه کان بعباده خبیراً بصیراً﴾

(۱) سورۂ بقرہ/۲۳۔۲۴

کہو: اگر تمام جن وانس یکجا ہو کر اس قرآن کے مانند لانا چاہیں تو نہیں لاسکتے ہر چند ایک دوسرے کی اس امر میں مدد کریں، ہم نے اس قرآن میں ہر چیز کا نمونہ پیش کیا ہے لیکن اکثر لوگوں نے ناشکری کے علاوہ کوئی کام نہیں کیا اور کہا: ہم اس وقت تک تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اس سرزمین سے ہمارے لئے چشمہ جاری نہ کرو، یا کھجور اور انگور کا تمہارے لئے باغ ہو اور ان کے درمیان جا بجا نہریں جاری ہوں، یا آسمان کے ٹکڑوں کو جس طرح تم خیال کرتے ہو ہمارے سر پر گرا دو؛ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے حاضر کردو؛ یا کوئی زرین نقش ونگار کا تمہارے لئے گھر ہو، یا آسمان کی بلندی پر جاؤ اور اس وقت تک تمہارے اوپر جانے کی تصدیق نہیں کریں گے جب تک کہ وہاں سے کوئی نوشتہ ہمارے لئے نہ لاؤ جسے ہم پڑھیں!

کہو: میرا پروردگار منزہ اور پاک ہے، کیا میں ایک فرستادہ (رسول) انسان کے علاوہ بھی کچھ ہوں؟! صرف اور صرف جو چیز ہدایت آنے کے بعد بھی لوگوں کے ایمان لانے سے مانع ہوئی یہ تھی کہ وہ کہتے تھے: آیا خدا نے کسی انسان کو بعنوان رسول بھیجا ہے؟!

ان سے کہو: اگر روئے زمین پر فرشتے آہستہ آہستہ قدم اٹھائے سکون ووقار سے راستہ طے کرتے، تو ہم بھی ایک فرشتہ کو بعنوان رسول ان کے درمیان بھیجتے! کہو! اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا گواہ ہے؛ کیونکہ وہ بندوں کی بہ نسبت خبیر وبصیر ہے۔(۱)

پروردگار خالق نے اہل قریش پر اپنی حجت تمام کردی اور فرمایا: اگر جو کچھ میں نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے اس کے بارے میں شک وتردید رکھتے ہو، تو اس کے جیسا ایک سورہ ہی لے آؤ اور خدا کے علاوہ کوئی گواہ پیش کرو نیز خبر دی کہ اگر تمام جن وانس مل کر اس کے مانند لانا چاہیں تو قرآن کے مانند نہیں لاسکتے، خواہ ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کریں اور اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: کبھی اس کے جیسا نہیں لاسکتے اور آج تک اسلام دشمن عناصر اپنی کثرت، بے پناہ طاقت اور رنگارنگ قدرت کے باوجود ایک سورہ بھی اس کے مانند پیش نہیں کرسکے قرآن کی اس اعلانیہ تحدی اور چیلنج کے بعد کہ یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ اس کے مقابل جن وانس عاجز اور ناتواں ہیں، جب مشرکین قریش نے خود کو ذلیل اور بے بس پایا تو پیغمبرؐ سے خواہش کی کہ مکہ کی طبیعت اور اس کی ہوا کو بدل دیں اور سونے کا ایک گھر ہو، یا خدا اور ملائکہ کو ایک صف میں ان کے سامنے حاضر کردیں، یا آسمان کی بلندی پر جائیں اور ہم ان کے جانے کی اس وقت تصدیق کریں گے جب وہاں

---

(۱) اسراء/۹۶۔۸۸

سے ہمارے لئے کوئی نوشتہ لائیں جسے ہم پڑھیں، جیسا کہ واضح ہے کہ ان کی درخواستیں امر محال سے بھی متعلق تھیں اور وہ خدا اور ملائکہ کو ان کے سامنے حاضر کرنا ہے، یقیناً خدا کا مقام اس سے کہیں بلند و بالا ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کی بعض خواہشیں پیغمبروں کے بھیجنے کے بارے میں سنت الٰہی کے مخالف تھیں، جیسے ان کے سامنے آسمان کی بلندی پر جانا اور کتاب لانا کہ یہ سب خداوند عالم نے اپنے نمائندے فرشتوں سے مخصوص کیا ہے اور یہ انسان کا کام نہیں ہے۔

وہ لوگ اس بات کے منکر تھے کہ خدا کسی انسان کو پیغمبری کے لئے مبعوث کرے گا جبکہ حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ انسان کی طرف بھیجا ہوا پیغمبر خود اسی کی جنس سے ہو، تا کہ رفتار و گفتار، سیرت و کردار میں ان کیلئے نمونہ ہو، ان کی بقیہ تمام خواہشیں بھی حکمت کے مطابق نہیں تھیں، جیسے یہ کہ عذاب کی درخواست کی، اسی لئے خداوند نے پیغمبرؐ سے فرمایا کہ ان کے جواب میں کہو: میرا خدا منزہ ہے آیا میں خدا کی طرف سے فرستادہ (رسول) انسان کے علاوہ بھی کچھ ہوں؟!

گزشتہ بیان کا خلاصہ: حکمت خداوندی کا تقاضا ہے کہ اس کا فرستادہ اپنے پروردگار کی طرف سے اپنے دعویٰ کی درستگی اور صداقت کیلئے معجزہ پیش کرے اور اس کے ذریعہ لوگوں پر اپنی حجت تمام کرے، ایسے حال میں جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کردے، جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی قوم کا حال ایسا ہی تھا کہ معجزہ دیکھنے کے بعد جادوگروں نے ایمان قبول کیا اور فرعون اور اس کے درباریوں نے انکار کیا، تو خداوند عالم نے انہیں غرق کر کے ذلیل و خوار کردیا اور خدا کی طرف سے اس کے پیغمبر جو بھی آیت پیش کریں اسے معجزہ کہتے ہیں۔

مذکورہ باتوں کے علاوہ جن لوگوں کو خدا نے زمین کا پیشوا اور لوگوں کا ہادی بنایا ہے وہ صاحب شریعت پیغمبر ہوں یا ان کے وصی، ان کے مخصوص صفات ہیں جو انھیں دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں اور ہم آئندہ بحث میں خدا کی توفیق اور تائید سے اس کا ذکر کریں گے۔

❁❁❁❁❁

۷

الٰہی مبلغین کے صفات، گناہوں سے عصمت

۱۔ ابلیس زمین پر خدا کے جانشینوں پر غالب نہیں آسکتا۔

۲۔ عمل کا اثر اور اس کا دائمی ہونا اور برکت کا سرایت کرنا اور زمان اور مکان پر اعمال کی نحوست۔

۳۔ الٰہی جانشینوں کا گناہ سے محفوظ ہونا (عصمت) اس کے مشاہدہ کی وجہ سے ہے۔

۴۔ وہ جھوٹی روایتیں جو خدا کے نبی داوؑد پر اوریا کی بیوہ سے ازدواج کے بارے میں گڑھی گئیں اور حضرت خاتم الانبیاء سے متعلق آنحضرت کے منھ بولے فرزند زید، کی مطلقہ بیوی زینبؑ سے ازدواج کی نسبت دی اور ان دونوں ازدواج کی حکمت۔

۵۔ جن آیات کی تاویل میں لوگ غلط فہمی کا شکار ہوئے۔

ا۔ ابلیس روئے زمین پر خدا کے جانشینوں پر غالب نہیں آ سکتا

خداوند سبحان نے سورۂ حجر میں اپنے اور ابلیس کے درمیان گفتگو کی خبر دی کہ، ابلیس اس کے مخلص بندوں پر تسلط نہیں رکھتا، وہ گفتگو اس طرح ہے:

﴿قال رب بما اغویتنی لأزیّنن لھم فی الارض ولأغوینھم اجمعین الا عبادك منھم المخلصین ☆ قال... ان عبادی لیس لك علیھم سلطان الا من اتبعك من الغاوین﴾

ابلیس نے کہا: خدایا! جو تو نے مجھے گمراہ کیا ہے اس کی وجہ سے زمین میں ان کے لئے زینت اور جلوے بخشوں گا اور سب کو گمراہ کردوں گا سوا تیرے مخلص بندوں کے۔

فرمایا: تو میرے بندوں پر قابو اور تسلط نہیں رکھتا، جز ان لوگوں کے جو تیرا اتباع کرتے ہیں۔ (۱)

اور یوسف اور زلیخا کی داستان کے بیان میں، مخلَصین کی خدا نے کس طرح شیطانی وسوسوں سے محافظت کی اس طرح بیان کرتا ہے:

﴿ولقد ھمت بہ و ھم بھا لو لا أن رء أ برھان ربہ کذلك لنصرف عنہ السوء و الفحشاء انّہ من عبادنا المخلصین﴾

اس عورت نے ان کا قصد کیا اور وہ بھی اس کا قصد کر بیٹھتے اگر اپنے رب کی دلیل و برہان نہیں دیکھتے! ہم نے ایسا کیا تاکہ اس سے برائی اور فحشاء کو دور کریں، کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔ (۲)

ہم مذکورہ وصف یعنی: عصمت اور ابلیس کے غالب نہ ہونے کو، سورۂ بقرہ میں خداوند سبحان اور ابراہیم خلیل کے درمیان ہونے والی گفتگو میں، امامت کے شرائط کے عنوان سے ملاحظہ کرتے ہیں، جیسا کہ فرمایا:

---

(۱) سورۂ حجر/۳۲۔۳۹ (۲) یوسف ۲۴

﴿و اذابتلیٰ ابراهیم ربه بکلمات فأتمهن قال انی جاعلك للناس إماما قال و من ذریتی قال لا ینال عهدی الظالمین﴾

جب خداوند عالم نے ابراہیم کا گوناگوں طریقوں سے امتحان لے لیا اور وہ خیر وخوبی کے ساتھ کامیاب ہوگئے، تو خداوند سبحان نے کہا: میں نے تمھیں لوگوں کا پیشوا اور امام بنایا، ابراہیم نے کہا: اور میری ذریت میں سے بھی! فرمایا: میرا عہدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔(۱)

سورۂ انبیاء میں ذکر ہوا ہے: جن کو خدا نے لوگوں کا پیشوا بنایا وہ خدا کے حکم سے ہدایت کرتے ہیں:

﴿**وجعلنا هم أئمة یهدون بأمرنا**﴾ اور ہم نے ان لوگوں کو پیشوا بنایا جو ہمارے فرمان سے ہدایت کرتے ہیں۔(۲)

اسی سورہ میں بعض کا نام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، جیسے نوح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، ایوب، ذوالکفل، یونس، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام۔

جن لوگوں کو خداوند عالم نے اس سورہ میں منصب امامت کے ساتھ یاد کیا ہے ان کے درمیان نبی، رسول، وزیر اور وصی سبھی پائے جاتے ہیں، اس بنا پر ہم پر واضح ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے ایسی شرط ذکر کی ہے کہ جسے امام بنائے گا وہ ظالم نہ ہو۔

خداوند عالم نے امام کو روئے زمین پر اپنا خلیفہ شمار کیا ہے، چنانچہ سورۂ ص میں داؤدؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿یا داود أنّا جعلناك خلیفة فی الارض﴾

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا۔(۳)

اور حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرشتوں سے سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے:

﴿و أذ قال ربك للملائکة أنی جاعل فی الارض خلیفة﴾

اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا: میں روئے زمین پر خلیفہ بناؤں گا۔(۴)

کلمات کی تشریح

۱۔ اغویتنی، ولأغوینهم، و الغاوین۔

(۱) بقرہ/۱۲۴ (۲) انبیاء/۷۳ (۳) ص/۲۶ (۴) بقرہ/۳۹۔

غویٰ: گمراہ ہوگیا، غاوی: اس شخص کو کہتے ہیں جو گمراہی اور ضلالت میں ڈوبا ہوا ہو، شیطان ملعون اسی اعتبار سے خدا سے کہتا ہے: اغویتنی: مجھے تو نے گمراہ کر دیا کہ خداوند عالم نے اس سے پہلے اس پر لعنت بھیج کر فرمایا تھا: ﴿ان علیک اللعنة الیٰ یوم الدین﴾ رحمت حق سے تیری دوری قیامت کے دن تک رہے یعنی تجھ پر اس وقت تک کے لئے لعنت ہے، یہ رحمت خدا سے دوری اس نافرمانی اور سجدہ آدمؑ سے انکار کی سزا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿یضل به کثیراً و یهدی به کثیراً و ما یضل به الا الفاسقین﴾

خداوند عالم کثیر جماعت کو اس کے ذریعہ گمراہ اور اسی طرح بہت سارے لوگوں کو ہدایت کرتا ہے: لیکن اس کے ذریعہ صرف فاسقوں کو گمراہ کرتا ہے۔(۱)

۲. لأ زیّنن لهم: ان کی بری رفتار کو زینت دوں گا، چنانچہ خداوند سبحان نے فرمایا: ﴿زین لهم الشیطان اعمالهم﴾ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں زینت دیدی ہے۔(۲)

اور فرمایا: زیّن لهم سوء اعمالهم ان کے برے اعمال ان کی نظروں میں خوبصورت ہو گئے۔(۳)

۳. مخلصین: خالص اور پاک و پاکیزہ لوگ، جن لوگوں کو خدا نے اپنے لئے خاص کیا اور خالص کرلیا ہے بعد اس کے کہ انہوں نے اپنے کو خدا پر وقف کر دیا ہو اور ان کے دلوں میں خدا کے علاوہ کسی اور کی کوئی جگہ نہ ہو۔

۴. ابتلیٰ: امتحان کیا، آزمایا، یعنی خیر و شر، خوشحالی اور بدحالی سے آزمایا۔

۵۔ بکلمات: یہاں پر کلمات سے مراد ایسے حوادث ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کا اس کے ذریعہ امتحان لیا، جیسے: ان کا ستارہ پرستوں اور بت پرستوں سے مورد آزمائش قرار پانا، آگ میں ڈالا جانا، اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند (اسماعیل) کے گلے پر چھری پھیرنا وغیرہ۔

۶۔ فاتمهن: انہیں احسن طریقے سے انجام دیا۔

۷۔ جاعلک: جعل عربی زبان میں، ایجاد، خلق، حکم، قانون گزاری، جاگزین کرنا اور قرار دینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے کہ یہاں پر یہی آخری معنی مراد ہے، یعنی میں نے تم کو امام قرار دیا۔

۸۔ اماماً: امام یعنی لوگوں کا رفتار و گفتار (اقوال و افعال) میں مقتدا اور پیشوا۔

---

(۱) بقرہ/۲۶ (۲) انفال/۴۸، نحل/۶۳، عنکبوت/۳۸ (۳) توبہ/۳۷

۹۔ظــالــمین: ظلم، کسی چیز کا اس کے مقام کے علاوہ قرار دینا اور حق سے تجاوز کرنا بھی ہے۔ظلم تین طرح کا ہے: پہلے۔انسان اور اس کے رب کے درمیان ظلم کہ اس کا سب سے عظیم مصداق کفر اور شرک ہے، جیسا کہ سورۂ لقمان میں فرمایا ہے: ﴿ان الشرک لظلم عظیم﴾ یقیناً شرک عظیم ظلم ہے۔(۱)

اور سورۂ انعام میں فرمایا: ﴿...فمن اظلم ممن کذب بآیات اللہ﴾ آیات خداوندی کی تکذیب کرنے والے سے زیادہ کون ظالم ہوگا۔(۲)

دوسرے: انسان وغیرہ کے درمیان ظلم، جیسا کہ سورۂ شوریٰ میں فرمایا: ﴿انما السبیل علیٰ الذین یظلمون الناس﴾ غلبہ اور سزا ان لوگوں کیلئے ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔(۳)

تیسرے: انسان کا اپنے آپ پر ظلم کرنا، جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا: ﴿ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ﴾ اور جو ایسا کرے گا اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔(۴)

سورۂ طلاق میں ارشاد ہوا: ﴿ومن یتعدّ حدود اللہ فقد ظلم نفسہ﴾ جو حدود الٰہی سے تجاوز کرے اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔(۵)

ظلم خواہ (ان تینوں قسموں میں سے) کسی نوعیت کا ہو، آخر کار اپنے اوپر ظلم ہے اور جو ظلم سے متصف ہو ،خواہ کسی بھی زمانے میں ظلم کیا ہو، گزشتہ یا حال میں اسے ظالم کہتے ہیں۔

۱۰۔ھمّت بہ و ھمّ بھا یعنی اقدام کا ارادہ کیا لیکن انجام نہیں دیا۔

۱۱۔رای : دیکھا، دیکھنا بھی دو طرح سے ہے: آنکھ سے دیکھنا، یعنی نظر کرنا اور دل سے دیکھنا، یعنی بصیرت وادراک۔

۱۲۔برھان: ایسی محکم دلیل اور آشکار حجت جو حق کو باطل سے جدا کردے اور جو یوسفؑ نے دیکھا ہے وہ ان تعریفوں سے مافوق ہے۔

آیات کی تاویل

ابلیس نے پروردگار عالم سے کہا: اب جو تو نے مجھ پر لعنت کی ہے اور اپنی رحمت سے مجھے دور کردیا ہے، تو میں بھی دنیا میں لوگوں کی بری رفتار اور بداعمالیوں کو ان کی نگاہوں میں زینت دوں گا، جیسا کہ سورۂ نحل

---

(۱) لقمان/۱۳ (۲) شوریٰ/۴۲ (۳) انعام/۱۵۷ (۴) طلاق/۱ (۵) بقرہ/۲۳۱

میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿تاللہ لقد ارسلنا الیٰ اُمم من قبلك فزیّن لھم الشیطان اعمالھم﴾

خدا کی قسم! ہم نے تم سے پہلے والی امتوں کی طرف رسولوں کو بھیجا؛ لیکن شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں نیک جلوہ دیا۔(۱)

اور سورۂ انفال میں فرمایا: **﴿واذ زین لھم الشیطان اعمالھم و قال لا غالب لکم الیوم...﴾**

جب شیطان نے ان ے اعمال کو نیک اور خوشنما جلوہ دیا اور کہا: آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔(۲)

اور سورۂ نحل میں فرمایا:

﴿یسجدون للشمس من دون اللہ و زیّن لھم الشیطان اعمالھم فصدھم عن السبیل...﴾

وہ لوگ خدا کے بجائے سورج کا سجدہ کرتے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں نیک جلوہ دیا اور انہیں راہِ راست سے روک دیا...(۳)

ہاں، شیطان نے کہا: میں تمام لوگوں کے کاموں کو ان کی نظروں میں خوشنما بنا کر پیش کروں گا، سوائے تیرے ان خاص بندوں کے جن کو تو نے اپنے لئے منتخب کیا ہے۔

خداوند عالم نے اس کا جواب دیا: تو اپنے ان ماننے والوں کے علاوہ جو کہ ضلالت اور گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں کسی پر تسلط نہیں رکھتا۔

خداوند عالم اپنے مخلص بندوں کے حال کے بارے میں یوسف اور زلیخا کی داستان میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: **﴿ولقد ھمّت بہ و ھمّ بھا لولا ان رأیٰ برھان ربہ﴾**

اس عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی اس کا ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کا برہان نہیں دیکھتے۔ اور یہ ماجرا ایک ایسے گھر میں پیش آیا کہ یوسف اور زلیخا کے علاوہ اس میں کوئی بھی نہیں تھا۔

زلیخا مصر کی ملکہ اور یوسف کی مالک تھی، اس نے اس بات کو طے کرلیا کہ یوسف کو اپنے مقصد میں استعمال کرے، اگر یوسف اپنے رب کی طرف سے برہان کا مشاہدہ نہ کرتے، تو یا اس کو قتل کر دیتے کہ یہ برا کام ہوتا یا فحشاء اور برائی کا ارادہ کرتے جو کہ ان کے کنوارے پن اور جوان طبیعت کا تقاضا تھا اور اپنی جوان

(۱) نحل ۶۳ (۲) انفال ۴۸ (۱) نمل ۲۴

مالکہ کے ساتھ جو خود بھی اسی طرح کے حالات سے دوچار تھی اور عیش و عشرت میں گزار رہی تھی ایک ایسے گھر میں جس میں دوسرا کوئی نہ تھا اس سے لپٹ جاتے لیکن چونکہ اپنے رب کے برہان کو دیکھا، لہٰذا عفت و پاکدامنی کا ثبوت دیا اور گناہ و برائی سے دور رہے یقیناً وہ ان لوگوں میں سے تھے جنھیں خدا نے اپنے لئے منتخب کیا تھا اور انہیں پاکیزہ بنایا تھا، لیکن جو برہان یوسف نے دیکھا اور اس کے دیکھنے کی کیفیت اس کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے کہ انہوں نے دونوں کام کے آثار اپنے لئے بعینہ مشاہدہ کئے، اس کی تشریح آئندہ آئے گی۔

❁❁❁❁❁

۲۔ ۳:

عمل کے آثار اور ان کا دائمی اور جاوید ہونا اور بعض اعمال کی برکت ونحوست کا زمان ومکان پر اثر ڈالنا اور خدا کے جانشینوں کا گناہ سے محفوظ ہونا اس لئے ہے کہ وہ ہمیشہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

عصمت انبیا سے آشنائی کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے دنیا وآخرت میں زمان ومکان پر انسانی افعال کی برکت ونحوست کے سرایت کرنے کی کیفیت سے بحث کریں، لہٰذا خدا سے توفیق مانگ کر کہہ رہے ہیں:

خداوند سبحان سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے:

﴿شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینات من الھدی و الفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ﴾

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا اور اس میں ہدایت کی نشانیاں ہیں اور وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے لہٰذا جو اس ماہ میں مسافر نہ ہوا سے روزہ رکھنا چاہئے۔(۱)

اور سورۂ قدر میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿انا انزلناہ فی لیلۃ القدر☆ وما ادراك ما لیلۃ القدر☆ لیلۃ القدر خیر من الف شھر☆ تنزل الملائکۃ و الروح فیھا بأذن ربھم من کل امر☆ سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر﴾(۲)

ہم نے شب قدر میں قرآن نازل کیا، تمھیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار ماہ سے بہتر

---

(۱) بقرہ/۱۸۵ (۲) سورہ قدر۔

ہے، فرشتے اور روح، خدا کی اجازت سے اس شب میں تمام امور کو لے کر اترتے ہیں صبح تک یہ شب سلامتی سے بھری ہے۔

خداوند عالم نے ماہ مبارک رمضان کی ایک شب میں رسول اکرمؐ پر قرآن نازل کیا یہ شب اس وجہ سے شب قدر ہے کہ فرشتے اور روح ہمیشہ اسی رات ہمیشہ ہر سال خدا کی اجازت اور حکم سے نازل ہوتے ہیں، اس شب کی برکت ہر ماہِ رمضان کی تمام شبوں پر ہمیشہ کے لئے سرایت کرگئی۔

ہم انشاء اللہ نحس کی بحث میں اس پر روشنی ڈالیں گے کہ جمعہ کا دن حضرت آدمؑ کے وقت سے ہی بابرکت رہا ہے، اس وجہ سے کہ خداوند عالم نے حضرت آدمؑ پر اپنی برکتیں اس دن نازل کی ہیں اور نویں ذی الحجہ مبارک ہے اور خدا کے بندوں کے لئے منیٰ میں گناہوں کی بخشش کا دن ہے، اس لئے کہ خداوند عالم نے اسی دن آدم کی بخشش ومغفرت فرمائی ہے اور عرفات، منیٰ اور مشعر کی زمینیں نویں اور دسویں ذی الحجہ کو تمام اولادِ آدمؑ کے لئے مبارک سرزمین قرار پائیں اور اس کے آثار ہر عصر وزمانہ میں باقی رہیں گے۔

اسی طرح خدا کے گھر میں حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کا نشان، اس مٹی کے ٹیلہ پر جسے اپنے قدموں تلے رکھا تھا یعنی اس پر چڑھ کر خانہ کعبہ کی دیواریں بلند کی تھیں، بابرکت ہوگیا اور خداوند عالم نے ہمیں حکم دیا کہ ہمیشہ کے لئے اسے عبادت گاہ بنائیں (اس پر نماز پڑھیں) اور فرمایا: ﴿اتخذوا من مقام ابراھیم مصلی﴾ مقام ابراہیم کو اپنا مصلی (نماز کی جگہ) بناؤ۔

شومی اور نحوست کا دوسروں تک سرایت کرنا بھی اسی طرح ہے جیسے حجر کے علاقہ میں قوم عاد کے گھروں کی حالت عذاب آنے کے بعد ایسی ہی تھی اور رسول خدا نے غزوہ تبوک کے موقع پر وہاں سے گزرتے ہوئے ہمیں اس امر کی اطلاع دی ہے، اس کا حدیث وسیرت کی کتابوں میں خلاصہ یوں ہے۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۹ھ میں غزوہ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو وادی القریٰ میں واقع حجر نامی سرزمین (جو کہ قوم ثمود کا شہر تھی اور مدینہ سے شام کے راستے میں تھی) پر پہنچے تو اسے عبور کرنے سے پہلے پیادہ ہوگئے اور سپاہیوں نے وہاں کے کنویں سے پانی کھینچا کہ پیغمبرؐ کے منادی نے آواز دی کہ اس کنویں کا پانی نہ پینا اور نماز کے لئے اس سے وضو نہ کرنا، لوگ جو کچھ اپنے پاس پانی جمع کئے ہوئے تھے سب کو زمین پر ڈال دیا اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! اس سے تو ہم نے خمیر کیا ہے (آٹا گوندھا ہے) فرمایا: اسے اپنے اونٹوں کو کھلا دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ جس سے وہ دوچار ہوئے تمہیں بھی ہونا پڑے۔

اور جب سامان لاد دیا اور حِجر سے گزرے تو اپنا لباس چہرہ پر ڈال لیا اور اپنی سواری کو تیزی سے آگے بڑھا دیا سپاہیوں نے بھی ایسا ہی کیا، رسول خداؐ نے فرمایا:

﴿لا تدخلوا بیوت الذین ظلموا الا و انتم باکون﴾

ستمگروں کے گھروں میں داخل نہ ہو مگر گریہ کی حالت میں۔

ایک شخص اس انگوٹھی کو لے کر جو معذب لوگوں کے گھروں میں مقام حجر میں پائے تھا، رسول خداؐ کی خدمت میں آیا، آنحضرتؐ نے اس سے منھ موڑ لیا اور اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں بند کرلیں تاکہ اسے نہ دیکھیں اور فرمایا: اسے پھینک دے، تو اس نے اسے دور پھینک دیا۔ (۱)

اسی کے مانند واقعہ حضرت علی علیہ السلام کو بھی پیش آیا، نصر بن مزاحم وغیرہ نے ذکر کیا ہے:

مخنف بن حضرت علیؑ کے ہمراہ بابل سے گزر رہے تھے تو حضرت علیؑ نے فرمایا: بابل (۲) میں ایک جگہ ہے جہاں پر عذاب نازل ہوا ہے اور زمین میں دھنس گئی ہے، اپنی سواری کو تیزی سے آگے بڑھاؤ تاکہ نماز عصر اس کے باہر انجام دیں۔

وہ کہتا ہے: امام علیہ السلام نے اپنی سواری کو تیزی سے آگے بڑھایا تو لوگوں نے بھی ان کی تاسی کرتے ہوئے اپنی سواریوں کو تیزی سے آگے بڑھایا اور جب آپ پل صراۃ سے گزر گئے تو سواری سے اترے اور لوگوں کے ساتھ نماز عصر پڑھی۔ (۳)

ایک روایت میں مذکور ہے:

امیر المومنینؑ کے ہمراہ عصر کے وقت ہم پل صراۃ سے گزرے تو آپ نے فرمایا: یہ سرزمین وہ ہے جس پر عذاب نازل ہوا ہے اور کسی پیغمبر یا اس کے وصی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس جگہ نماز پڑھے۔ (۴)

ہاں! اس زمان و مکان کی برکت جسے خداوند عالم نے اپنے مخلص بندوں میں سے کسی بندہ کے لئے مبارک قرار دیا ہے دیگر زمان و مکان تک بھی سرایت کرتی ہے جس طرح کہ نحوست اور بدبختی بھی سرایت کرتی ہے اور جس زمانے میں خدا اپنے بد بخت یا شقی بندہ پر غضب نازل کرتا ہے تو اس کی نحوست دوسرے زمان

---

(۱) مغازی واقدی، ص ۱۰۰۶۔۱۰۰۸، امتاع الاسماع، ص ۳۵۳ تا ۳۵۶

(۲) بابل عراق میں کوفہ اور بغداد کے درمیان ایک جگہ (شہر) ہے اور صراۃ نامی ندی پر بغداد سے قریب پل صراۃ ہے۔

(۳) وقعۂ صفین، نصر بن مزاحم ص ۱۳۵ (۴) بحار، ج ۲۱ ص ۱۶۸، علل الشرائع اور بصائر الدرجات کی نقل کے مطابق۔

ومکان تک بھی سرایت کرتی ہے۔

ہم عنقریب ''آثار عمل'' کی بحث میں کہ جس کا آئندہ ذکر ہوگا، ملاحظہ کریں گے کہ انسان کی رفتار کے دنیاوآخرت میں دائی آثار ہیں، یا ایندھن کی شکل میں کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، یا دائمی نعمت کی شکل میں جو بہشت عدن میں ہے، تمام ان آثاراوران کے سرایت کرنے کواللہ کے مخلص بندے مشاہدہ اورادراک کرتے ہیں۔اور یہ مشاہدہ انہیں نیک امور کی انجام دہی اور برائی سے بچنے میں زیادہ معاون ثابت ہوتی ہے یہ سوجھ بوجھ وہی برہان الٰہی ہے کہ خداوند عالم اپنے ان بندوں کو عطا کرتا ہے جنہیں پاک وپاکیزہ بنایا ہے اورانہوں نے رضائے الٰہی کواپنی نفسانی خواہشات پر مقدم رکھا ہے، اسی لئے خدا کے نزدیک اسکے خالص بندے ہلاکت بار گناہ کا تصورنہیں کرتے، اس کی مثال بینا (آنکھ والے) اوراندھے انسان کی سی ہے کہ دونوں ایک ساتھ ناہموار زمین پر چلتے ہیں، واضح ہے کہ بینا انسان ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہے گا اوراپنے نابینا ساتھی کوبھی اس سے آگاہ کرتا رہے گا تا کہ اس میں گرنے سے محفوظ رہے۔

یااس کی مثال اس پیاسے انسان کی ہے جس کے سامنے صاف وشفاف پانی چھلک رہا ہواوراس کی جان اس پانی سے ایک گھونٹ پینے کے لئے لحظہ شماری کررہی ہوتا کہ پیاس کی شدت اوردل کی حرارت کو بجھا سکے۔لیکن ایک ڈاکٹر ہے جوآلات کے ذریعہ پانی کی جانچ کرتا ہےاوراس میں مختلف قسم کے مہلک جراثیم کی خبردیتا ہےاوراپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: اس پانی کواستعمال کرنے سے پہلے اس کا تصفیہ کرلو۔

خدا کے مخلص بندوں کی مثال اسی طرح ہے۔وہ لوگ برہان الٰہی کودیکھتے ہیں نیز اعمال کی حقیقتوں اور ان کے نیک وبد کے انجام کودرک کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی بصیرت سے گناہ کی سنگینی اوراس کی پلیدگی کودرک کرتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ آخرت میں یہ گناہ مجسم آگ اوردائمی عذاب کی شکل میں ظاہر گا، ممکن نہیں ہے کہ اختیاری صورت میں ایسے بھیانک عمل کا اقدام کریں۔

اور جوشبہات عصمت انبیاء سے متعلق ذکر کئے گئے ہیں اوراسکے لئے متشابہ آیات سے استناد کرتے ہیں۔وہ اس لئے ہے کہ بعض کی تاویل میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں اور بعض کی نادرست روایات سے تفسیر کی ہے، ہم بحث کوطوالت سے بچانے کی خاطر دونوں طرح کے چند نمونوں پراکتفا کرتے ہیں۔

د:

جھوٹی روایات جو اوریا کی بیوہ سے حضرت داوٴدؑ کے ازدواج کے بارے میں گڑھی گئیں اور خاتم الانبیاءؐ کی طرف آپ کے منہ بولے بیٹے زید کی مطلقہ بیوی زینب سے ازدواج کے بارے میں جھوٹی روایات کی نسبت اور ان دونوں ازدواج کی حکمت:

ہم پہلے ''اوریا'' کی بیوہ سے حضرت داوٴدؑ کی شادی اور زید کی مطلقہ سے حضرت خاتم الانبیاءؐ کی شادی ہوئی، کے بارے میں تحلیل و تجزیہ کریں گے۔

الف۔ حضرت داوٴدؑ کا ازدواج قرآن کریم میں خداوند سبحان سورہ ص میں فرماتا ہے:

﴿اصبر علیٰ ما یقولون و اذکر عبدنا داود ذا الأید انه اوّاب☆ انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی و الاشراق☆ و الطیر محشورة کل له أواب☆ و شددنا ملکه و آتینا ه الحکمة و فصل الخطاب☆ و هل أتاك نبؤ الخصم اذ تسوروا المحراب☆ اذ دخلوا علیٰ داود ففزع منهم قالوا لا تخف خصمان بغی بعضنا علیٰ بعض فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط و اهدنا الیٰ سواء الصراط☆ ان هذا اخی له تسع و تسعون نعجة ولی نعجة واحدة فقال اکفلنیها و عزنی فی الخطاب☆ قال لقد ظلمك بسؤال نعجتك الیٰ نعاجه و ان کثیراً من الخلطاء لیبغی بعضهم علیٰ بعض الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و قلیل ما هم و ظن داود انما فتناه فاستغفر ربه و خرّ راکعاً و اناب☆ فغفرنا له ذلك و ان له عندنا لزلفیٰ و حسن مآب☆ یا داود انا جعلناك خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق و لا تتبع الهویٰ فیضلك عن سبیل الله ان الذین یضلون عن سبیل الله لهم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب﴾

آپ ان لوگوں کی باتوں پر صبر کریں اور ہمارے بندہ داؤد کو جو صاحب قدرت اور بہت توبہ کرنے والے تھے، یاد کریں، ہم نے پہاڑوں کو ان کا تابع بنایا کہ صبح وشام ان کے ہمراہ تسبیح کرتے تھے پرندوں کو بھی ان کا تابع بنایا کہ سب کے سب ان کے پاس آتے تھے اور ان کی حکومت کو ثابت و پائدار بنایا اور انہیں حکمت عطا کی اور عادلانہ قضاوت بخشی، آیا شکوہ کرنے والوں کی داستان کہ جب محراب کی دیوار پھاند کر آگئے آپ تک پہنچی ہے؟ اس وقت جب داؤد کے پاس آئے اور وہ ان کے دیدار سے خوفزدہ ہوئے؛ انہوں نے کہا: نہ ڈرو ہم دو آدمی شاکی ہیں کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر ظلم کیا ہے اب تم ہمارے درمیان عادلانہ فیصلہ کرو اور حق سے دور نہ ہو جاؤ اور ہمیں راہِ راست کی ہدایت کرو یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ۹۹ بھیڑیں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی ہے وہ اصرار کرتا ہے کہ وہ ایک بھی میں اسے دیدوں اور بات کرنے میں مجھ پر غالب آگیا ہے داؤد نے کہا: یقیناً اس نے اپنے گوسفندوں (بھیڑوں) میں اضافہ کے لئے جو تم سے درخواست کی ہے اس نے تم پر ظلم کیا ہے اور بہت سارے شرکاء ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں مگر وہ لوگ کہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور عمل صالح انجام دیا لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے داؤد نے یہ سمجھا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا تو انہوں نے خدا سے طلب مغفرت کی اور سجدہ میں گر پڑے اور توبہ وانابت شروع کردی، تو ہم نے اس کی انہیں معافی دی، وہ میرے نزدیک بلند مرتبہ اور نیک انجام بندہ ہے اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر اپنا جانشین بنایا؛ لہٰذا لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کا اتباع نہ کرو کہ وہ راہ خدا سے منحرف کردیں، بیشک جو لوگ راہ خدا سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے کہ انہوں نے روز حساب کو یکسر بھلا دیا ہے۔ (۱)

خلفاء کے مکتب کی روایات میں ان آیات کی تاویل

خلفاء مکتب کی روایات ان آیات کی تاویل میں جو حضرت داؤدؑ کے فیصلہ اور قضاوت کو بیان کرتی ہیں، بہت زیادہ ہیں، ذیل میں ہم صرف اس کے تین نمونے ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

ا۔ وہب بن منبہؒ کی روایت

طبری نے آیات کی تاویل میں وہب بن منبہ کی روایت ذکر کی ہے:

(۱) ص ۱۷۔۲۶

جب بنی اسرائیل حضرت داؤد کے پاس جمع ہوئے تو خداوند عالم نے ان پر زبور نازل کی اور انہیں آہنگری کا فن سکھایا اور لوہے کو ان کے لئے نرم و ملائم بنا دیا، نیز پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ جب وہ تسبیح کریں تو تم بھی ان کے ساتھ تسبیح کرو (منجملہ ان کے ذکر کیا ہے) کہ خداوند عالم نے اپنی کسی مخلوق کو حضرت داؤدؑ کی طرح آواز نہیں دی ہے (جو لحن داؤد کے نام سے مشہور ہے) وہ جب بھی زبور کی تلاوت کرتے تھے اس وقت کی یوں منظر کشی کی ہے کہ پرندے ان سے اس درجہ قریب ہو جاتے تھے کہ آپ ان کی گردن پکڑ لیتے تھے اور وہ ان کی آواز پر خاموشی اور اطمینان سے کان لگائے رہتے تھے وہ (داؤد) بہت بڑے مجاہد اور اور عبادت گزار تھے اور بنی اسرائیل کے درمیان حاکم تھے اور خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ اور نبی تھے جو خدا کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، انبیاء میں زیادہ زحمت کش اور کثرت سے گریہ کرنے والے تھے. اس کے بعد اس عورت کے فتنہ میں مبتلا ہو گئے، ان کی ایک مخصوص محراب تھی جس میں تنہا زبور کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے تھے اور اس کے نیچے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا چھوٹا سا باغ تھا اور وہ عورت کہ داؤد جس کے چکر میں آگئے اسی شخص کے پاس تھی۔

وہ جب اس دن اپنی محراب میں تشریف لے گئے، کہا: آج رات تک میرے پاس کوئی نہیں آئے گا، کوئی چیز میری تنہائی میں خلل انداز نہ ہو، پھر محراب میں داخل ہوئے اور زبور کھول کر اس کی تلاوت میں مشغول ہو گئے محراب میں ایک کھڑکی یا روشن دان تھا جس سے مذکورہ باغیچہ دکھائی دیتا تھا جب حضرت داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت کر رہے تھے تو ان کی سامنے ایک زریں کبوتر کھڑکی پر آکر بیٹھ گیا آپ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور حیرت کی، پھر انہیں اپنی کہی ہوئی بات یاد آئی کہ کوئی چیز ان کی عبادت میں رکاوٹ اور مانع نہ بنے'' پھر اپنا سر نیچے جھکایا اور زبور پڑھنے لگے اور جو کبوتر حضرت داؤد کے امتحان اور آزمائش کے لئے آیا تھا، کھڑکی سے اٹھ کر حضرت داؤد کے سامنے بیٹھ گیا، انہوں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ کچھ پیچھے ہٹ گیا، اس کا پیچھا کیا تو کبوتر کھڑکی کی طرف اڑ گیا آپ اسے پکڑنے کے لئے کھڑکی کی طرف گئے تو کبوتر باغیچہ کی طرف پرواز کر گیا آپ نے اس کا نگاہ سے پیچھا کیا کہ وہ کہاں بیٹھتا ہے تو اس عورت کو نہانے دھونے میں مشغول پایا ایسی عورت جو حسن و جمال، خوبصورتی اور نازک اندامی میں بے مثال تھی، خدا اس کے حال سے زیادہ واقف ہے کہتے ہیں: جب اس عورت نے حضرت داؤدؑ کو دیکھا تو اپنے بال پریشان کر دئے اور اس سے اپنا جسم چھپایا، پھر ان کا دل بے قابو ہو گیا تو اپنی زبور اور قیام گاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ایسا ہوا کہ

اس عورت کی یاد دل سے محو نہیں ہوئی، اس فتنہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس عورت کے شوہر کو جنگ پر بھیج دیا اور لشکر کے کمانڈر کو (اہل کتاب کے خیال کے مطابق) حکم دیا کہ اسے مہلکوں میں آگے رکھ کر اس کا کام تمام کر دے تاکہ اپنی مراد پا سکیں، ان کے پاس ۹۹ بیویاں تھیں اس عورت کے شوہر کے مرنے کے بعد اس سے خواستگاری کی اور شادی کر لی، خداوند عالم نے جبکہ وہ محراب عبادت میں تھے، دو فرشتوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے ان کے پاس بھیجا تاکہ ہمسایہ کے ساتھ ان کے اس کرتوت کا ایک نمونہ دکھائے داؤدؑ نے جب ان دونوں کو محراب میں اپنے سر پر کھڑا دیکھا تو خوفزدہ ہوئے اور کہا: کس چیز نے تم کو میرے سر پر سوار کیا ہے؟ بولے، گھبراؤ نہیں، ہم جھگڑنے اور تمہارے ساتھ بدسلوکی کرنے نہیں آئے ہیں ''ہم دو آدمی اس بات پر شاکی ہیں کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر ظلم کیا ہے'' ''ہم اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمارے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ قضاوت کرو اور حق سے دور نہ ہو جاؤ اور ہمیں راہ راست کی ہدایت کرو یعنی ہمیں راہ حق پر چلاؤ اور غیر حق سے بچاؤ، جو فرشتہ اس عورت کے شوہر ''اوریا بن حنانیا'' کی طرف سے گفتگو کر رہا تھا اس نے کہا: ''یہ میرا بھائی ہے'' یعنی میرا برادر دینی ہے' اس کے پاس ۹۹ بھیڑ ہیں اور میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے، لیکن یہ چاہتا ہے کہ اس ایک کو بھی میں اسے دیدوں یعنی اس کے حوالے کر دوں اور بات میں مجھ پر غالب آ گیا ہے اور مجھ سے بزور کہتا ہے کیونکہ مجھ سے قوی اور توانا ہے، اس نے میری بھیڑ اپنی بھیڑوں کے ساتھ رکھ لی ہے اور مجھے خالی ہاتھ چھوڑ دیا ہے، داؤد ناراض ہوئے اور خاموش شاکی (مدعی علیہ) سے بولے: اگر یہ جو کچھ کہہ رہا ہے سچ ہے، تو کلہاڑی سے تمہاری ناک توڑ دوں گا، پھر اپنے آپ میں آئے اور خاموش ہو گئے اور سمجھے کہ اس سے مراد اس کام کا اظہار ہے جو ''اوریا'' کی بیوی کے سلسلے میں انجام دیا ہے پھر گریہ وزاری کے ساتھ سجدہ میں گر پڑے اور توبہ وانابت میں مشغول ہو گئے وہ اسی طرح سے چالیس روز روزہ کی حالت میں بھوکے، پیاسے سجدہ میں پڑے رہے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے چہرے کے پاس سبزہ اُگ گیا اور چہرے اور گوشت پر سجدے کا نشان پڑ گیا خداوند عالم نے انہیں معاف کیا اور ان کی توبہ قبول کی۔

وہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: خدایا جو میں نے اس عورت کے حق میں جنایت انجام دی ہے تو نے معاف کر دیا، لیکن اس مظلوم کے خون کا کیا ہوگا؟ (اہل کتاب کے گمان کے مطابق) ان سے کہا گیا: اے داؤد! جان لو کہ تمہارے رب نے اس کے خون کے بارے میں ظلم نہیں کیا ہے، لیکن بہت جلد ہی اس کے بارے میں تم سے سوال کرے گا اور اس کی دیت دے گا اور اس کا بار تمہارے کاندھے سے اٹھا دے گا یعنی

تمہیں سبکدوش کردے گا، مصیبت ٹلنے کے بعد آپ نے اپنے گناہ کو داہنے ہاتھ کی ہتھیلی پر ظاہر کرلیا اور جب بھی کھانا کھاتے یا پانی پیتے تھے اسے دیکھتے اور گریہ کرتے تھے اور جب لوگوں سے گفتگو کرنے کے لئے آمادہ ہوتے تھے، اپنا ہاتھ کھول کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے تا کہ ان کے گناہ کی علامت لوگ دیکھیں۔ (۱)

۲۔ حسن بصری کی روایت

طبری اور سیوطی نے آیات کی تفسیر میں حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

داؤد نے اپنی زندگی کے ایام چار حصوں میں تقسیم کئے: ایک دن اپنی عورتوں سے مخصوص رکھا، ایک دن عبادت، ایک دن کو بنی اسرائیل کے درمیان قضاوت اور فیصلہ کے لئے اور ایک دن خود بنی اسرائیل کے لئے تا کہ وہ لوگ انہیں اور یہ ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں، وہ ان کو اور وہ لوگ انہیں رلائیں، ایک مرتبہ جب بنی اسرائیل کا دن آیا تو کہا: موعظہ کرو، کہا: آیا کوئی دن انسان کے لئے ایسا گزرتا ہے جس میں وہ گناہ نہیں کرتا ہے؟ داؤد نے اپنے اندر محسوس کیا کہ وہ اس کی صلاحیت رکھتے ہیں جب عبادت کا دن آیا دروازوں کو بند کرلیا اور یہ حکم دیا کہ کوئی میرے پاس نہ آئے، پھر توریت پڑھنے میں مشغول ہو گئے ابھی قرائت کر ہی رہے تھے کہ ایک سنہرا کبوتر خوبصورت اور دیدہ زیب رنگوں کے ساتھ ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اسے پکڑنا چاہا وہ اڑ کر کچھ دور چلا گیا اور اتنا دور کہ ان کی دسترس سے باہر ہو گیا اور کچھ دور زمین پر بیٹھ گیا وہ اس درجہ کبوتر کے پیچھے پڑے کہ اوپر سے ان کی نظر ایک عورت پر پڑی جو غسل کرنے میں مشغول تھی اسکے جسم کی ساخت اور خوبصورتی نے انہیں حیرت میں ڈال دیا، جب اس عورت نے کوئی سایہ محسوس کیا تو اپنے جسم کو بالوں سے چھپالیا تو ان کی حیرت اور استعجاب میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اور انہوں نے اس کے شوہر کو اس سے پہلے ایک کمانڈر بنا کر اپنے بعض سپاہیوں کے ہمراہ محاذ جنگ پر بھیجا تھا اس کو خط لکھا کہ وہ ایسی ویسی جگہ روانہ ہو جائے اور وہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں سے واپسی ممکن نہیں تھی، اس نے حکم کی تعمیل کی اور وہ قتل ہو گیا تو انہوں نے (داؤد) اس سے شادی رچالی۔ (۲)

---

(۱) تفسیر طبری، ج ۲۳، ص ۹۵۔۹۶، طبع دار المعرفۃ، بیروت.

(۲) تفسیر طبری، ج ۲۳، ص ۹۶، طبع دار المعرفۃ، بیروت؛ سیوطی، ج ۵، ص ۱۴۸، یہ طبری کی عبارت ہے۔

۳۔ یزید رقاشی کی انس بن مالک سے روایت

طبری اور سیوطی نے آیات کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ یزید رقاشی سے انہوں نے انس بن مالک سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے: یزید رقاشی کہتا ہے: میں نے انس بن مالک سے سنا کہ انہوں نے کہا:

میں نے پیغمبر اکرم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جب داوٗد نے اس عورت کو دیکھا تو بنی اسرائیل کو جنگ کے لئے روانہ کیا اور لشکر کے کمانڈر کو تاکید کردی کہ: جب دشمن کے قریب پہنچ جانا تو فلاں (اوریا) کو تابوت کے سامنے تلوار سے مارڈالو، اس زمانے میں تابوت کو کامیابی کے لئے لیجایا جاتا تھا اور جو تابوت کے سامنے جاتا تھا واپس نہیں آتا تھا یا تو قتل ہو جاتا تھا یا دشمن اس سے فرار کر جاتا تھا آخر کار وہ مارا گیا اور حضرت داوٗد نے اس عورت سے شادی کرلی۔

پھر دو فرشتے حضرت داوٗد کے پاس آئے اور وہ چالیس دن تک سجدہ میں پڑے رہے حتی کہ ان کے آنسوؤں سے سبزہ اگ آیا اور زمین پر ان کے چہرے کے نشان پڑ گئے، انہوں نے سجدہ میں کہا: میرے خدا! داوٗد نے ایسی لغزش کی ہے کہ مشرق و مغرب کے فاصلہ سے بھی زیادہ دور ہے، خدایا! اگر ضعیف و ناتوان داوٗد پر رحم نہیں کرے گا اور اس کی خطا معاف نہیں کرے گا تو اسکے بعد لوگوں کی زبانوں پر اسکے گناہوں کا چرچا ہوگا جبرئیلؑ چالیس دن کے بعد آئے اور کہا: اے داوٗد! خدا نے تمہیں معاف کردیا، داوٗد نے کہا: میں جانتا ہوں کہ خدا عادل ہے اور ذرہ برابر عدل سے منحرف نہیں ہوتا اگر فلاں (اوریا) قیامت کے دن آکر کہے: اے میرے خدا! میرا خون داوٗد کی گردن پر ہے، تو میں کیا کروں گا؟ جبرئیل نے کہا: میں نے تمہارے رب سے اس سلسلے میں سوال نہیں کیا ہے، اگر چاہتے ہو تو ایسا کروں، کہا: ہاں، سوال کرو، جبرئیل اوپر گئے اور داوٗد سجدہ میں چلے گئے کچھ دیر بعد نیچے آکر کہنے لگے: اے داوٗد! جس کے لئے تم نے مجھے بھیجا تھا میں نے خدا سے سوال کیا تو اس نے فرمایا داوٗد سے کہو: خدا تم دو آدمیوں کو قیامت کے دن حاضر کرے گا اور اس (مظلوم) سے کہے گا جو تمہارا خون داوٗد کی گردن پر ہے اسے میرے لئے معاف کردو، وہ کہے گا: خدایا! میں نے معاف کیا، پھر خدا فرمائے گا: اس کے بدلے میں بہشت میں جو چاہتے ہو انتخاب کرلو اور جس چیز کی خواہش ہو وہ تمہارے لئے حاضر ہے....(۱)

(۱) تفسیر طبری ج ۲۳، ص ۹۶ طبع دار المعرفۃ، بیروت؛ سیوطی، ج ۵ ص ۳۰۰۔۳۰۱

اللہ کے نبی داؤدؑ کے بارے میں تفاسیر میں منقول روایات اس طرح سے تھیں کہ جن کو ہم نے ملاحظہ کیا اب ہم اس کے اسناد کی چھان بین کریں گے۔

روایات کے اسناد کی چھان بین

۱۔ وہب بن منبہ: اس کا باپ ایرانی تھا شاہ کسریٰ نے اسے یمن بھیجا تھا۔ اس کے بارے میں ابن سعد کی طبقات میں خلاصہ اس طرح ہے:

وہب نے کہا ہے میں نے آسمان سے نازل شدہ بانوے ۹۲ کتابیں پڑھی ہیں؛ ان میں سے ۲۷ عدد کلیساؤں اور لوگوں کے ہاتھ میں ہیں اور بیس عدد ایسی ہیں کہ بہت کم لوگ جانتے ہیں وہ ۱۱۰ھ میں فوت کر گیا ہے۔

ڈاکٹر جواد علی فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ وہب کی اصل و اساس یہودی ہے، وہ اپنے خیال خام میں یونانی، سریانی، حمیری اور پرانی کتابوں کو پڑھنا خوب جانتا تھا اور کشف الظنون میں ''قصص الانبیاء'' نامی کتاب کو اسی کی تالیف میں شمار کیا ہے۔ (۱)

۲۔ حسن بصری: ابوسعید، اس کا باپ زید بن ثابت کا غلام تھا وہ حضرت عمر کی خلافت کے آخری دو سال میں پیدا ہوا، بصرہ میں زندگی گزاری اور ۱۱۰ھ میں وفات کر گیا، فصاحت و بلاغت میں بلند مقام رکھتا تھا لوگوں اور خلافت کے نزدیک اس کی ایک حیثیت اور شان تھی اور بصرہ میں مکتب خلفاء کا پیشوا شمار ہوتا تھا۔ (۲)

اس کے نظریات اور عقائد:

طبقات ابن سعد میں جو روایات اس کی سوانح حیات کے ذیل میں وارد ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قدریہ مذہب کا ماننے والا تھا اور اس کے بارے میں مناظرہ کیا کرتا تھا اس کے بعد اس عقیدہ سے پھر گیا تھا، وہ حجاج بن یوسف جیسے ظالموں کے خلاف قیام کو جائز نہیں سمجھتا تھا۔

اس کی روایات کی اہمیت: میزان الاعتدال (۳) میں اس کے بعض حالات زندگی کی شرح کچھ اس طرح ہے:

---

(۱) طبقات ابن سعد، طبع یورپ، ج ۵ ص ۳۹۵ اور کشف الظنون، ص ۱۳۲۸؛ تاریخ العرب قبل الاسلام (اسلام سے پہلے)، ڈاکٹر جواد علی، ج ۱ ص ۴۴۔ (۲) میں اس کی سوانح کی طرف مراجعہ کیا جائے وفیات الاعیان، ابن خلکان طبع اول، ج ۱ ص ۳۵۴، طبقات ابن سعد، طبع یورپ ج ۷، ق ۱، ص ۱۲۰ ملاحظہ ہو۔ (۳) ج ۱ ص ۵۲۷، شمارۂ ترجمہ ۱۹۶۸

حسن بصری بہت دھوکہ باز تھا، اس نے جو بھی حدیث دوسروں سے روایت کی ہے بے اعتبار اور ضعیف ہے، کیونکہ ضرورت کے مطابق سند بنالیتا تھا، بالخصوص ایسے لوگوں سے احادیث جیسے ابو ہریرہ اور اس جیسے لوگوں سے کہ یقیناً اس نے ان سے کچھ نہیں سنا ہے محدثین نے ابو ہریرہ سے اس کی روایات کو بے سند روایات کے زمرہ میں قرار دیا ہے، اور خدا بہتر جانتا ہے۔

یعنی: حسن نے جب بھی (عن فلاں) کے ذریعہ کوئی روایت کی ہے وہ ضعیف ہے اس لئے کہ وہ یہ کہنے پر کہ "میں نے فلاں سے سنا" مجبور تھا، بالخصوص ایسے راوی جن سے اس نے کچھ نہیں سنا ہے جیسے اس کا ابو ہریرہ سے اور اس جیسے لوگوں سے بلا واسطہ روایت کرنا جبکہ حسن نے ان کو دیکھا نہیں ہے لیکن بلا واسطہ ان سے روایت کرتا ہے۔

ابن سعد کی طبقات میں اس کے بعض حالات زندگی علی بن زید کے توسط مذکور ہیں:

میں نے حسن بصری سے حدیث نقل کی اور اس نے اسی حدیث کو دوسروں سے نقل کرتا تھا، میں نے اس سے کہا اے ابو سعید کس نے تم سے یہ حدیث روایت کی ہے؟ کہا: میں نہیں جانتا، میں نے کہا: میں نے ہی اسے تم سے روایت کی ہے۔

اسی طرح ذکر کیا گیا ہے: اس سے کہا گیا: یہ جو تم لوگوں کو فتوے دیتے ہو اسکا مستند احادیث ہیں، یا پھر تمہارے ذاتی نظریات وخیالات کا نتیجہ ہیں؟ کہا: نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے کہ جو فتوی بھی دوں اسے میں نے سنا ہی ہو بلکہ میری رائے اور نظر (لوگوں کیلئے) خود ان کی رائے اور نظر سے ان کیلئے بہتر ہے۔(۱)

مکتب اعتزال کا بانی واصل بن عطا (متوفی ۱۳۱ھ) اور ابن ابی العوجاء ایک مشہور زندیق حسن بصری کے مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

ابن ابی العوجاء سے لوگوں نے کہا: اپنے استاد کا مذہب چھوڑ کر ایسا راستہ اپنایا جو نہ کوئی اصل رکھتا ہے اور نہ ہی کوئی حقیقت! اس نے کہا: میرے استاد فریب خوردہ اور غیر معتدل تھے، کبھی قدریہ کے طرفدار تھے تو کبھی جبریہ مسلک کے، مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ کسی ثابت اور پائیدار عقیدہ پر باقی رہے ہوں گے۔

کوفہ کے والی نے ۱۵۵ھ میں ابن ابی العوجاء کو قتل کیا اور قتل ہونے سے پہلے اس نے کہا: مجھے قتل تو کر رہے ہو، لیکن یہ بات جان لو کہ میں نے چار ہزار حدیثیں جعل کی ہیں حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو

(۱) دونوں ہی روایت ابن سعد کی طبقات میں ہیں، ج ۸، ص ۱۲۰ طبع یورپ اور ج ۷، ص ۱۲۰ پر بھی مذکور ہے۔

حلال کر کے ایک دوسرے میں مشتبہ کر دیا ہے، روزہ کو افطار اور افطار کو روزہ میں بدل ڈالا ہے۔(۱)

۳۔ یزید بن ابان رقاشی: یہ بصرہ کا رہنے والا ایک قصہ گو اور زاہد گریاں بیوقوف تھا۔

مزّی کی تہذیب الکمال اور ابن حجر کی تہذیب التہذیب میں اس کے حالات زندگی کا خلاصہ اس طرح ہے:

الف۔ اس کے زہد کے بارے میں: وہ اپنے آپ کو بھوکا اور پیاسا رکھتا تھا، اس کا جسم ضعیف بدن نحیف اور رنگ نیلا ہو گیا تھا روتا تھا اور اپنے اطراف و جوانب والوں کو رلاتا تھا مثال کے طور پر کہتا تھا: آؤ تشنگی کے دن ٹھنڈے پانی پر گریہ کریں وہ کہتا تھا: ٹھنڈے پانی پر ظہر کے وقت سلام، راوی کہتا ہے: وہ ایسے کام کرتا تھا جنہیں نہ پیغمبرؐ نے کہا ہے اور نہ ہی انجام دیا ہے۔ خداوند سبحان فرماتا ہے:

﴿قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده و الطیبات من الرزق قل هی للذین آمنوا فی الحیاة الدنیا...﴾

کہو: کس نے اللہ کی زینتوں اور پاکیزہ رزق کو جسے خدا نے اپنے بندوں کے لئے خلق کیا ہے حرام کیا ہے؟!

کہو: یہ سب دنیاوی زندگی میں مومنین کے لئے ہے...(۲)

ب۔ اس کے نظریات: اس کا اعتقاد ضعیف اور مذہب قدری تھا۔(۳)

ج۔ اس کی روایات کی قیمت: "شعبہ" نامی ایک راوی کے بقول کہ اس نے کہا: چوری کرنا میرے نزدیک اس سے روایت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اس کی روایات کے بارے میں کہا گیا ہے: اس کی روایات منکر اور مجہول ہیں، اس کی روایتیں متروک ہیں اور تحریر نہیں کی جاتیں۔

ابو حاتم نے کہا: وہ ایک گریہ کرنے والا واعظ تھا، انس سے اس نے زیادہ روایت کی ہے، اور یہ محل تامل واشکال ہے، اس کی حدیث ضعیف ہے۔

تہذیب التہذیب میں مذکور ہے: ابن حبان کہتے ہیں: وہ خدا کے بندوں میں شب میں رونے والوں میں ایک اچھا بندہ تھا لیکن صحیح حدیث ضبط کرنے میں عبادت خدا کی وجہ سے غافل رہ گیا، وہ بھی اس طرح سے کہ حسن کی بات کو برعکس کر دیتا تھا اور اسے انس کے قول کی جگہ پر پیغمبر اکرمؐ کے نام سے قرار دے دیتا تھا،

---

(۱) وفیات الاعیان میں واصل بن عطا کے حالت زندگی اور ابن ابی العوجاء کے حالات کتاب "ایک سو پچاس جعلی صحابی" کی ج ا زندقہ و زنادقہ کی بحث میں اور "الکنی والالقاب" میں ملاحظہ ہو۔ (۲) اعراف ۳۲/ (۳) طبقات ابن سعد چاپ یورپ ج ۷ ق ۲ ص ۱۳

اس کے قول سے روایت کرنا روا نہیں ہے مگر یہ کہ حیرت کا اظہار کرنا مقصود ہو، یزید بن ابان ۱۲۰ھ سے پہلے فوت ہوا ہے۔(۱)

روایات کے متن کی چھان بین

ا۔ وہب کی روایت: روایت کا خلاصہ: اللہ کے نبی داؤدؑ نے کچھ ایام عبادت سے مخصوص کیے اور خلوت نشینی اختیار کی اور توریت کی تلاوت میں مشغول ہو گئے، اچانک ان کے سامنے ایک سنہرا کبوتر نمودار ہوا انہوں نے پکڑنا چاہا، لیکن اڑ کر کچھ پیچھے بیٹھ گیا داؤد اس کے چکر میں پڑ گئے اور یہاں تک کہ اس کا پیچھا کیا اسی اثنا میں اوریا ہمسایہ کی بیوی پر اچانک نگاہ پڑ گئی تو دیکھا کہ وہ نہا رہی ہے اس کے حسن و جمال سے حیرت زدہ ہو گئے، جب عورت نے ان کے وجود کا احساس کیا تو خود کو اپنے بالوں کے اندر چھپا لیا اور یہ داؤد کی حیرت میں مزید اضافہ کا باعث ہوا، اس کے شوہر کو میدان جنگ میں بھیج کر قتل کرانے کا پلان بنایا اور اس سے شادی رچالی پھر دو فرشتے ان کے پاس آئے اور اس کے بعد قرآن کریم کی بیان کردہ داستان ملاحظہ ہو۔

یہ راوی ایک بار کہتا ہے: (وہب نے کہا)، دوسری بار کہتا ہے: (اہل کتاب کے خیال کے مطابق) ان باتوں سے اس کی ذمہ داری سے خود کو دور کرتا ہے جب ہم توریت کے سموئیل کی دوسری کتاب گیارہویں اور بارہویں باب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ داستان اس طرح ہے کہ: داؤد ''تشبیع'' اوریا کی بیوی ''تشبع'' کو چھت سے دیکھتے ہیں اور اس کے حسن کو دیکھ کر لہلوٹ ہو جاتے ہیں اسے اپنے گھر بلاتے ہیں اور اس سے ہمبستری (مجامعت) کرتے ہیں اور یہ عورت ان سے زنا کے ذریعہ حاملہ ہو جاتی ہے وغیرہ...ملاحظہ کیجئے:

> یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب عصر کے وقت حضرت داؤدؑ اپنے بستر سے اٹھ کر بادشاہ کے گھر کی چھت پر ٹہل رہے تھے چھت کی پشت سے ایک عورت کو حمام میں دیکھا، وہ عورت نہایت حسین و جمیل اور بلا کی خوبصورت تھی، پھر داؤد نے فرستادہ کے ذریعہ اس عورت کے بارے میں سوال کیا لوگوں نے اس کے بارے میں کہا کہ یہ الیعام کی بیٹی اوریا کی بیوی ہے، داؤد نے اس کے پاس افراد بھیجے وہ اس کو پکڑ کر ان کے پاس لے آئے اور داؤد اس سے ہمبستر ہوئے اور وہ اپنی نجاست سے پاک ہوئی اور اپنے گھر لوٹ گئی اور داؤد کے

(۱) تہذیب التہذیب ج۱۱ص ۳۰۹۔۳۱۱

فرستادہ کو مخبر بنایا اور کہا میں حاملہ ہوں لہٰذا داؤد نے ''یوآب'' کے پاس کہدیا کہ ''اوریا حتی'' کو میرے پاس بھیج دو تو ''یوآب'' نے اوریا کو داؤد کے پاس بھیج دیا اور جب اوریا ان کے پاس پہنچا تو داؤد نے ''یوآب'' سے قوم اور جنگ کی سلامتی کے بارے میں سوال کیا، پھر داؤد نے اوریا سے کہا: گھر جا کر پیر دھوؤ پھر ''اوریا'' بادشاہ کے گھر سے باہر گیا اس کے پیچھے بادشاہ کا دسترخوان روانہ کیا گیا لیکن اوریا اپنے گھر جانے کے بجائے بادشاہ کی دہلیز پر تمام بندوں کے ہمراہ سورہا، داؤد کو خبر دی گئی کہ اوریا اپنے گھر نہیں گیا ہے تو داؤد نے اوریا سے سوال کیا کہ کیا تم سفر سے واپس نہیں آئے ہو پھر اپنے گھر کیوں نہیں گئے؟ اوریا نے داؤد سے عرض کی کہ تابوت، اسرائیل اور یہودا اپنے خیموں میں موجود ہیں اور میرے آقا ''یوآب'' اور میرے آقا کے غلام بیابانوں میں خیمہ نشین ہیں کیا میں ایسے میں اپنے گھر لوٹ جاتا اور کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ سونے میں مشغول ہو جاتا! آپ کی حیات نیز آپ کی جان کی قسم ہے کہ یہ کام ہرگز نہیں کروں گا، داؤد نے ''اوریا'' سے کہا آج بھی تم یہیں رہو کل تمہیں بھیج دوں گا لہٰذا اوریا اس دن اور اسکے بعد ایک دن یروشلم میں رہا اور حضرت داؤد نے اسکو دعوت دی، ان کے سامنے کھایا پیا اور مست ہو گیا پھر شام کے وقت باہر نکل گیا اور اپنے آقا کے غلاموں کے ساتھ سو گیا اور اپنے گھر نہیں گیا اور صبح تڑکے داؤد نے ''یوآب'' کے نام خط لکھ کر اوریا کے ہاتھ روانہ کیا اس مکتوب میں یہ مضمون لکھا تھا کہ اوریا کو سخت جنگ کے محاذ پر آگے آگے رکھنا اور تم اس کے پیچھے پیچھے چلنا تاکہ وہ مارا جائے اور وہیں پر ہلاک ہو جائے اور جب یوآب شہر کو اپنے محاصرہ میں لیتا تھا تو اوریا کو ایسی جگہ پر رکھتا تھا جہاں اسے علم ہوتا تھا کہ یہاں پر بہادر اور شجاع لوگوں سے سامنا ہوگا، شہر کے لوگ باہر نکلے اور ''یوآب'' سے جنگ کی، جناب داؤد کی قوم سے بعض سپاہی اس جگہ کام آگئے اور یا حتی بھی مارا گیا پھر ''یوآب'' نے حضرت داؤد کے فرستادہ کو جنگ کے تمام حالات سے باخبر کیا اور قاصد کو حکم دیا کہ بادشاہ کو جا کر جنگ کی تمام روداد نقل کرنا اور اگر وہ غصہ سے لال پیلے ہو کر تم سے کہیں کہ کیوں جنگ کے لئے شہر سے قریب گئے ہو؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ محاصرہ کے کنارہ سے تیر چلادیں گے؟ کون ہے جس نے ابی ملک بن

یربوشت کو قتل کر ڈالا؟ کیا کسی عورت نے چکی کے اوپری پاٹ کو حصار کے کنارے سے تو نہیں پھینک دیا کہ تاباص میں مرگیا پھر کیوں حصار سے قریب ہوگئے؟ اس وقت کہنا کہ تیرا غلام ''اوریا حتی'' بھی مرگیا ہے قاصد روانہ ہوا اور داؤد کے پاس آ کر ''یوآب'' کے کہنے کے مطابق انہیں آگاہ کیا اور قاصد نے داؤد سے کہا لوگ ہم پر غالب ہو کر ہمارے پیچھے صحرا کی طرف آ گئے، ہم نے ان پر دروازہ کے منھ تک حملہ کیا اور تیر اندازوں نے تیرے بندوں پر حصار پر سے تیر چلائے اور بادشاہ کے بعض بندے مرگئے اور تمہارا بندہ ''اوریا حتّی'' بھی مرگیا ہے، داؤد نے قاصد سے کہا: ''یوآب'' سے کہو کہ اس واقعہ سے پریشان نہ ہو اس لئے کہ تلوار بلاتفریق ان کو، ان کو ہلاک کرتی ہے لہٰذا شہر کا ڈٹ کر مقابلہ کرو اور اسے ویران کردو پھر اسے تسلی دو، جب اوریا کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر مرچکا ہے تو اپنے شوہر کے لئے سوگ منایا جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے قاصد بھیج کر اسے اپنے گھر بلالیا اور وہ ان کی بیوی ہوگئی اور ان سے ایک بچہ ہوا لیکن جو کام داؤد نے کیا وہ خدا کے نزدیک ناپسند قرار پایا۔

بارھواں باب

خداوند عالم نے ناتان کو داؤد کے پاس بھیجا اس نے ان کے پاس آ کر کہا: کہ ایک شہر میں دو مرد تھے ایک امیر و دولتمند اور دوسرا فقیر و نادار، دولتمند کے پاس بہت زیادہ بھیڑ اور گائیں تھیں اور فقیر کے پاس ایک مادہ بکری کے علاوہ کچھ نہیں تھا جس کو اس نے خرید کر پالا تھا وہ ان کے پاس اس کی اولاد کے ہمراہ بڑی ہوئی ان کی غذا سے کھاتی اور ان کے پیالے سے پیتی اور اس کی آغوش میں سوتی تھی وہ اس کے لئے لڑکی کی طرح تھی، ایک مسافر اس دولت مند کے پاس آیا اسے افسوس ہوا کہ اپنی گایوں اور گوسفندوں میں سے ایک کو مسافر کے لئے ذبح کرے لہٰذا اس نے اس فقیر انسان کی بکری کو لے لیا اور مسافر کے لئے غذا کا انتظام کیا، پھر تو داؤد کا غصہ اس پر بھڑک چکا تھا، ناتان سے کہا: حیات خداوند کی قسم جس

کسی نے ایسا کیا ہے وہ قتل کا حقدار ہے اور چونکہ اس نے ایسا کام کیا ہے اور کوئی رحم نہیں کیا ہے لہٰذا اسے ایک کے عوض چار گنا واپس کرنا چاہئے۔ ناتان نے داؤد سے کہا وہ تم ہو اور اسرائیل کا خدا یہوہ یہ کہتا ہے کہ میں نے تجھے اسرائیل کا بادشاہ بنایا اور شاؤل کے ہاتھوں سے نجات دی اور تمہارے آقا کا گھر تمہیں دیا اور آقا کی عورتوں کو تمہاری آغوش کے حوالے کیا اور اسرائیل و یہودا کے خاندان کو تمہیں بخشا اگر یہ کم ہوتا تو مزید اضافہ کرتا، پھر کیوں کلام خدا کو ذلیل کیا اور اس کی نظر میں برا کام انجام دیا اور ''اوریا حتی'' تلوار ماری اور اس کی بیوی کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور اسے بنی عمون کی شمشیر سے قتل کر ڈالا، لہٰذا اب شمشیر تمہارے گھر سے دور نہیں ہوگی کیونکہ تم نے میری توہین کی ہے اور ''اوریا حتی'' کی بیوی کو اپنی بیوی بنالیا ہے۔

خداوند عالم نے اس طرح کہا ہے: اب میں تم پر تمہارے گھر سے برائی عارض کروں گا اور تمہارے سامنے تمہاری عورتوں کو لے کر تمہارے پڑوسیوں کو دیدوں گا اور وہ آفتاب کی روشنی میں تمہاری عورتوں کے ساتھ سوئیں گے کیونکہ تم نے یہ کام خفیہ طور پر انجام دیا لیکن میں یہ کام تمام اسرائیل کے سامنے اور روز روشن میں انجام دوں گا، داؤد نے ناتان سے کہا: میں خداوند عالم کی قسم میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں، ناتان نے داؤد سے کہا: خداوند عالم نے تمہارا گناہ معاف کیا، تم نہیں مروگے لیکن چونکہ یہ امر دشمنان خدا کے کفر بولنے کا باعث ہوا ہے لہٰذا تمہارا جو بچہ پیدا ہوگا وہ مر جائے گا، پھر ناتان اپنے گھر گیا اور خداوند نے داؤد کے ذریعہ اوریا کی بیوی سے پیدا ہونے والے بچہ کو بیماری میں مبتلا کر دیا پھر داؤد نے بچہ کے لئے خدا سے دعا کی اور روزہ رکھا اور پوری رات زمین پر سوئے رہے، ان کے گھر کے بزرگ اٹھے تاکہ زمین سے انہیں اٹھائیں لیکن قبول نہیں کیا اور ان کے ساتھ روٹی بھی نہ کھائی، ساتویں دن بچہ مر گیا اور داؤد کے خدام خوفزدہ ہوگئے کہ کیسے داؤد کو اس بچہ کے مرنے کی اطلاع دیں، اس لئے کہا کہ ابھی بچہ زندہ تھا اور ہم نے اس سے باتیں کی ہیں کیونکہ اگر یہ خبر دیں کہ بچہ مر گیا ہے تو کس درجہ رنجیدہ ہوں گے اور جب داؤد نے دیکھا کہ ان کے بندے آپس میں سرگوشی کر رہے ہیں تو سمجھ لیا کہ بچہ مر گیا ہے داؤد نے اپنے

خدام سے پوچھا بچہ مر چکا ہے؟ کہاہاں مر چکا ہے پھر اس وقت داؤد نے زمین سے اٹھ کر غسل کیا اور نہا دھو کر تیل لگایا اور اپنا لباس بدلا اور خداوند کے گھر کی طرف گئے اور عبادت کی پھر اپنے گھر واپس آئے غذا طلب کی لوگوں نے حاضر کی تو آپ نے کھایا اور ان کے خادموں نے ان سے کہا کہ یہ کون سا کام تھا جو آپ نے انجام دیا جب بچہ زندہ تھا تو روزہ رکھا اور گریہ کیا اور جب مر گیا تو اٹھ کر کھانا کھایا انہوں نے کہا: جب بچہ زندہ تھا تو روزہ رکھا اور گریہ کیا اس لئے کہ میں نے سوچا کسے معلوم کہ شاید خداوند مجھ پر رحم کرے اور میرا بچہ زندہ بچ جائے لیکن اب جبکہ میرا بچہ مر چکا ہے کیوں روزہ رکھوں کیا میں اس کو دوبارہ واپس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں؟ میں اس کے پاس جاؤں گا لیکن وہ میرے پاس نہیں آئے گا۔

وہب کی روایت کا توریت میں سموئیل کی دوسری کتاب کی مذکورہ باتوں سے مقایسہ کرنے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ وہب نے بعض داستان توریت سے اور بعض داستان اسرائیل کی دیگر کتابوں سے (کہ جن کو پڑھا تھا) لیا ہے اور جیسا کہ خود بھی ان کتابوں کے پڑھنے کی خبر دی ہے اس طرح کی روایات علم حدیث میں روایات اسرائیلی یا اسرائیلیات سے موسوم ہیں۔

دوسرے۔ حسن بصری کی روایت: اس روایت کا خلاصہ وہی وہب کی روایت کا خلاصہ ہے، فرق صرف یہ ہے کہ حسن بصری نے ابتداء میں اضافہ کیا کہ داؤد نے اپنے اوقات چار حصوں میں بانٹ دئے تھے، ہمیں نہیں معلوم کہ آیا یہ خود اس کا خیال اور ابتکار تھا جو اس نے اضافہ کیا ہے یا دیگر اسرائیلی روایوں سے لیا ہے۔

جو بھی صورت ہو حسن بصری نے اس روایت کی سند ذکر نہیں کی ہے اور اسے بغیر سند اور اصطلاحی اعتبار سے مرسل ذکر کیا ہے، اگر وہ روایت کے وقت اس کا ماخذ بھی بیان کر دیتا اور کہتا کہ وہب بن منبہ سے یا اس کے علاوہ دیگر اسرائیلی راویوں سے روایت کرتا ہے تو مسئلہ آسان ہو جاتا اور محققین روایت کے ماخذ تک رسائی رکھتے اور آسانی سے سمجھ لیتے کہ یہ اسرائیلی روایات میں سے ہے، اس نے سند ذکر نہ کر کے محققین کے لئے مشکل کھڑی کر دی ہے لیکن اس کے باوجود چونکہ اس کا شمار مکتب خلفاء میں عقائد کے حوالے سے رہنما اور پیشرو لوگوں میں ہوتا ہے، اس کی روایت اسلامی عقائد کے سمجھنے میں دوگنا اثر رکھتی ہے۔

اسرائیلی روایات کے زیادہ تر راوی وہی کام کرتے ہیں جو حسن بصری نے کیا ہے، یعنی اسرائیلی روایات کو بغیر سند اور ماخذ کے ذکر کرتے ہیں اور اس طرح سے ایسی روایتیں ان افراد کے لئے جو حدیث شناس نہیں ہیں بہت سخت اور پیچیدہ ہو جاتی ہیں۔

تیسرے۔ یزید رقاشی کی روایت: یزید بن ابان نے کہا ہے: یہ روایت اس نے انس صحابی سے دریافت کی ہے جسے اس نے رسول خداؐ سے سنی ہے یہ بات کہہ کر اس نے انس اور رسول خداؐ دونوں کی طرف جھوٹی نسبت دی ہے جبکہ اس کا سماج میں ظاہری حلیہ یہ ہے کہ وہ زاہد، عابد اور گریہ کرنے والا ہے۔

یقیناً ایسی روایت کا اثر جسے یزید کی طرح عابد، زاہد، گریہ کرنے والے افراد اپنے مواعظ اور داستانوں میں روایت کرتے ہیں کس قدر ہوگا؟ آیا علم حدیث میں مہارت نہ رکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یزید رقاشی، نے جو کچھ حسن بصری سے سنا پیغمبرؐ کے صحابی انس اور خود رسول خداؐ کی طرف جھوٹی نسبت دی ہے؟ بالخصوص اس کے بعد کہ بہت سے مفسرین جیسے طبری سے (جس کی وفات ۳۱۰ھ ہوئی۔ اور سیوطی تک جس کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی) پے در پے آتے ہیں اور اس افسانہ کو اپنی تفاسیر میں شامل کر دیتے ہیں، اس سے زیادہ افسوسناک یہ ہے کہ اپنی نقل میں جو کچھ اسرائیلی روایات کو یہاں ذکر کیا ہے اسی پر اکتفا نہیں کی ہے، بلکہ اس کے نقل کے حدود کو ایسے راویوں سے دیگر صحابہ اور تابعین تک وسیع کر دیا ہے، ہم نے ان میں سے بعض کو "نقش ائمہ در احیائے دین"(۱) کے پانچویں اور بارہویں حصہ میں بیان کیا ہے جیسے:

۱۔ صحابی عبداللہ بن عمرو بن عاص، جس نے اہل کتاب کے نوشتہ جات کے عظیم خزانہ کو بعض جنگوں میں حاصل کیا اور وہ اس کتاب سے بغیر ذکر ماخذ کے روایت کرتا تھا۔

۲۔ صحابی تمیم داری، یہ راہب نصاری ہونے کے بعد اسلام لایا اور جمعہ کے ایام میں پیغمبرؐ کی مسجد میں نماز جمعہ کے موقع پر خلیفہ دوم عمر ابن خطاب کے خطبہ سے پہلے تقریر کرتا تھا اور یہ کام عثمان کے دور میں ہفتہ میں دو مرتبہ انجام پاتا تھا۔

۳۔ کعب الاحبار (تابعی) یہ عمر کی خلافت کے دوران اسلام لایا اور اس دور کے مسلمان علماء کی ردیف میں شمار ہونے لگا۔

اس گروہ کے بعد دوسرے افراد نے مذکورہ افسانوں کو ان سے لیا اور قرآن کی تفسیر کا نام دیدیا جیسے:

---

(۱) یہ کتاب فارسی میں جزء اول سے چودہویں جزء تک اسی عنوان سے چھپی اور نشر ہوئی ہے۔

۴۔ مقاتل بن سلیمان مروزی ازدی (متوفی ۱۵۰ھ) جو کتاب خدا کے مفسر کے نام سے مشہور ہے۔ شافعی نے اس کے بارے میں کہا ہے:

تمام لوگ تین آدمیوں کے مرہون منت ہیں: تفسیر میں مقاتل بن سلیمان کے، شعر میں زہیر بن ابی سلمیٰ کے اور کلام میں ابو حنیفہ کے!

اب دیکھنا یہ ہے کہ جناب مقاتل نے مکتب خلفاء کی قابل اعتماد روایتوں میں کتنی اسرائیلی روایات کو جگہ دی ہے اور کتنی خود جعل کی ہے اور دوسروں کی طرف نسبت دی ہے، یہ تو خدا جانتا ہے اور بس۔ (۱)

تحقیق کا نتیجہ

وہب بن منبہ نے اس کی جھوٹی روایت کو جو خدا کے نبی داؤدؑ پر تہمت، افترا اور کذب بیانی پر مشتمل ہے، اہل کتاب کی کتابوں سے نقل کر کے اس کا ماخذ بھی بتایا ہے، لیکن مکتب خلفاء کے اماموں کے پیشوا حسن بصری نے اسے کسی ماخذ اور مدرک کے طرف اشارہ کئے بغیر روایت کیا ہے، حدیث گو، قصہ پرداز، زاہد، عابد اور گریہ کناں یزید بن ابان نے فریب کاری سے اسے انس کی طرف نسبت دی ہے اور کہا ہے: انس نے اسے رسول خداؐ سے سنا ہے۔

اس طرح کی تدلیس، فریب کاری، دھوکہ بازی اور اسرائیلی روایتوں کو صحابہ کی طرف نسبت دینا صرف اسی مورد میں منحصر نہیں ہے اور انہیں صحابہ سے مختص نہیں ہے اس جیسی اور اس سے بہت زیادہ روایات کی رسول خداؐ کے چچازاد بھائی عبد اللہ بن عباس کی طرف نسبت دی ہے، یہ ایسی روایتیں ہیں جن کی تحقیق اور تجزیہ تطبیقی بحثوں کا محتاج ہے اور تفسیر سیوطی، (الدر المنثور) کے آخری صفحہ کی طرف مراجعہ کرنے سے ان میں سے بعض موضوع ہمارے لئے واضح ہو جاتے ہیں۔

اس طرح جھوٹی خبروں کا سرچشمہ جس کی نسبت داؤدؑ کی طرف دی گئی توریت کے قصوں میں ملتا ہے اس طرح کی اسرائیلی روایات تدریجاً اور زمانے کے ساتھ ساتھ تفسیر قرآن سے مخلوط ہو گئیں۔ اور انہوں نے مسلمانوں کے اندر پیغمبر اکرم اور انبیاء کرام کی سیرت کے حوالہ سے غلط نظریات ایجاد کر دئے یہ حضرت داؤد کے اوریا کی بیوہ سے شادی کرنے کی جھوٹی داستان تھی جس کی نسبت اللہ کے نبی داؤدؑ کی طرف دی گئی ہے۔

---

(۱) تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۱۶۰، ۱۶۹، شمارہ ۷۱۴۳؛ وفیات الاعیان، ج ۴، ص ۳۴۰، اور ص ۳۴۲؛ تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۲۷۹، اور ص ۲۸۵؛ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۱۷۲، شمارہ ۸۷۴۱۔

آئندہ بحث میں زینب بنت جحش کے زید سے ازدواج اور اس کے بعد رسول اکرمؐ سے ازدواج کی صحیح داستان ذکر کریں گے۔

روایت میں پیغمبر اکرمؐ کا زینب سے شادی کرنا

آیہ" و تخفی فی نفسک" (تم دل میں کچھ چھپاتے ہو) کی تفسیر میں خازن کہتے ہیں: اس سلسلے میں صحیح ترین بات ایک روایت ہے جو سفیان بن عیینہ اور انہوں نے علی بن جدعان سے نقل کی ہے راوی علی بن جدعان نے کہا: زین العابدین علی بن الحسینؑ نے مجھ سے سوال کیا: حسن بصری اللہ کے اس کلام:

﴿و تخفی فی نفسك ما الله مبدیه و تخشی الناس والله احق ان تخشاه﴾

(دل میں کچھ پوشیدہ رکھتے ہو کہ جس کو خدا آشکار کر دیتا ہے؛ اور لوگوں سے ڈرتے ہو جبکہ خدا اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے)۔

کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا: جب زید رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں زینب کو طلاق دینے کا مصمم ارادہ رکھتا ہوں، پیغمبرؐ حیرت زدہ ہوئے اور فرمایا: اپنی بیوی کو طلاق نہ دو اور خدا سے ڈرو، علی بن الحسینؑ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے بلکہ خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کو آگاہ کر دیا تھا کہ زینب عنقریب پیغمبر کی بیویوں کے زمرہ میں شامل ہوں گی اور زید انہیں طلاق دے دیں گے، جب زید حضرت کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں تو حضرت نے فرمایا اسے اپنے پاس رکھو تب خداوند متعال نے پیغمبر کو سرزنش کی کہ کیوں تم نے کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو! میں نے تو تمہیں آگاہ کر دیا تھا کہ عنقریب وہ تمہاری بیویوں کی صف میں شامل ہو جائیگی؟!

خازن کہتا ہے:

یہ تفسیر پیغمبروں کی شان و منزلت کے اعتبار سے زیادہ مناسب اور سزاوار ہے اور قرآن کی صریحی آیات سے ہم آہنگ ہے۔

زینب کی شادی کی مفصل داستان پہلے زید سے، پھر پیغمبر اکرمؐ سے آیات و روایات میں اس طرح ہے:

الف۔ رسول خداؐ سے زینب کی شادی کے متعلق آیات:

﴿وما کان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من أمرهم

و من یعص الله و رسوله فقد ضل ضلالاً مبینا☆ و اذ تقول للذی انعم الله علیه و انعمت علیه امسك علیك زوجك و اتق الله و تخفی فی نفسك ما الله مبدیه و تخشی الناس و الله احق ان تخشاه فلما قضیٰ زید منها وطراً زوجنا کها لکی لا یکون علیٰ المومنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطرا و کان امر الله مفعولا☆ما کان علیٰ النبی من حرج فیما فرض الله له سنة الله فی الذین خلوا من قبل و کان امر الله قدرا مقدورا☆ الذین یبلغون رسالات الله و یخشونه و لا یخشون احداً الا الله و کفیٰ بالله حسیبا ☆ما کان محمد أبا أحد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبیین و کان الله بکل شیء علیماً﴾

کسی مرد اور عورت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کسی امر کو لازم سمجھیں تو وہ اپنا اختیار دکھلائے اور جو کوئی خدا اور رسول کی نافرمانی کرے تو وہ کھلی ضلالت و گمراہی میں ہے۔

اور جب وہ شخص جس کو خدا نے بھی نعمت سے نوازا اور تم نے بھی اس پر احسان کیا اس سے تم کہہ رہے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرو اور دل میں ایسی بات چھپائے رہے جس کو خدا نے آشکار کر دیا اور لوگوں سے خوفزدہ ہوئے جبکہ اس بات کا زیادہ حقدار خدا ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور جب زید نے اس عورت سے اپنی بے نیازی کا اظہار کیا تو ہم نے اسے تمہارے حبالہ عقد میں دیدیا تاکہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے جب وہ اپنی ضرورت پوری کر چکے (طلاق دیدے) تو شادی کرنے میں مومنین کو کسی دشواری اور مشکل کا سامنا نہ ہو؛ اور امر الٰہی بہر حال نافذ ہو کے رہتا ہے جو خدا نے معین کر دیا ہے اس میں پیغمبرؐ کے لئے کسی قسم کی کوئی دقت اور مشکل نہیں ہے، یہ اللہ کی سنت گزشتہ لوگوں سے متعلق بھی ثابت تھی اور حکم الٰہی حساب و کتاب کے مطابق ہے، وہ گزشتہ افراد پیغامات الٰہی کی تبلیغ کرتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے اور خدا کے علاوہ کسی سے خوف نہیں کھاتے تھے، اتنا ہی کافی ہے کہ خدا حساب لینے والا ہے۔(۱) پیغمبر تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور خدا ہر چیز سے آگاہ ہے۔

مکتب خلفاء کی روایات میں مذکورہ آیات کی تاویل

طبری نے اس آیت کی تاویل میں وہب بن منبہ سے روایت کی ہے: پیغمبر اکرمؐ نے اپنی پھوپھی زاد

---

(۱) احزاب ۳۶/ ۔۴۰

بہن زینب بنت جحش کی شادی زید بن حارثہ سے کردی، ایک دن رسول خداؐ زید کے سراغ میں جب ان کے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو اچانک ہوا چلی اور گھر کا پردہ اٹھ گیا، زینب جو اپنے کمرے میں کافی حجاب میں نہ تھیں نظر آ گئیں تو پیغمبرؐ کے دل میں ان کے حسن و جمال نے جگہ بنالی، یہ واقعہ جب پیش آیا...تو (یہاں تک کہ) زید رسول اکرمؐ کی خدمت میں آ کر کہنے لگے یا رسول اللہ! میں زینب سے الگ ہونا چاہتا ہوں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آیا اس کے بارے میں تمہیں کوئی شک و شبہ ہو گیا ہے؟ کہا: نہیں خدا کی قسم میں اس سے متعلق مشکوک نہیں ہوں اور اس سے خوبی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا ہے.........آخر حدیث تک (۱)

اس مضمون کی، حسن بصری سے بھی ایک روایت بیان ہوئی ہے کہ عنقریب (آیات کی تاویل کے میں اہل بیتؑ کی روایات کے ضمن میں) اسے بیان کریں گے۔

دونوں روایات کی چھان بین

الف۔ دونوں روایت کی سند: یہ دونوں ہی روایتیں وھب بن منبہ اور حسن بصری سے منقول ہیں، ہم ان دونوں کی شرح حال بیان کر چکے ہیں، اسکے علاوہ کہیں گے: دونوں ہی ''راوی'' رسول اکرمؐ کے سالوں بعد پیدا ہوئے ہیں پھر کس طرح رسول خداؐ کے زمانے کے واقعات اور حوادث بیان کرتے ہیں اور بغیر کسی مدرک اور ماخذ کے قطعی مسلمات کی طرح بیان کرتے ہیں؟!

ب۔ دونوں روایتوں کا: اصل نچوڑ یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اچانک زینب کے بے حجاب حسن و جمال کے دیدار سے حیرت زدہ ہو گئے اور دل میں زید کے طلاق دینے کے خواہشمند ہوئے لیکن اسے اپنے اندر مخفی رکھا۔

روایت کے بطلان کا بیان: زینب پیغمبر اکرمؐ کی پھوپھی زاد بہن تھی، حجاب کا حکم بھی پیغمبر اکرمؐ سے ازدواج کے بعد آیا ہے آنحضرتؐ نے اسے زید کے ساتھ ازدواج سے پہلے بارہا دیکھا تھا، لہٰذا جو ایسی بات کہتا ہے رسول خداؐ پر بہتان اور افترا پردازی کرتا ہے، صحیح خبر وہ ہے جسے ہم سیرت کی کتابوں سے ذکر کریں گے۔

---

(۱) تفسیر المیزان، طبع دار المعرفۃ بیروت، ج ۲۲ ص ۱۰۔ ۱۱

زید بن حارثہ کون ہیں؟

زید بن حارثہ کلبی کی بعض سرگزشت اس طرح ہے: زید زمانۂ جاہلیت میں اسیر ہوئے اور عرب کے بعض بازاروں میں انہیں بیچا گیا تو اسے خدیجہ کے لئے خرید لیا گیا۔

خدیجہ نے بعثت سے پہلے جبکہ وہ ۸ سال کے تھے رسول خدا کو بخش دیا، وہ پیغمبرؐ کے پاس پروان چڑھے اس کی خبر ان کے گھر والوں کو ملی تو ان کے باپ اور چچا انہیں آزاد کرانے کیلئے مکہ آئے اور پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اے عبد المطلب کے فرزند اور اے ہاشم کے فرزند! اے اپنی قوم کے آقا کے فرزند! ہم آپ کے پاس اپنے فرزند کو لینے کے لئے آئے ہیں ہم پر احسان کیجئے اور اس کا عوض لینے سے درگزر کیجئے! پیغمبر نے کہا کس کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ بولے: زید بن حارثہ کے متعلق، فرمایا: کیوں نہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں؟ بولے کیا کریں؟ فرمایا: اسے آواز دو اور اسے اپنے اختیار پر چھوڑ دو، اگر تمہیں اختیار کرلے تو تمہارا ہے اور اگر مجھے اختیار کرلے تو خدا کی قسم میں ایسا نہیں ہوں کہ اگر کوئی مجھے منتخب کرے تو میں کسی اور کو ترجیح دوں، بولے: یقیناً آپ تو حد انصاف سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں، آپ نے ہم پر مہربانی کی، رسول خداؐ نے زید کو آواز دی اور فرمایا: ان لوگوں کو پہچانتے ہو کہا: ہاں، یہ میرے والد اور وہ میرے چچا ہیں، فرمایا: میں بھی وہی ہوں جس کو پہچانتے ہو اور میری مصاحبت کو دیکھا ہے، ہم میں سے جس کا چاہو انتخاب کرلو، زید نے کہا: میں انہیں اختیار نہیں کرتا، میں ایسا نہیں ہوں کہ کسی اور کو آپ پر ترجیح دوں آپ میرے لئے باپ بھی ہیں اور چچا بھی، وہ سب بولے: تجھ پر وائے ہو اے زید! کیا تم غلامی کو آزادی اور اپنے باپ اور گھر والوں پر ترجیح دیتے ہو؟ کہا: ہاں، میں نے ان میں ایسی چیز دیکھی ہے کہ کبھی کسی کو ان پر ترجیح نہیں دے سکتا، جب رسول خداؐ نے ایسا دیکھا تو اسے بیت اللہ میں حجر کی طرف لے گئے اور فرمایا: اے حاضرین! گواہ رہنا کہ زید میرا بیٹا ہے وہ میری میراث پائے گا اور میں اس کی! جب زید کے باپ اور چچا نے یہ دیکھا تو مطمئن اور خوشحال واپس چلے گئے۔(۱)

اس واقعہ کے بعد زید پیغمبر اکرمؐ سے منسوب ہو گئے اور لوگ انہیں زید بن محمد کہنے لگے۔ پیغمبر نے اپنی مربیہ کنیز ''ام ایمن'' کو ان کی زوجیت میں دیدیا اس سے مکہ میں اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔(۲)

---

(۱) اسد الغابہ، ج ۲ ص ۲۲۷۔۲۲۴ (۲) اسد الغابہ ج ۷ ص ۳۰۳

یہ رسول خدا کے منھ بولے بیٹے زید کی داستان تھی، زینب سے پیغمبر کی شادی کا قصہ درج ذیل ہے۔

رسول خداؐ کی پھوپھی زاد بہن زینب کا زید سے شادی کرنا

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد کچھ صحابہ نے پیغمبرؐ کی پھوپھی زاد بہن زینب سے شادی کا پیغام دیا اس نے اپنے بھائی کو اس سلسلے میں مشورہ کرنے کے لئے رسول اکرمؐ کی خدمت میں بھیجا، پیغمبر نے فرمایا: جو اسے کتاب خدا اور اس کے پیغمبر کی سنت کی تعلیم دے اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

زینب نے پوچھا: وہ شخص کون ہے؟ جواب ملا: زید! زینب ناراض ہوئیں اور بولیں: آیا اپنی پھوپھی زاد بہن کو اپنے غلام کی زوجیت میں دیں گے؟ میں اس کے ساتھ شادی نہیں کروں گی! میں خاندانی لحاظ سے اس سے بہتر ہوں میں کنواری اور اپنی قوم میں بے شوہر ہوں۔ پھر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وما كان لمومن و لامومنة اذا قضى الله و رسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم و من يعص الله و رسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾

کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو حق نہیں ہے کہ اللہ اور رسول جب کسی چیز کا فیصلہ کردیں تو وہ اپنے اختیار کا مظاہرہ کرے اور جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

زینب نے جیسے ہی یہ آیت سنی راضی ہوگئیں، پیغمبر نے ان کو حبش کی رہنے والی سیاہ فام ام ایمن (مادر اسامہ بن زید) کے بعد زید کی زوجیت میں دیدیا، زینب زید پر اپنی فوقیت اور برتری جتاتیں اس پر سختی کرتیں اور اس سے بدسلوکی کرتی تھیں اور زبان سے اذیت دیتی تھیں، زید نے پیغمبر سے شکوہ کیا اور اس کوشش میں تھے کہ اسے طلاق دیدیں۔ خدا کی مرضی بھی یہی تھی کہ زید کے بعد زینب پیغمبر کی زوجیت میں آجائیں، تاکہ اس کے ذریعہ منھ بولے بیٹے کی رسم کو مسلمانوں کے درمیان سے ختم کردے اور وحی کے ذریعہ پیغمبر کو اطلاع بھی دے دی تھی، پیغمبر بھی اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی ہے بنابرایں وحی کے راز کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور زید سے فرمایا، خدا سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو! آخرکار زید اپنی بیوی زینب سے تنگ آگئے اور اسے طلاق دیدی اور جب عدۂ طلاق پورا ہوگیا تو یہ پوری آیتیں یکبارگی پیغمبر پر نازل ہوئیں اور واقعہ سے آگاہ کیا اور منھ بولے فرزند کے حکم کو شریعت اسلامیہ میں اس طرح بیان کیا:

﴿فلما قضیٰ زید منها وطراً زوجنا کها لکی لا یکون علیٰ المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم... ☆ ما کان محمد ابا أحد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبیین...﴾

جب زید نے اس عورت سے کنارہ کشی کی اور اپنی بے نیازی کا اظہار کیا تو ہم نے اسے تمہارے حبالۂ زوجیت میں دیدیا تاکہ مومنین کے درمیان منھ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرنے پر کوئی مشکل نہ پیدا ہو، محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔(۱)

خداوندسبحان دیگر مومنین کے بارے میں بھی فرماتا ہے:

﴿وما جعل ادعیائکم ابنائکم ذلکم قولکم بأفواهکم والله یقول الحق و هو یهدی السبیل☆ ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله فأن لم تعلموا آبائهم فإخوانکم فی الدین و موالیکم﴾

خداوند عالم نے تمہارے منھ بولے بیٹے کو تمہارا حقیقی فرزند قرار نہیں دیا ہے؛ یہ تمہاری اپنی گفتگو ہے جو منہ سے نکالتے ہو، لیکن خدا حق کہتا ہے اور وہی تمہیں راہ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے، انہیں ان کے آباء کے نام سے پکارو کہ یہ خدا کے نزدیک انصاف سے زیادہ قریب ہے اور اگر ان کے آباء کو نہیں پہچانتے تو یہ لوگ تمہارے برادران دینی اور دوست ہیں۔(۲)

ہم نے گزشتہ بحثوں میں ان آیات کے دونمونے پیش کئے ہیں جن کی تاویل میں علماء نے غلط فہمی کی ہے، اس غلط فہمی کا باعث بھی یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء پر افترا پردازی کرنے والی روایات پر اعتماد کیا، آئندہ بحث میں ہم ان آیات کو ذکر کریں گے جن کی تاویل میں بعض لوگوں نے (کسی روایت سے استناد کئے بغیر) غلط فہمی کی ہے۔

(۱)احزاب ۳۷۔۴۰(۲)احزاب ۵۔۴

ھ۔ جن آیات کی تاویل کے بارے میں غلط فہمی کے شکار ہوئے ہیں

۱۔ سورۂ طہٰ میں جہاں حضرت آدم کے عصیان کے بارے میں فرماتا ہے: **﴿وعصیٰ آدم ربه فغویٰ﴾** آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ ہلاکت طے کی۔ (۱)

۲۔ سورۂ انبیاء میں جہاں حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑنے کے بارے میں فرمایا: **﴿بل فعله کبیرهم﴾** بلکہ ان کے بڑے (بت) نے یہ کام انجام دیا ہے جبکہ توڑنے والے آپ ہی تھے، جیسا کہ خداوند سبحان فرماتا ہے:

﴿فجعلهم جذاذاً الا کبیراً لهم لعلهم الیه یرجعون ☆ قالوا من فعل هذا بآلهتنا انه لمن الظالمین ☆ قالوا سمعنا فتیً یذکرهم یقال له ابراهیم ☆ قالوا فأتوا به علیٰ أعین الناس لعلهم یشهدون ☆ قالوا أأنت فعلت هذا بآلهتنا یا ابراهیم ☆ قال بل فعله کبیرهم هذا فسئلوهم ان کانوا ینطقون ☆ فرجعوا الیٰ انفسهم فقالوا انکم انتم الظالمون ☆ ثم نکسوا علیٰ رؤوسهم لقد علمت ما هؤلآء ینطقون﴾

سرانجام سوائے بڑے بت کے تمام بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تا کہ شاید اس کی طرف لوٹ کر آئیں، ان لوگوں نے کہا: جس نے ہمارے خداؤں کے اتھ ایسا سلوک کیا ہے، یقیناً ستمگروں میں سے ہے، کہنے لگے: ایک نوجوان جسے ابراہیم کہتے ہیں سنا ہے کہ وہ بتوں کا تذکرہ کررہا تھا، لوگوں نے کہا: اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ لوگ گواہی دیں، انہوں نے کہا: اے ابراہیم! آیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟

جواب دیا: بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہے: ان سے سوال کرو! اگر وہ جواب دیں، وہ لوگ اپنے وجدان سے کام لیتے ہوئے بولے: یقیناً تم سب ستمگر ہو پھر سروں کو جھکا کر کہا کہ: تم خوب جانتے ہو کہ یہ بات نہیں کرسکتے۔

---

(۱) طہٰ ۱۲۱۔

۳۔خداوند عالم نے سورۂ یوسف میں خبر دی ہے کہ یوسفؑ کے کارگزار نے ان کے بھائیوں سے کہا: ﴿انکم لسارقون﴾ یقیناً تم لوگ چور ہو، جبکہ انہوں نے بادشاہ کا برتن نہیں چرایا تھا، کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية فی رحل أخيه ثم أذّن موذن ايتها العير انكم لسارقون☆ قالوا و اقبلوا عليهم ماذا تفقدون☆ قالوا نفقد صواع الملك و لمن جاء به حمل بعير و انا به زعيم☆ قالوا تالله لقد علمتم ما جئنا لنفسد فی الارض وما كنا سارقين، قالوا فما جزاؤه ان كنتم كاذبين☆ قالوا جزاؤه من وجد فی رحله فهو جزاؤه كذلك نجزی الظالمين☆ فبدأ بأوعيتهم قبل وعاء اخيه ثم استخرجها من وعاء أخيه كذلك كدنا ليوسف ما كان ليأخذ اخاه فی دين الملك الا ان يشاء الله نرفع درجات من نشاء و فوق كل ذی علم عليم☆ قالوا ان يسرق فقد سرق أخ له من قبل فأسرها يوسف فی نفسه و لم يبدها لهم قال انتم شر مكاناً و الله اعلم بما تصفون☆ قالوا يا ايها العزيز ان له اباً شيخاً كبيراً فخذ احدنا مكانه انا نراك من المحسنين﴾

اور جب ان کا سامان باندھ دیا، تو بادشاہ کا ایک (پانی پینے والا) ظرف ان کے بھائی کے سامان میں رکھ دیا؛ پھر آواز دینے والے نے آواز لگائی: اے قافلے والو تم لوگ چور ہو وہ لوگ اس کی طرف مڑے اور بولے: آخر تمھاری کیا چیز گم ہوگئی ہے، ملازمین نے کہا: بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا ہے اور جو اسے لے کر آئے گا اسے ایک اونٹ کا بار غلہ انعام ملے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں، ان لوگوں نے کہا: خدا کی قسم تم لوگ خوب جانتے ہو کہ ہم اس شہر میں فساد کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں؛ اور ہم چور نہیں ہیں انہوں نے کہا: اگر جھوٹے ثابت ہوئے تو سزا کیا ہے؟ کہا: جس کے سامان میں پیمانہ ملے خود وہی اس چوری کی سزا ہے ہم ستمگروں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں، اس نے ان کے بھائی کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے ان کے دوسرے بھائیوں کے سامانوں کی تلاشی لی، پھر اسے (پیمانہ کو) ان کے بھائی کے سامان سے باہر نکالا؛ اس طرح سے ہم نے یوسف کے لئے چارہ جوئی کی!

وہ اپنے بھائی کو بادشاہی آئین کے مطابق پکڑ نہیں سکتے تھے، مگر یہ کہ خدا چاہے! جس کے مرتبہ کو ہم چاہیں بلند کر دیں اور ہر صاحب علم سے برتر ایک عالم ہے۔

بولے: اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی۔ یوسف نے اس چیز کو اپنی اندر مخفی رکھا اور ان پر ظاہر نہیں کیا، فرمایا تم لوگ سب سے بدترین جگہ اور مقام کے حامل ہو اور جو تم بیان کر رہے ہو خدا اسے بہتر جانتا ہے: بولے: اے عزیز! اس کا ضعیف باپ ہے ہم میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ رکھ لیجئے، ہم تمہیں احسان کرنے والا گمان کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ خداوند عالم نے سورۂ انبیا میں بھی خبر دی ہے کہ ''ذا النون'' پیغمبر (یونس) نے اس طرح گمان کیا کہ خدا کبھی انہیں مشکل میں نہیں رکھے گا جیسا کہ وہاں فرمایا ہے:

﴿ وذاالنون اذ ذهب مغاضباً فظن ان لن نقدر عليه فنادیٰ فی الظلمات ان لا الٰه الا انت سبحانك إنی كنت من الظالمين☆ فاستجبنا له و نجيناه من الغم و كذلك ننجی المومنين﴾

اور ذالنون (یونس) جب غصہ سے گئے اور ایسا خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے تو تاریکیوں میں آواز دی: تیرا سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو منزہ ہے: میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں تھا ہم نے ان کی دعا قبول کی؛ اور غم واندوہ سے انہیں نجات دی اور ہم مومنین کو اس طرح نجات دیتے ہیں۔ (۲)

۵۔ خداوند عالم نے سورۂ فتح میں بھی خبر دی ہے کہ فتح مکہ کے بعد خاتم الانبیاء کے گزشتہ اور آئندہ گناہ بخش دیے گئے ہیں جہاں پر فرماتا ہے:

﴿انا فتحنا لك فتحاً مبينا☆ ليغفر لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر و يتم نعمته عليك و يهديك صراطاً مستقيماً☆ و ينصرك الله نصراً عزيزاً﴾

ہم نے تمہیں کھلی ہوئی کامیابی دی تا کہ خداوند عالم تمہارے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کو بخش دے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے اور راہِ راست کی ہدایت کرے اور تمہیں شکست ناپذیر فتح و کامیابی عنایت کرے۔ (۳)

یہ اور اس کے مانند آیات جن کی صحیح تاویل نہیں کر سکے اور ہم کلمات کی تفسیر اور بعض اصطلاحوں کی توضیح کے بعد ان کی چھان بین اور تحقیق کریں گے۔

---

(۱) یوسف ۸۰۔۷۸ (۲) انبیاء ۸۸۔۸۶ (۳) اعراف ۳۱

بعض کلموں اور اصطلاحوں کی تفسیر

اول۔ بحث کی اصطلاحوں کی تعریف

الف۔ خدا کے اوامر اور نواہی: بعض خدا کے اوامر اور نواہی ذاتی امور سے متعلق ہیں اور ان کی مخالفت کے آثار صرف اور صرف دنیاوی زندگی میں آشکار ہوتے ہیں اور اخروی زندگی سے متعلق نہیں ہوتے، جیسے:

﴿کلوا واشربوا ولا تسرفوا﴾ کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو۔(۱)

اسراف: کسی بھی کام میں حد سے تجاوز اور زیادہ روی کو کہتے ہیں جسے انسان انجام دیتا ہے، جیسے: پاکیزہ چیزوں کو زیادہ سے زیادہ کھانا پینا، انسان اس طرح کے اوامر و نواہی کی مخالفت کا اثر اپنی دنیاوی زندگی ہی میں دیکھ لیتا ہے اور اس کا ربط اس کی آخرت سے نہیں ہے اس طرح کے امر و نہی کو فقہی اصطلاح میں امر و نہی ارشادی کہتے ہیں۔

دوسرے اوامر و نواہی ایسے ہیں جن کا بجالانا واجب اور ترک حرام اور جس فعل سے روکا گیا ہے اس کے بجالانے کو ممنوع کہتے ہیں۔

اس طرح کے اوامر و نواہی کی مخالفت کے آثار روز آخرت سے مربوط اور عذاب کا باعث ہیں، انہیں فقہی اصطلاح میں امر و نہی مولوی کہتے ہیں، جیسے: نماز، روزہ اور حج کا وجوب یا جوا، شراب اور ربا وغیرہ کی حرمت۔

ب۔ ترک اولیٰ: انسان کے افعال کے درمیان جو وہ انجام دیتا ہے کچھ اس طرح کے ہیں کہ اگر ان کی ضد بجالاتا تو بہتر ہوتا، ایسے بہتر کے ترک کو "ترک اولیٰ" کہتے ہیں، جیسے اللہ کے نبیوں کے بعض افعال، جیسے آدم و موسیٰ علیہما السلام جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے انشاء اللہ آئندہ بحث میں آئے گا۔

ج۔ معصیت: معصیت اور عصیان، دونوں ہی اطاعت سے خارج ہونے اور فرمان کے انجام نہ دینے کو کہتے ہیں، عاصی یعنی نافرمان۔

---

(۱) فتح ۳۔۱

جملوں میں لفظ (امر) کبھی معصیت کے مشتقات کے ذکر کے بعد آتا ہے، جیسے یہ بات سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ اور خضرؑ کی داستان میں آئی ہے اور بہ زبان موسیٰ فرماتا ہے:

﴿ستجدنی ان شاء الله صابراً و لا اعصی لك "امرا"﴾

عنقریب مجھے خدا کی مرضی اور خواہش سے صابر پاؤ گے اور کسی امر میں تیرا مخالف اور نافرمان نہیں ہوں گا۔(۱)

اور جہنم کے کارندے، فرشتوں کی توصیف میں سورۂ تحریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿علیها ملائکة غلاظ شداد لا یعصون الله ماأمرهم و یفعلون ما یؤمرون﴾

جہنم پر سخت مزاج اور بے رحم فرشتے مقرر کئے گئے ہیں جو کبھی خدا کے ''امر'' کی مخالفت نہیں کرتے اور جس پر وہ مامور ہیں عمل کرتے ہیں۔(۲)

کلمہ اور لفظ امر بیشتر اوقات جملہ میں معنی واضح ہونے کی وجہ سے استعمال نہیں کیا جاتا ہے جیسے خدا کا کلام سورۂ طٰہٰ میں: ﴿و عصیٰ آدم ربه﴾ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی یعنی آدم نے ''امر'' پروردگار کی نافرمانی کی۔(۳)

کبھی کبھی نافرمان شخص کا نام بھی جملہ میں نہیں لایا جاتا جیسے فرعون کے بارے میں سورۂ نازعات میں آیا ہے: ﴿فکذب و عصی﴾ پس اس (فرعون) نے تکذیب کی اور نافرمانی کی۔

د۔ ذنب: ذنب کی حقیقت ہر اس کام کا اثر اور نتیجہ ہے کہ جو آئندہ انسان کو نقصان دیتا ہے۔ یہ اثر کبھی بعض دنیاوی امور سے مخصوص ہوتا ہے اور طاقتوروں کی طرف سے ہوتا ہے جو انسانوں کو نقصان پہنچانے کی قدرت اور توانائی رکھتے ہیں، جیسا کہ موسیٰ کی گفتگو میں خدا سے مناجات کے موقع پر سورۂ شعراء میں ذکر ہوا ہے۔

﴿و اذ نادیٰ ربك موسیٰ ان ائت القوم الظالمین☆ قوم فرعون الا یتقون☆ قال رب انی اخاف ان یکذبون☆ و یضیق صدری و لا ینطلق لسانی فأرسل الیٰ هرون☆ و لهم علیّ "ذنب" فاخاف ان یقتلون☆ قال کلا فاذهبا بآیاتنا انا معکم مستمعون﴾

جب تمہارے رب نے موسیٰ کو آواز دی کہ ظالم اور ستمگر قوم فرعون کی طرف جاؤ، آیا وہ لوگ پرہیز نہیں کرتے؟! موسیٰ نے عرض کی: پروردگارا! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے جھوٹا نہ کہیں اور میرا دل

(۱) کہف ۶۹ (۲) تحریم ۶ (۳) نازعات ۲۱

تنگ ہو جائے اور زبان گویائی سے عاجز ہو جائے لہٰذا یہ پیغام ہارون کے پاس بھیج دے ان کا میرے ذمہ ''ایک گناہ'' ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے مار نہ ڈالیں، فرمایا: ایسا نہیں ہے، تم دونوں ہی ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ، ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں۔(۱)

موسیٰ کا کام (گناہ) وہی قبطی شخص کو قتل کرنا تھا کہ جس کا ذکر سورۂ قصص کی آیات میں اس طرح آیا ہے:

﴿ ودخل المدينة علىٰ حين غفلة من اهلها فوجد فيها رجلين يقتتلان هذا من شيعته و هذا من عدوه فاستغاثه الذى من شيعته علىٰ الذى من عدوه فوكزه موسىٰ فقضىٰ عليه قال هذا من عمل الشيطان انه عدو مضل مبين☆ قال رب انى ظلمت نفسى فاغفرلى فغفر له انه هو الغفور الرحيم☆ قال رب بما انعمت على فلن اكون ظهيراً للمجرمين☆ فاصبح فى المدينة خائفاً يترقب فاذا الذى استنصره بالامس يستصرخه قال له موسىٰ انك لغوى مبين☆ فلما ان اراد ان يبطش بالذى هو عدو لهما قال يا موسىٰ اتريد ان تقتلنى كما قتلت نفساً بالامس ان تريد الا ان تكون جباراً فى الارض وما تريد ان تكون من المصلحين☆ و جاء رجل من اقصىٰ المدينة يسعىٰ قال يا موسىٰ ان الملأ يأتمرون بك ليقتلوك فاخرج انى لك من الناصحين☆ فخرج منها خائفاً يترقب قال رب نجنى من القوم الظالمين﴾(۲)

وہ جب اہل شہر غافل تھے شہر میں داخل ہو گئے، ناگہاں دو شخص کو آپس میں لڑتے جھگڑتے دیکھا؛ ایک ان کا پیرو تھا اور دوسرا دشمن، جو ان کا پیرو تھا اس نے دشمن کے مقابل ان سے نصرت طلب کی؛ موسیٰ نے ایک زبردست گھونسا اس کے سینہ پر مارا اور کام تمام کر دیا۔ اور کہا: یہ شیطان کے کام سے تھا جو کھلم کھلا دشمن اور گمراہ کرنے والا ہے پھر کہا: خدایا! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے مجھے معاف کر دے! خدا نے اسے معاف کر دیا کہ وہ بخشنے والا ہے عرض کیا: خدایا جو تو نے ہمیں نعمت دی ہے اس کے شکرانہ کے طور ر میں کبھی مجرموں کی حمایت نہیں کروں گا! موسیٰ شہر میں خوفزدہ اور چوکنا تھے کہ اچانک دیکھا کہ وہی شخص جس نے کل نصرت کی درخواست کی تھی آواز دے رہا ہے اور ان سے مدد مانگ رہا ہے موسیٰ نے اس سے کہا: یقیناً تم کھلم کھلا گمراہ انسان ہو اور جب چاہا کہ اس پر سختی کریں جو دونوں کا مشترکہ دشمن تھا تو اس نے کہا: اے موسیٰ! کیا مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو جس طرح سے کل ایک انسان کو قتل کر ڈالا ہے؟! کیا چاہتے ہو کہ تم زمین پر صرف جبار بن کر

(۱) شعراء/۱۰۔۱۵ (۲) قصص/۱۵۔

رہو اور مصلح بن کر رہنا نہیں چاہتے! اس اثناء میں شہر کے دور دراز علاقہ سے ایک مرد تیزی کے ساتھ آیا اور بولا اے موسیٰ قوم کے سردار تمہارے قتل کا پروگرام بنا رہے ہیں؛ باہر نکل جاؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں! موسیٰ خوفزدہ اور محتاط انداز میں شہر سے باہر نکل گئے اور کہا: خدایا! مجھے اس ظالم قوم سے نجات دے۔

حضرت موسیٰ کا کام جو کہ قبطی کا قتل تھا اس کا اثر اور نتیجہ یہی تھا کہ فرعونیوں نے ان کے قتل کا منصوبہ بنایا۔

خدا کے مولوی اوامر اور نواہی کی نافرمانی کے زیادہ تر آثار اور نتائج آخرت میں انسان کے دامن گیر ہوں گے کبھی دنیا و آخرت دونوں میں دامن گیر ہوتے ہیں اور وہ خدا کے مقابل گستاخانہ گناہ ہیں۔

دوسرے۔ بعض کلمات کی تشریح

۱۔ **ذالأید:** قدرت مند

۲۔ **اوّاب:** جیسے تواب، خدا کی طرف توجہ کرنے اور لوٹنے والا وہ بھی گناہوں کے ترک اور فرمان کی انجام دہی کے ساتھ۔

۳۔ **لا تشطط:** ظلم نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو، شطط کے مادہ سے، قضاوت میں ظلم و جور اور حد سے تجاوز کے معنی میں ہے۔

۴۔ **اکفلنیھا:** مجھے اس کا ولی اور سرپرست قرار دے اس کی نگہبانی اور حفاظت میرے حوالے کر دے۔

۵۔ **عزّنی فی الخطاب:** وہ گفتگو میں مجھ پر سختی سے پیش آیا ہے۔

۶۔ **الخلطاء:** دوستوں، پڑوسیوں اور شریکوں کے معنی میں ہے۔

۷۔ **ظن:** ظن وہ چیز ہے جو شواہد اور علامتوں سے حاصل ہوتا ہے، کبھی یقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے، جیسے "**وظن داؤد انما فتناہ**" داؤد نے یقین کیا کہ ہم نے اس کا امتحان لیا ہے اور کبھی ظن، یقین سے دور حدس اور وہم کی حد میں استعمال ہوتا ہے، جیسے **وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون** وہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں انہیں اسکا کوئی علم نہیں ہے بلکہ صرف حدس اور وہم کرتے ہیں۔

۸۔ **فتنّاہ:** ہم نے اسے مبتلا کیا، آزمایا

۹۔ **خرّ:** گر پڑا، **خرّ راکعا** یعنی رکوع میں گیا

۱۰۔اناب: توبہ وانابت کی اور خدا کی پناہ مانگی، ابراہیم علیہ السلام کو اس لحاظ سے منیب کہتے تھے کہ وہ اپنے امور میں خدا پر تکیہ کرتے اور اسی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

۱۱۔فغفرنا له :اس کی پوشش کی غافر اور غفور، چھپانے والا اور غفار مبالغہ کے لئے ہے، زرہ کا بعض حصہ جو ٹوپی کے نیچے رکھتے ہیں مغفر کہتے ہیں، اس لئے کہ سر اور گردن کو ڈھانک لیتا ہے، غفر الله ذنوبه ،یعنی: خداوند عالم نے اس کے گناہوں کو پوشیدہ کر دیا، یہ ڈھانکنا یا پوشیدہ کرنا، دینا اور آخرت میں گناہوں کے آثار کا مٹانا ہے۔

۱۲۔زلفی: قرب ومنزلت

۱۳۔مآب: سرانجام، اوب کا اسم زمان ومکان ہے (اوب یعنی بازگشت)

۱۴۔خلیفة: خلیفہ کے معنی کی تشریح گزر چکی ہے اس کا خلاصہ اس طرح ہے۔

خلیفۃ اللہ قرآن میں اس معنی میں جیسا کہ بعض نے کہا ہے، نوع انسان کی خلافت زمین پر نہیں ہے بلکہ مراد: یہ ہے کہ لوگوں کی ہدایت اور ان کے درمیان قضاوت کرنے کے لئے خدا کی طرف سے برگزیدہ امام اور پیشوا؛ جیسا خداوند متعال کی داؤد سے گفتگو سے واضح ہے:

﴿یا داود انا جعلنا ک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق﴾

اے داؤد! ہم نے تم کو روئے زمین پر جانشین اور خلیفہ بنایا لہٰذا لوگوں کے درمیان حق (انصاف) کے ساتھ قضاوت کرو۔

۱۵۔خیرة: اختیار اور انتخاب کا حق۔

۱۶۔وطر: اس اہم ضرورت اور احتیاج کو کہتے ہیں کہ جب اسے پورا کر دیتے ہیں تو کہتے ہیں: قضیٰ وطره اس کی ضرورت کو پورا کیا۔

۱۷۔ادعیائهم: ان سے منسوب لوگ، دعی: وہ شخص جس کو کسی قوم سے نسبت دیں اور وہ ان میں سے نہ ہو، اس کا بارز مصداق منھ بولا فرزند ہے۔

۱۸۔سنة الله: خدا کے اس نظام کو کہتے جو اس نے مخلوقات کے لئے معین ومقدر فرمایا ہے، "سنة الله فی الذین خلوا" اس خدائی فرمان اور شریعت کو کہتے ہیں جو اس نے گزشتہ انبیاء پر نازل کی۔

۱۹۔قدراً مقدوراً: جس کو تدبیر کے ذریعہ معین کیا جائے، قدر الله الرزق اللہ نے محدود اور کم

مقدار میں روزی قرار دی۔

۲۰۔جذاذ: ٹکڑے ٹکڑے اور ٹوٹا ہوا۔

۲۱۔فتیٰ: شاداب جوان، جو بھی تازہ جوان ہو اہو غلام اور کنیز کو بھی عطوفت، مہربانی اور دلجوئی کے عنوان سے فتیٰ کہا جاتا ہے نیز ہر جہت سے کامل مردوں کو بھی فتی کہا جاتا ہے، لیکن یہاں مراد نوجوان ہے۔

۲۲۔نکسوا: ذلت وخواری کے ساتھ ان کے سر جھکا دئے گئے۔

۲۳۔سقایۃ: پانی پینے والے کے ظرف کو کہتے ہیں کہ کبھی پیانہ کے کام بھی آتا ہے۔

۲۴۔عیر: بوجھ اٹھانے والے قافلے کو کہتے ہیں خواہ وہ مردوں کا ہو یا اونٹوں کا۔

۲۵۔صواع: پیانہ، وہی پانی پینے کا ظرف جو ابھی گزر چکا ہے۔

۲۶۔زعیم: ضامن اور کفیل کو کہتے ہیں۔

سوم۔ آیات کی تاویل

آیات کی تاویل بیان کرنے میں پہلے بعض موارد کی تاویل، اس کے لغوی معنی کی مناسبت سے کریں گے، اس کے بعد ائمہ اہل بیتؑ کی روایات کو ذکر کریں گے۔

زبان عرب میں الفاظ کے معنی کی مناسبت سے آیات کی تاویل

الف۔ بتوں کے توڑنے کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ کے کلام کی تاویل: حضرت ابراہیمؑ نے مشرکین سے فرمایا: ﴿**بل فعله کبیرهم هذا فاسئلوهم ان کانوا ینطقون**﴾ بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے انجام دیا ہے اگر یہ بول سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔ (۱)

حضرت ابراہیمؑ نے اس بیان سے توریہ کیا، کیونکہ ان کی بات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر بات کر سکتے ہیں تو ان کے بزرگ نے یہ کام کیا ہے، یہ معنی بعد کے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کہا: ﴿**لقد علمت ما هؤلاء ینطقون**﴾ تم خوب جانتے ہو کہ یہ بات نہیں کر سکتے۔ (۲)

ب۔ اس بات کی تاویل جو حضرت یوسفؑ کے بھائیوں سے کہی گئی: اس بات سے مراد کہ یوسف کے

---

(۱) انبیاء/ ۶۳ (۲) انبیاء/ ۶۵

بھائیوں کو چور کہا اور ان سے کہا: ﴿ایها العیر انکم لسارقون﴾ اے قافلہ والو! تم لوگ چور ہو، یہ تھا کہ انہوں نے پہلے یوسف کو ان کے باپ سے چرایا تھا۔

بادشاہ کے پیمانہ کے بارے میں بھی کہا: ﴿نفقد صواع الملک﴾ بادشاہ کا پیمانہ ہم نے گم کردیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ بادشاہ کا پیمانہ چوری ہوگیا ہے، اس بات میں بھی جیسا کہ ملاحظہ کر رہے ہیں تو ریہ ہوا ہے۔(۱)

ج۔ فتح کے بعد پیغمبر کی داستان: خداوند سورۂ فتح میں فرماتا ہے:

﴿انا فتحنا لک فتحاً مبینا☆ لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر و یتم نعمته علیك و یهدیك صراطا مستقیما☆ و ینصرك الله نصراً عزیزاً☆ هو الذی انزل السكینة فی قلوب المؤمنین...﴾

ہم نے تمہیں کھلی فتح دی، تا کہ خداوند عالم تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے اور راہ راست کی ہدایت کرے اور تمہیں کامیاب بنائے شکست ناپذیر کامیابی کے ساتھ وہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون واطمینان پیدا کیا ہے۔(۲)

کلمات کی تفسیر

ا۔ فتحنا: ہم نے کشادگی دی، فتح سے مراد یہاں پر صلح حدیبیہ ہے، خداوند عالم نے اس اعتبار سے فتح نام رکھا ہے کہ قریش کا اقتدار ختم ہوگیا وہ بھی اس طرح کہ اب پیغمبر سے دشمنی نہیں کر سکتے اور آنحضرتؐ سے جنگ کرنے کے لئے لشکر آمادہ نہیں کر سکتے، اس صلح کے بعد ہی پیغمبر نے مکہ پر فتح حاصل کی۔

۲۔ لیغفر: تا کہ پوشیدہ کرے، غفران لغت میں ڈھانکنے کے معنی میں۔

۳۔ ذنبک: تمہارے کام کا خمیازہ اور بھگتان، نتیجہ، راغب مفردات میں فرماتے ہیں: ذنب در حقیقت کسی چیز کے آخری حصہ کا پکڑنا ہے، "اذنبتہ" یعنی میں نے اس کا آخری حصہ پکڑ لیا، "ذنب" اس معنی میں ہر اس کام میں استعمال ہوتا ہے جس کا نتیجہ بھیانک اور انجام خطرناک ہوتا ہے، ذنب کی جمع ذنوب آتی ہے۔

آیت کی تاویل لغوی معنی کے مطابق

صلح حدیبیہ سے متعلق واقدی نے جو ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

(۱) یوسف ۷۰۔۷۲، مجمع البیان ج ۳، ص ۲۵۲۔ (۲) فتح ۱۔۴

حضرت عمر؛ حضرت رسول خداؐ کے پاس آ کر کہنے لگے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ کہا: تو پھر کیوں ہم اپنے دین میں ذلت ورسوائی کا سامنا کر رہے ہیں؟ رسول خداؐ نے فرمایا: میں خدا کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں لہٰذا کبھی اس کے فرمان کی مخالفت نہیں کروں گا اور وہ بھی کبھی ہمیں تباہ و برباد نہیں کرے گا، عمر نے رسول خداؐ کی بات نہیں مانی اور ابو بکر وابو عبیدہ سے گفتگو کرنے لگے ان دونوں نے بھی اس کا جواب دیا، انہوں نے اس واقعہ کے بعد کہا: جس دن میں شک و تردید میں تھا پیغمبر اکرمؐ سے اس طرح گفتگو کی کہ اس انداز میں کبھی ان سے ہمکلام نہیں ہوا تھا...(۱)

صلح حدیبیہ کے بعد سورۂ فتح نازل ہوا اور اعلان کیا کہ یہ صلح پیغمبر اور مسلمانوں کے لئے عین کامیابی ہے، جسے مشرکین نے پیغمبر کا گناہ شمار کیا ہے وہ عین صواب اور درستگی ہے، یعنی مشرکین کو سفیہ کہنا اور مکہ میں پیغمبر کا ان کے خداؤں پر اعتراض کرنا اور اس کے بعد جنگ بدر وغیرہ میں جو جنگ و جدال ہوئی سب کچھ حق اور خدا کی مرضی کے مطابق تھا۔ خداوند عالم نے مشرکین کے تمام خیالات کو اس صلح سے جو اتنی بڑی فتح و کامرانی ہے نابود اور فنا کر دیا اور اس سورہ میں خدا کی گفتگو کہ جس میں فرماتا ہے: ﴿ما تقدم من ذنبک وما تاخر﴾ آپ کے گزشتہ اور آئندہ گناہ، یہ ویسی ہی بات ہے جیسے حضرت موسیٰ کے قول کی حکایت سورہ شعراء میں کی ہے کہ فرمایا: ﴿ولھم علی ذنب فأخاف ان یقتلون﴾ ان کا میرے ذمہ گناہ ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں، یعنی میں ان کے خیال میں گناہ گار ہوں۔

اسی حد تک لغت کے مطابق آیات کی تاویل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور اب روایات کے مطابق ان کی تاویل کرتے ہیں۔

ائمہ اہل بیتؑ کی روایات میں آیات کی تاویل

صدوقؒ نے ذکر کیا ہے: عباسی خلیفہ مامون نے مذاہب اسلام کے صاحبان فکر و نظر نیز دیگر ادیان کے ماننے والے یہود، نصاریٰ، مجوس اور صابئین کو آٹھویں امام حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ سے بحث کرنے کے لئے جمع کیا، ان کے درمیان علی بن جہم جو اسلامی مذہب کا صاحب نظر شمار ہوتا تھا اس نے امامؑ سے سوال کیا اور کہا: اے فرزند رسول! کیا آپ لوگ انبیاء کو معصوم جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، کہا: پھر خداوند عالم کے اس کلام

(۱) مغازی واقدی ج ۲ ص ۶۰۶۔ ۶۰۷، ج ۳ ص ۱۹۰ سورۂ فتح کی تفسیر میں۔

کے بارے، میں کیا کہتے ہیں کہ فرماتا ہے: ﴿و عصی آدم ربہ فغوی﴾ آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور جزا سے محروم ہو گئے؟ (۱) اور یہ کلام جس میں فرماتا ہے: ﴿وذا النون اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ﴾ اور ذاالنون (یونس کہ) غضبناک چلے گئے اور اس طرح گمان کیا کہ ہم ان پر سختی نہیں کریں گے۔ (۲) اور یہ کلام کہ یوسف کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿ولقد ھمت بہ وھم بھا﴾ اس عورت نے یوسف کا اور یوسف نے اس عورت کا ارادہ کیا؟ (۳) اور جو داؤد کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿و ظن داود انما فتناہ﴾ اور داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے اسے مبتلا کیا؟ (۴) اور اپنے نبی محمدؐ کے بارے میں کہ فرمایا: ﴿و تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ و تخشی الناس و اللہ احق ان تخشاہ﴾ آپ دل میں ایک چیز پوشیدہ رکھتے تھے جبکہ خدا نے اسے آشکار کر دیا اور لوگوں سے خوفزدہ ہو رہے تھے جبکہ خدا اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے؟ (۵)

آپ ان آیات کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور اس کا کیا جواب دیتے ہیں:

امام علی بن موسیٰ الرضاؑ نے فرمایا: تم پر وائے ہو اے علی! خدا سے ڈرو اور برائی کی نسبت اللہ کے انبیاء کی طرف مت دو اور کتاب خدا کی اپنی ذاتی رائے سے تاویل نہ کرو۔ خداوند عزوجل فرماتا ہے: ﴿وما یعلم تاویلہ الا اللہ و الراسخون فی العلم﴾ خدا اور راسخون فی العلم کے علاوہ کوئی آیات کی تاویل کا علم نہیں رکھتا ہے۔ (۶)

لیکن جو خدا نے حضرت آدم کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وعصی آدم ربہ فغوی﴾ ایسا ہے کہ خدا نے آدم کی تخلیق کی تاکہ زمین پر اس کی طرف سے جانشین اور خلیفہ ہوں، انہیں اس بہشت کے لئے خلق نہیں کیا تھا، آدم کی نافرمانی اس بہشت میں تھی نہ کہ اس زمین پر اور وہ اس لئے تھی کہ تقدیر الٰہی انجام پائے، وہ جب زمین پر آئے اور خدا کے جانشین اور اس کی حجت بن گئے تو عصمت کے مالک ہو گئے، کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: ﴿ان اللہ اصطفی آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین﴾ خدا نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو عالمین پر فوقیت دی۔ (۷)

لیکن جو اس نے حضرت یونس کے بارے میں فرمایا ہے:

---

(۱) طہ/۱۲۱ (۲) انبیاء/۸۷ (۳) یوسف/۲۴ (۴) ص/۲۴

(۵) احزاب/۳۷ (۶) آل عمران/۷ (۷) آل عمران/۳۳

﴿و ذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیه﴾

اس کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا کہ انہوں نے خیال کرلیا تھا کہ خدا ان کے رزق کو تنگ نہیں کرسکتا، کیا تم نے خدا کا یہ کلام نہیں سنا ہے کہ فرمایا: ﴿و اما اذا ما ابتلاه فقدر علیه رزقه﴾ لیکن جب انسان کا امتحان لیتا ہے تو اس کے رزق کو کم کردیتا ہے؟(۱) یعنی اسے تنگی معیشت میں مبتلا کردیتا ہے، اگر یونسؑ واقعی طور پر ایسا خیال کرتے کہ وہ اس پر قدرت اور قابو نہیں رکھتا ہے تو وہ کافر ہو گئے ہوتے۔

رہی خدا کی گفتگو حضرت یوسفؑ کے بارے میں کہ فرمایا ہے: ﴿ولقد همت وهم بها﴾ اس عورت نے یوسف کا اور یوسف نے اس عورت کا قصد کیا یعنی اس عورت نے گناہ کا قصد کیا اور یوسف نے اس کے قتل کا اگر مجبور کرتی تو، چونکہ عظیم مخمصہ میں پڑ گئے تھے تو خدا نے اس عورت کے قتل اور فحشاء سے دور کردیا۔

جیسا کہ فرمایا: ﴿کذلک لنصرف عنه السوء و الفحشاء﴾ ہم نے ایسا کیا تاکہ بدی یعنی قتل اور فحشاء یعنی زنا کو ان (یوسف) سے دور کریں۔

لیکن داؤد کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں؟ علی بن جہم نے کہا: کہتے ہیں: داؤد محراب عبادت میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابلیس خوبصورت ترین اور خوشنما پرندہ کی شکل میں ظاہر ہوا انہوں نے نماز توڑ دی اور پرندے کو پکڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے پرندہ گھر میں داخل ہو گیا انہوں نے پیچھا کیا اڑ کر چھت پر بیٹھ گیا اس کے چکر میں اوپر گئے، پرندہ اوریا بن حنان کے گھر میں داخل ہو گیا نظروں سے تعاقب کیا اچانک ''اوریا'' کی بیوی پر غسل کی حالت میں نظر پڑ گئی جب اس پر نظر پڑی دلباختہ اور فریفتہ ہو گئے ایسا اس وقت ہوا جب کہ اوریا کو اس سے پہلے کسی جنگ میں بھیج چکے تھے پھر لشکر کے کمانڈر کو لکھا کہ اوریا کو لشکر کی پہلی صف اور محاذ کے مدمقابل رکھنا اوریا پہلی صف میں جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو گیا اور مشرکوں پر فتح حاصل کی تو یہ فتح داؤد پر بہت گراں گزری، دوبارہ خط لکھا کہ اوریا کو تابوت کے آگے آگے جنگ کے لئے روانہ کرو ''اوریا'' (خدا اس پر رحمت نازل کرے) مار دیا گیا اور داؤد نے اس کی بیوی سے شادی رچالی، امامؑ نے یہ باتیں سن کر اپنا منھ پیٹ لیا اور کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون یقیناً تم نے خدا کے نبی پر یہاں تک کہ تہمت لگائی اور افترا پردازی سے کام لیا، کہ انہوں نے نماز میں لاپرواہی برتی اور پرندہ کے چکر میں پڑ گئے اور برائی

(۱) فجر/۱۶

میں ملوث ہو گئے اور بے گناہ کے قتل کا اقدام کیا!! علی بن جہم نے پوچھا: اے فرزند رسول! پھر حضرت داؤد کی خطا کیا تھی؟ امامؑ نے فرمایا: تم پر وائے ہو! داؤد کا گناہ صرف یہ تھا کہ انہوں نے خیال کر لیا تھا خدا نے ان سے زیادہ عاقل و دانا مخلوق پیدا نہیں کی ہے، خداوند عالم نے دو فرشتوں کو بھیجا وہ دونوں تا کہ ان کی محراب عبادت میں داخل ہوئے اور کہا:

﴿خصمان بغی بعضنا علیٰ بعض فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط و اهدنا الیٰ سواء الصراط ☆ ان هذا اخی له تسع و تسعون نعجة و لی نعجة واحدة فقال اکفلنیها و عزنی فی الخطاب﴾

ہم دو آدمی شاکی ہیں کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر ظلم کیا ہے؛ اس وقت ہمارے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں اور ظلم وستم روا نہ رکھیں اور ہمیں راہ راست کی ہدایت کریں! یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ۹۹ بھیڑیں ہیں اور میرے پاس ایک ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس ایک کو بھی میں اسے دیدوں اور یہ گفتگو میں مجھ پر غالب آ گیا ہے۔(۱)

داؤد نے (ع) مدعی علیہ کے برخلاف قضاوت کرنے میں عجلت سے کام لیا اور کہا: **﴿لقد ظلمک بسوال نعجتک الیٰ نعاجه﴾** یقیناً اس نے تم سے بھیڑ کا سوال کر کے تم پر ظلم کیا ہے اور مدعی سے اس کے دعویٰ پر دلیل اور بینہ طلب نہیں کیا اور مدعی علیہ کی طرف توجہ نہیں کی کہ اس سے بھی پوچھتے: تم کیا کہتے ہو؟ یہ داود کی خطا قضاوت میں تھی نہ کہ وہ چیز جس کے تم لوگ قائل ہوئے ہو۔

کیا خداوند عالم کا کلام تم نے نہیں سنا کہ فرماتا ہے: **﴿انا جعلناک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق﴾** اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ قرار دیا لہٰذا لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ قضاوت کرو۔(۲)

علی بن جہم کہتا ہے: میں نے کہا: اے فرزند رسول خداؐ پھر "اوریا" کی داستان کیا ہے؟ امام رضاؑ نے فرمایا: داؤدؑ کے زمانہ میں عورتوں کا حال یہ تھا کہ اگر ان کا شوہر مرجاتا تھا یا قتل کر دیا جاتا تھا تو وہ کبھی شوہر نہیں کرتی تھیں، یہ سب سے پہلے آدمی ہیں جن کے لئے خداوند عالم نے روا رکھا کہ اس عورت سے شادی کریں جس کا شوہر مارا گیا تھا یہ وہ چیز ہے جو لوگوں کو "اوریا" کے بارے میں گراں گزری۔(۳)

(۱) ص ۲۲-۲۳ (۲) ص ۲۶ (۳) بحار ج ۱۱ ص ۷۳-۷۴ نقل از امالی صدوق و عیون اخبار الرضاؑ۔

داستان جناب داؤدؑ کے سلسلہ میں حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ایک مخصوص روایت کہ آپ نے فرمایا: اگر کسی کو میرے پاس لایا جائے اور وہ یہ کہے کہ داؤدؑ نے ''اوریا'' کی بیوی سے شادی کی ہے تو میں اس کو دوہری حد لگاؤں گا ایک حد نبوت کی خاطر اور ایک حد مقام اسلام کی خاطر یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ اوریا کی شہادت سے پہلے داؤد نے اس کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔(۱)

اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں: جو بھی قصہ گو لوگوں کی طرح داؤد کی داستان روایت کرے گا تو میں اس کو ایک سو ساٹھ تازیانے لگاؤں گا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ حد انبیاء پر افترا پردازی کی ہے(۲)

صدوقؒ نے اسی طرح کی روایت امام جعفر صادقؑ سے بھی ذکر کی ہے:

آٹھویں امام علی بن موسیٰ الرضاؑ سے ایک دوسری روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت داؤدؑ کے زمانے میں عورتوں کا حال یہ تھا کہ اگر ان کا شوہر مر جاتا یا قتل ہو جاتا تھا؛ تو اس کے بعد شادی نہیں کرتی تھیں اور کسی کی زوجیت قبول نہیں کرتی تھیں اور سب سے پہلا شخص جس کے لئے خدا نے یہ روا رکھا اور جائز کیا وہ داؤدؑ تھے کہ ایک ایسی عورت سے شادی کریں جس کا شوہر مر گیا تھا، انہوں نے ''اوریا'' کے انتقال اور عدۂ وفات تمام ہونے کے بعد اس کی بیوی سے شادی کی، یہ چیز ہے جو اوریا کے مرنے کے بعد لوگوں پر گراں گزری۔(۳)

مولف کہتے ہیں: اگر کہا جائے کہ جو آپ نے روایت ذکر کی ہے اور جو علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے دونوں میں منافات ہے، اس روایت کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت داؤد محراب عبادت میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک پرندہ آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور اس نے انہیں اس درجہ حیرت میں ڈال دیا کہ انہوں نے نماز ترک کر دی اور اس کو پکڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، پرندہ اڑ کر وہاں سے داؤد اور ''اوریا'' کے گھر کے درمیان واقع دیوار پر بیٹھ گیا، داؤد اوریا کو محاذ جنگ پر بھیج چکے تھے، داؤد دیوار کے اوپر چڑھے تاکہ اسے پکڑ لیں اچانک ایک عورت کو غسل کرتے دیکھا جب اس عورت نے ان کا سایہ دیکھا اپنے بالوں کو پریشان کر کے اپنے جسم کو چھپا لیا داؤد اس کے گرویدہ ہو گئے اور اس کے بعد اپنی محراب عبادت میں لوٹ آئے اور لشکر کے کمانڈر کو لکھا کہ فلاں جگہ اور فلاں مقام کی طرف جائے اور تابوت کو اپنے اور دشمن کے درمیان قرار دے اور اوریا کو تابوت کے آگے

(۱) تفسیر آیہ: مجمع البیان، نور الثقلین، تنزیہ الانبیاء، (۲) تفسیر خازن ۴/۳۵، تفسیر رازی ۲۲/۱۹۲، نور الثقلین ۴/۶

(۳) بحار ۱۴/۲۴، نور الثقلین ۴/۴۴۶، نقل از عیون اخبار الرضا

بھیجے، اس نے ایسا ہی کیا اور اوریا قتل کردیا گیا وغیرہ۔ (۱)

تو ہم جواب دیں گے: اس روایت کو راوی نے مکتب خلفاء میں وارد متعدد روایتوں سے جمع اور تلفیق کی ہے اور اپنے خیال سے اس پر اضافہ کیا ہے، پھر امام صادقؑ کے بقول روایت کیا ہے، ابھی ہم اس روایت کے متن کی تحقیق اور بررسی سند کی جانب اشارہ کئے بغیر کرتے ہیں۔

۱۔ امام صادقؑ نے خود ہم سے فرمایا: دو ایسی حدیثیں جو آپس میں معارض ہوں ان میں سے جو عامہ (سنی) کے موافق ہو اسے چھوڑ دو اور اس پر اعتماد نہ کرو۔ (۲)

۲۔ اوریا کی داستان سے متعلق امام جعفر صادقؑ سے ہم تک ایک روایت پہنچی ہے کہ جب حضرت سے سوال کیا گیا:

لوگ جو کچھ حضرت داؤدؑ اور اوریا کی بیوی کے متعلق کہتے ہیں اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

فرمایا: یہ وہی چیز ہے جو عامہ (مکتب خلفاء کے ماننے والے) کہتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ اس حدیث کی تصریح کرتے ہیں کہ لوگوں کی داؤد اور ''اوریا'' کی بیوی سے متعلق باتوں کا سرچشمہ عامہ ہیں، یعنی مکتب خلفاء کے پیرو ہیں لہٰذا یہ بات یقینی طور پر ان کے مکتب سے مکتب اہل بیتؑ کی کتابوں میں داخل ہوگئی ہے اور ہم ان روایات کو اپنی جگہ پر ''روایات منتقلہ'' یعنی مکتب خلفاء سے نقل ہو کر مکتب اہل بیتؑ میں آنے والی روایات کا نام دیتے ہیں۔ (۳)

اگر اس روایت کا ماخذ و مدرک کتب تفاسیر اور تاریخ میں تلاش کریں (۴) تو سمجھ لیں گے کہ اس روایت کو راویوں نے رسول خداؐ سے نقل نہیں کیا ہے اور یہ نہیں کہا ہے کہ اسے رسول خداؐ نے فرمایا ہے، جز ایک روایت کے کہ سیوطی نے مورد بحث آیت کی تفسیر کے ذیل میں یزید رقاشی سے اور اس نے انس سے روایت کی ہے اور ہم نے اس کے باطل ہونے کو اس بحث کے آغاز میں واضح کردیا ہے۔

رہی زید اور زینب کی داستان، رسول اکرمؐ نے زینب کی زید سے شادی کر کے دور جاہلیت کے نسبی برابری کے قانون اور خاندانی وقبائلی تفریق کو توڑ دیا اور اس کو اسلامی مساوات کے قانون میں تبدیل کردیا،

---

(۱) بحار ۱۴/۲۳، از تفسیر قمی (۵۶۲۔۵۶۵) اس کا تتمہ اسرائیلیات نامی کتاب اور اس کا اثر تفسیر کی کتابوں میں طبع اول، بیروت، ص ۲۳۳، میں ملاحظہ کریں۔ (۲) کتاب معالم المدرستین، ج ۳، ص ۳۳۶۔ (۳) بحث ''روایات منتقلہ'' جلد دوم، ''القرآن الکریم و روایات المدرستین'' ملاحظہ ہو۔ (۴) آیت کی تفسیر کے بارے میں تفسیر طبری، قرطبی، ابن کثیر اور سیوطی ملاحظہ ہو۔

آنحضرتؐ اس عظیم توفیق کے بعد خدا کی طرف سے مامور ہوئے کہ زید کی مطلقہ سے شادی کر کے منہ بولے بیٹے کے قانون کو بھی توڑیں جو کہ زمانہ جاہلیت کا مشہور اصول تصور کیا جاتا تھا اور پیغمبرؐ کا یہ کام جناب داؤد کے کام سے بہت مشابہ ہے کہ انہوں نے اوریا کی بیوی سے شادی کر کے جاہلیت کے قانون کو توڑ کر اسلامی قوانین میں تبدیلکر دیا تمام انبیاء کرام احکام اسلامی کے اجراء کرنے میں ایسے ہی ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے قانون ربا (سود) کو باطل کرنے اور ''اعراب جاہلی کے خون بہا'' کے قانون کو توڑنے میں بھی ایسا ہی کیا اور اپنے چچا عباس کے ربا کے عنوان سے حاصل شدہ منافع کو مردود شمار کیا اور اپنے چچازاد بھائی ربیعہ کے خون کے ضائع (عدم قصاص) ہونے کا اعلان حجۃ الوداع کے موقعہ پر کیا۔ (۱)

یہ داؤد نبی کی ''اوریا'' کی بیوہ سے شادی اور حضرت خاتم الانبیاء کی منہ بولے بیٹے زید کی مطلقہ بیوی زینب سے شادی کا نچوڑ اور خلاصہ تھا، لیکن افسوس یہ ہے کہ اسرائیلی روایتیں انبیاء کی داستانوں کی تاویل میں اور جعلی روایات اس کے علاوہ دوسری چیزوں کی تاویل میں بعض کتب تفسیر اسلام اور تحقیقی مآخذ میں محققین کی صحیح رائے اور درست نظر کے لئے مانع بن گئی ہیں اور حق کو باطل اور باطل کو حق بنا دیا ہے۔ یہ روایات خاص کر اس وجہ سے مشہور ہوگئیں اور اسلامی سماج کے متوسط طبقہ میں رائج ہوگئیں تا کہ بعض حاکم گروہ کے جنایات کی توجیہ ہو سکے جو کہ شہوت پرستی اور ہوس رانی میں اپنی مثال آپ تھے جس طرح کہ بڑے بڑے گناہوں کا معاویہ اور یزید بن معاویہ اور اس جیسے مروانی خلفاء سے صدور اس بات کا باعث بنا کہ عامہ انبیاء اور اللہ کے رسولوں کی طرف بھی گناہوں کی نسبت دینے لگے اور ان سے عصمت کو سلب کر لیا اور قرآنی آیات کی ان کے حق میں اس طرح تاویل کی کہ بعض خلفاء پر کوئی اشکال اور اعتراض نہ ہو۔

الٰہی مبلغین کے صفات کی تحقیق اور اس بحث کے خاتمہ کے بعد مناسب ہے کہ آئندہ بحث میں اپنے زمانہ کے ان کی طاغوتوں اور سرکش دولت مندوں سے ان کی جنگ اور مبارزہ کی روش کے متعلق تحقیق کریں۔

(۱) سیرہ ابن ہشام طبع مصر ۱۳۵۵ھ، ۴/۲۷۵ رسول خداؐ نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا: (... ہر قسم کا ربا اور سود اٹھالیا گیا ہے لیکن اصل سرمایہ تمہاری ملکیت ہے نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ ہی کسی کے ظلم کا شکار ہو خدا کا حکم یہ ہے کہ کوئی ربا نہ ہو، نیز عباس بن عبد المطلب کا ربا سارے کا سارا اٹھالیا گیا ہے اور تمام جاہلیت کا خون بھی سب سے پہلا خون جو تمہاری گردن سے اٹھاتا ہوں وہ ہمارے چچازاد بھائی ربیعہ بن حرث بن عبد المطلب کے بیٹے کا ہے (ربیعہ کا بیٹا رضاعت کے زمانہ میں قبیلۂ بنی لیث میں تھا جسے قبیلۂ ہذیل نے مار ڈالا تھا)۔

۸

انبیاء علیہم السلام کے مبارزے

ربوبیت کے سلسلے میں انبیاء علیہم السلام کے مبارزے

ادیان آسمانی کی تاریخ بتاتی ہے کہ اکثر جباروں اور ستمگروں کی نزاع اور کشمکش کا محور جو انبیاء کے مقابلے میں آتے تھے" خدا کی ربوبیت" اور اس کی پروردگاری تھی نہ کہ" خالقیت" کیونکہ بیشتر قومیں اس بات کا عقیدہ رکھتی تھیں کہ" اللہ" تمام موجودات کا خالق ہے اگر چہ کبھی اس کا دوسرا نام رکھ دیتے تھے، جیسے یہود کہ" اللہ" کو" یہوہ" کہتے تھے جیسا کہ خداوند عالم نے ان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے:

۱۔﴿ولئن سألتهم من خلق السمٰوات و الارض ليقولن الله﴾

اور اگر ان سے سوال کروگے کہ زمین وآسمان کو کس نے خلق کیا ہے تو وہ کہیں گے: اللہ نے! (۱)

۲۔﴿ ولئن سألتهم من خلق السمٰوات و الارض ليقولن خلقهن العزيز العليم﴾

اور اگر ان سے سوال کروگے کہ زمین وآسمان کو کس نے خلق کیا ہے تو وہ کہیں گے: قادر اور دانا خدا نے اسے خلق کیا ہے۔ (۲)

۳۔﴿ولئن سألتهم من خلقهم ليقولن الله فانىٰ يؤفكون﴾

اگر ان سے سوال کروگے کہ ان کو کس نے خلق کیا ہے تو وہ کہیں گے: اللہ نے! پھر کس طرح اس سے منحرف ہو جاتے ہیں؟ (۳)

ہم اس بحث کو فرعون سے موسیٰ کلیمؑ کے مبارزہ سے شروع کرتے ہیں کیونکہ اسمیں تصادم اور مبارزہ کے تمام پہلو مکمل طور پر واضح ہیں۔

موسیٰ کلیم اللہ اور فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے زمانے کے طاغوت فرعون کی داستان قرآن کریم میں بار بار ذکر

---

(۱) لقمان ۲۵ (۲) زخرف ۹ (۳) زخرف ۸۷

ہوئی ہے، منجملہ ان کے سورۂ نازعات میں ہے: فرعون نے آیات الٰہی کو دیکھنے اور حضرت موسیٰ کے اس پر حجت تمام کرنے کے بعد مصر کے ایک عظیم گروہ کو اکٹھا کیا اور ان کے درمیان آواز لگائی:

﴿انا ربکم الاعلیٰ﴾ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔(۱)

فرعون اپنے اس نعرہ سے درحقیقت یہ کہنا چاہتا ہے: مثال کے طور پر اگر پالتو پرندہ ایک پالنے والا رکھتا ہے جو اس کا مالک ہوتا ہے، جو اسے کھانا، پانی دیتا ہے، نیز اس کی زندگی کے لئے نظام حیات مرتب کرتا ہے تو میں فرعون بھی تمہاری نسبت اسی طرح ہوں وہ کہتا ہے: **﴿الیس لی ملك مصر و هذه الانهار تجری من تحتی﴾** کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے اور کیا یہ نہریں میرے حکم کے تحت جاری نہیں ہوئی ہیں؟(۲)

فرعون اس وقت پورے مصر اور اس کے اطراف اور متعلقات کا مالک تھا، اس لحاظ سے اس نے خیال کیا کہ مصریوں کو غذا وہ دیتا ہے، وہ ہے جو سب کی ضرورتوں کو برطرف کرتا ہے اور ان کی امداد کرتا ہے، لہٰذا، وہ ان کا مربی اور پرورش کرنے والا ہے ان کا نظام حیات اس کی طرف سے معین ہونا چاہئے اور جو قانون بنائے۔مثال کے طور پر۔ کہ تمام بنی اسرائیل، اہل مصر کے خادم رہیں گے، یہ وہی دین اور شریعت ہے کہ جس پر عمل کرنا واجب ہے۔فرعون کے قول کا مطلب اس فقرے سے: **﴿انا ربکم الاعلیٰ﴾** یہی ہے اس نے اپنے کلام میں زمین وآسمان نیز تمام موجودات کو خلق کرنے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

لیکن موسیٰ کلیم اللہ اس سے کیا کہتے ہیں؟ اور ان کی اور ان کے بھائی ہارون کی رسالت، فرعون کو اللہ کا پیغام پہنچانے میں کیا تھی؟ خداوند عالم نے ان دونوں موضوع سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوتے فرمایا:

﴿اذهبا الیٰ فرعون انه طغیٰ...فأتیاه فقولا انا رسولا ربك فأرسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبهم قد جئناك بآیة من ربك﴾

فرعون کی طرف جاؤ اس لئے کہ وہ سرکش ہو گیا ہے...اس کے پاس جاؤ اور کہو: ہم تیرے رب کے فرستادہ ہیں، لہٰذا بنی اسرئیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں عذاب نہ دے، ہم تیرے پروردگار کی طرف سے روشن علامت کے ساتھ آئے ہیں۔(۳)

---

(۱)نازعات۲۴ (۲)زخرف/۵۱ (۳)طہ/۴۷-۴۳

خداوند عالم اس آیت میں فرماتا ہے: اے موسیٰ اور اے ہارون! فرعون کے پاس جاؤ اور کہو ہم دونوں تیرے رب کے فرستادہ ہیں جس نے تجھے خلق کیا اور تیری پرورش کی ہے اور کمال تک پہنچایا ہے، اس سے کہو: اے فرعون تو ''اپنے ادعاء ربوبیت'' میں خطا کا شکار ہے! ہم اپنی بات کی صداقت اور حقانیت پر تیرے رب کی طرف سے اپنے ہمراہ روشن دلیل لیکر آئے ہیں۔

لیکن فرعون حضرت موسیٰ سے خدا کی آیات اور نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد جنگ و جدال اور بحث و مباحثہ پر اتر آیا اور بولا: اگر تم میری ربوبیت کے قائل نہیں ہو اور کہتے ہو ''ربوبیت'' میرے علاوہ کسی اور کا حق ہے اور ہمیں چاہئے کہ نظام حیات اسی سے حاصل کریں تو، یہ ''رب'' جس کے بارے میں تمہارا دعویٰ ہے وہ کون ہے؟

﴿فمن ربکما یا موسیٰ﴾ (۱) اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟

قرآن کریم نے یہاں پر موسیٰ کے ذریعہ جو فرعون کا جواب نقل کیا نہایت ہی ایجاز اور اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ربنا الذی اعطیٰ کل شیء خلقه ثم هدی﴾ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر موجود کو اس کے تمام لوازمات سمیت خلق کیا، پھر اس کے بعد ہدایت کی۔ (۲)

یعنی تمام چیز کی تخلیق بکمالہ و تمامہ انجام دی ہے، خداوند عالم سورہ ''اعلیٰ'' میں اس تمامیت کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''فسوّی'' اس نے مرتب اور منظم کیا۔ یعنی اسے ہدایت پذیری کے لئے آمادہ کیا پھر ''قدر فهدی'' اس نے اندازہ گیری کی اور ہدایت کی۔ (۳)

یعنی ہر مخلوق کو اس کی فطرت اور ذات کے تناسب اور مناسب اندازہ کے ساتھ پیدا کیا اور ہدایت کی اور تمام خلق میں آدمیوں کی پیغمبروں کے ذریعہ ہدایت کی۔

فرعون اس بات پر آمادہ ہوا کہ موسیٰ کے اس استدلال میں شک و شبہہ ڈال دے اس نے کہا: ﴿فما بال القرون الاولیٰ﴾ پھر گزشتہ نسلوں کی تکلیف کیا ہوگی؟ (۴)

یعنی اگر تمہارا رب لوگوں کو پیغمبروں کے ذریعہ اس نظام کی طرف ہدایت کرتا ہے جو اس نے ان کے لئے مقرر کیا ہے تو اس پروردگار نے گزشتہ نسلوں کو کس طرح ہدایت کی ہے؟ جو رسول ان کی طرف مبعوث ہوئے ہیں وہ کون ہیں؟ ان کے دستورات اور شرائع کیا تھے؟

---

(۱) طہ/۴۹ (۲) طہ/۵۰ (۳) سورۂ اعلیٰ/۲ اور ۳ (۴) طہ/۵۱

موسیٰؑ نے کہا:

﴿علمها عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسیٰ﴾

اس کا علم میرے رب کے پاس، ایک محفوظ کتاب میں ہے میرا رب کبھی گمراہ نہیں ہوتا اور نہ ہی فراموش کرتا ہے۔(۱)

یعنی ان زمانوں کا علم پروردگار کے نزدیک ایک کتاب میں مکتوب ہے وہ کبھی گمراہی اور فراموشی کا شکار نہیں ہوتا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے پروردگار کے صفات اور خصوصیات بیان کرنا شروع کئے اور کہا:

﴿الذی جعل لکم الارض مهداً و سلك لکم فیها سبلاً و انزل من السماء ماءً فأخرجنا به ازواجاً من نباتٍ شتی ☆ کلوا وارعوا انعامکم ان فی ذلك لآیاتٍ لأولی النهی﴾

وہی خدا جس نے زمین کو تمہارے آسائش کی جگہ قرار دی اور اس میں تمہارے لئے راستے ایجاد کئے اور آسمان سے پانی نازل کیا، پس ہم نے اس سے انواع واقسام کی سبزیاں اگائیں، کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو اس میں چراؤ، یقیناً اس میں اہل عقل کے لئے روشن نشانیاں ہیں۔(۲)

قرآن کریم نے اس سلسلے میں موسیٰؑ اور فرعون کے سوال و جواب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے فرعون! تو جو کہتا ہے:

﴿الیس لی ملك مصر و هذه الأنهار تجری من تحتی﴾(۳)

تو اور تیرے دربار کے تمام حاشیہ نشین اور درباری لوگ یہ جان لیں: تیرا پروردگار وہی خالق ہے جس نے زمین کو خلق کیا اور اپنی ''ربوبیت'' کے تقاضا کے مطابق اسے انسان کی آسائش کے لئے گہوارہ قرار دیا اور اس میں راستے پیدا کئے وہ زمین جس کا ایک جز ملک مصر بھی ہے اور آسمان سے بارش نازل کی کہ اس سے نہریں وجود میں آئیں اور نیل بھی انہیں میں سے ایک ہے نیز اسی پانی کے ذریعہ انواع واقسام کے نباتات پیدا کئے تا کہ انسان اور حیوانات کے لئے خوراک ہو۔

جب فرعون حضرت موسیٰؑ کی اس منطق کے سامنے عاجز اور بے بس ہو گیا تو اس نے دوبارہ شبہ ایجاد کرنے کی ٹھان لی کہ حضرت موسیٰؑ کے ادلہ و براہین کو تحت الشعاع میں قرار دیدے، خداوند عالم اس کے اور

(۱) طہ/۵۲ (۲) طہ/۵۳۔۵۴ (۳) زخرف/۵۱

اس کے موقف کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿ولقد اریناہ آیاتنا کلھا﴾ یقیناً ہم نے اسے اپنی تمام نشانیاں دکھادیں۔(۱)

یعنی جب ہماری عام نشانیوں اور ان خاص الخاص نشانیوں کو جو موسیٰ نے اسے دکھایا فکذب و ابیٰ تو اس نے تکذیب کی اور انکار کرتے ہوئے بولا:

﴿اجئتنا لتخرجنا من ارضنا بسحرك یا موسیٰ ☆ فلنأتینك بسحر مثله فاجعل بیننا و بینك موعداً لا نخلفه نحن و لا انت مکاناً سویٰ﴾

اے موسیٰ تم اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہماری سرزمینوں سے اپنے سحر کے ذریعہ نکال باہر کرو؟ یقیناً ہم بھی اسی طرح کے سحر کا مظاہرہ کریں گے، تو اب ہمارے اور اپنے درمیان کوئی تاریخ معین کردو کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کے خلاف نہ کرے وہ بھی ایسی جگہ جو سب کے لحاظ سے مساوی ہو۔(۲)

موسیٰ قوم بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے، وہ لوگ سرزمین مصر میں عالم غربت میں غلامی کی زندگی گزار رہے تھے اور فرعون اپنی اس بات سے کہ: تم آئے ہو کہ ہمیں ہماری سرزمینوں سے نکال باہر کردو؟ اپنے گردوپیش، سرکش حوالی وموالی کو ان کے خلاف بھڑکانا چاہ رہا تھا اور خدا کی آیات اور نشانیوں (عصا اور ید بیضا) میں اپنی اس بات سے کہ یہ سب کچھ سحر وجادو ہے شبہ ایجاد کرنا چاہ رہا تھا، کیونکہ سرزمین مصر میں سحر کا رواج تھا اور بہت سارے جادوگر فرعون کے پیروکار تھے۔

سحر، ایک خیالی اور وہمی ایک بے حقیقت شیٔ ہے جو انسان کے حواس اور نگاہوں کو دھوکہ دیتا ہے جس طرح کبھی انسان کا احساس دھوکہ کھا جاتا ہے اور اپنے خیال میں غیر واقعی چیز کو واقعی سمجھ لیتا ہے جبکہ اس کا وجود حقیقی نہیں ہوتا لیکن جناب موسیٰ کے ہمراہ قدرت خدا کی نشانیاں تھیں وہ بھی ایسی قدرت کے ہمراہ جس نے آگ کو حضرت ابراہیمؑ پر گلزار بنادیا اور انہیں سلامتی عطا کی، عام لوگ حق و باطل، نیک و بد اور خیال و واقع (حقیقت) کے درمیان تمیز کرنے کی قوت وصلاحیت نہیں رکھتے، اس کے علاوہ کبھی کبھی کثرت اور زیادتی غالب آجاتی ہے لہٰذا فرعون نے بھی لوگوں کے حالات دیکھتے ہوئے اور اپنے پرفریب جادوگروں کی قوت کے بل پر موسیٰ کا مقابلہ کیا اور کہا: یقیناً ہم بھی تمہاری طرح سحر کا مظاہرہ کریں گے اور ابھی ہم دونوں کے درمیان اس کی تاریخ معین ہو جائے کہ اس تاریخ سے کوئی پیچھے نہ ہٹے وہ بھی ایک مساوی اور برابر جگہ پر (کھلے میدان میں)۔

(۱) طہ/۵۶ (۲) طہ/۵۸،۵۷.

فرعون اپنی قدرت اور برتری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے موسیٰ کے مقابلے میں آ گیا اور تاریخ کا تعین موسیٰ کے ذمہ چھوڑ دیا، موسیٰ نے قبول کیا اور وقت معینہ کو ایسے دن رکھا جس دن سارے لوگ عید مناتے ہیں اور کھلے میدان میں اجتماع کرتے ہیں اور کہا: موعدکم یوم الزینة و ان یحشر الناس ضحیٰ ہمارے اور تمہارے مقابلہ کا وقت زینت اور عید کا دن ہے اس شرط کے ساتھ کہ سارے لوگ دن کی روشنی میں جمع ہو جائیں۔ ضحیٰ اس وقت کو کہتے ہیں جب آفتاب اوپر چلا جاتا ہے۔ اور اس کی شعاع پھیل جاتی ہے ﴿فتولی فرعون فجمع کیده﴾ فرعون مجلس ترک کر کے واپس چلا گیا اور مکر و حیلہ کی جمع آوری میں لگ گیا۔(۱)

موسیٰ کلیم اللہ اور فرعون کا دوسرا مقابلہ سورۂ شعراء میں بیان ہوا ہے خداوند سبحان فرعون کی طرف موسیٰ اور ہارون کو بھیجنے اور ان کے مقابلہ کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فأتیا فرعون فقولا انا رسول رب العالمین☆ قال فرعون و ما رب العالمین☆ قال رب السموات والارض وما بینهما ان کنتم موقنین☆ قال لمن حوله الا تستمعون☆ قال ربکم و رب آبائکم الاولین☆ قال ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون☆ قال رب المشرق و المغرب وما بینهما ان کنتم تعلقون﴾

فرعون کی طرف جاؤ اور کہو! ہم پروردگار عالم کے فرستادہ ہیں.. فرعون نے کہا: پروردگار عالم کون ہے؟ موسیٰ نے کہا: زمین اور آسمان اور ان کے مابین موجود ہر چیز کا پروردگار، اگر اہل یقین ہو تو، فرعون نے اپنے گرد وپیش کے لوگوں سے کہا: کیا تم لوگ نہیں سن رہے ہو؟ موسیٰ نے کہا: وہ تمہارا اور تمھارے گزشتہ آباء واجداد کا پروردگار ہے، فرعون نے کہا: جو پیغمبر تمہاری طرف مبعوث ہوا ہے وہ یقیناً دیوانہ ہے۔ موسیٰ نے کہا: وہ مشرق و مغرب نیز ان کے مابین کا پروردگار ہے اگر اپنی عقل وفکر کا استعمال کرو۔(۲)

جب فرعون نے موسیٰ سے دلیل اور نشانی کا مطالبہ کیا اور حضرت موسیٰ کے عصا اور ید بیضا کو دیکھا تو اپنے اطراف والوں سے کہا:

﴿ان هذا لساحر علیم☆ یرید ان یخرجکم من ارضکم بسحره فماذا تأمرون، قالوا ارجه و اخاه و ابعث فی المدائن حاشرین☆ یأتوك بکل سحار علیم☆ فجمع السحرة لمیقات یوم معلوم☆ و قیل للناس هل أنتم مجتمعون☆ لعلنا نتبع السحرة ان کانوا هم

(۱) طٰہٰ/۵۹۔۶۰ (۲) شعراء/۱۶۔۲۸

الغالبین☆ فلما جاء السحرة قالوا لفرعون ائن لنا لأجراً ان کنا نحن الغالبین☆ قال نعم و انك اذا لمن المقربین☆ قال لهم موسیٰ ألقوا ما انتم ملقون☆ فالقوا حبالهم و عصیهم و قالوا بعزة فرعون انا لنحن الغالبون﴾

یہ آگاہ اور ماہر ساحر ہے وہ اپنے جادو کے ذریعہ تمہیں تمہاری سرزمینوں سے نکال باہر کرنا چاہتا ہے۔ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ بولے: اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور مامورین ہر شہر کی طرف روانہ کئے جائیں تا کہ ہر ماہر اور آگاہ ساحر کو لاسکیں آخرکار روز موعود پر تمام جادوگر اکٹھا ہو گئے اور لوگوں سے کہا گیا: کیا تم لوگ بھی اکٹھا ہو گے تا کہ اگر جادوگر کامیاب ہو جائیں تو ہم ان کی پیروی کریں؟! جب جادوگر آئے تو فرعون سے بولے: اگر ہم کامیاب ہو گئے تو کیا ہمیں اجر ملے گا؟ کہا: ہاں اور ایسی صورت میں تم لوگ مقرب بارگاہ بن جاؤ گے۔ موسیٰ نے ساحروں سے کہا: جو ڈالنا چاہتے وہ زمین پر ڈال دو، ان لوگوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال کر کہا: فرعون کی عزت کی قسم یقیناً ہم لوگ کامیاب ہیں۔(۱)

سورۂ اعراف سحر کی کیفیت اور اس کی لوگوں پر تاثیر کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿فلما ألقوا سحروا أعین الناس و استرهبوهم و جاء وا بسحر عظیم☆ و أوحینا الیٰ موسیٰ ان الق عصاك فاذا هی تلقف ما یأفکون ☆ فوقع الحق و بطل ما کانوا یعملون☆ فغلبوا هنالك وانقلبوا صاغرین☆ و القی السحرة ساجدین☆ قالوا آمنا برب العالمین☆ رب موسیٰ و هارون☆ قال فرعون آمنتم به قبل ان آذن لکم ان هذا لمکر مکرتموه فی المدینة لتخرجوا منها اهلها فسوف تعلمون☆ لأقطعن أیدیکم و أرجلکم من خلاف ثم لأصلبنکم اجمعین☆ قالوا انا الیٰ ربنا منقلبون☆ وما تنقم منا الا ان آمنا بآیات ربنا لما جائتنا ربنا افرغ علینا صبراً و توفنا مسلمین﴾

جب ان لوگوں نے اپنے سحر کے اسباب و وسائل زمین پر ڈال دیئے، لوگوں کی نگاہیں باندھ دیں اور ڈرایا اور بہت بڑا جادو ظاہر کیا تو ہم نے موسیٰ کو وحی کی:

اپنا عصا ڈال دو اچانک اس عصا نے ان کے وسائل کو نگل لیا! نتیجہ یہ ہوا کہ حق ثابت ہو گیا اور ان کا کاروبار باطل ہو گیا وہ سب مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہو گئے، اور جادوگر سجدے میں گر پڑے اور

(۱) شعراء/۳۴۔

بولے: ہم پروردگار عالم پر ایمان لائے؛ یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب، پر فرعون نے کہا: کیا تم میری اجازت سے پہلے اس پر ایمان لے آؤ گے؟ یقیناً یہ ایک سازش ہے جو تم نے شہر میں کی ہے تا کہ یہاں کے رہنے والوں کو باہر کر دو لیکن عنقریب جان لو گے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں خلاف سمتوں سے قطع کروں گا (کسی کا داہنا ہاتھ تو بایاں پیر اور کسی کا بایاں پیر تو داہنا ہاتھ)؛ پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا، جادوگروں نے کہا: ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جائیں گے تمہارا انتقام لینا ہم سے صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے رب کی آیتوں پر کہ جو ہمارے پاس آئیں ایمان لے آئے، خدایا! ہمیں صبر اور استقامت عطا کر اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں موت دینا۔

سورۂ شعراء میں فرماتا ہے: ﴿انه لکبیر کم الذی علمکم السحر﴾ یقیناً وہ تمہارا بزرگ اور استاد ہے جس نے تمھیں سحر کی تعلیم دی ہے۔

گزشتہ آیات میں ذکر ہوا ہے کہ: فرعون نے اہل مصر سے کہا: ﴿ انا ربکم الاعلیٰ ﴾ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، موسیٰ کو وحی ہوئی کہ فرعون سے کہو: ﴿انا رسولا ربک..و جئنا بآیة من ربک﴾ ہم تمہارے رب کے فرستادہ ہیں...ہم اس کے پاس سے تمہارے لئے نشانی لیکر آئے ہیں۔

فرعون نے کہا: ﴿فمن ربکما یا موسیٰ﴾ تمہارا رب کون ہے اے موسیٰ!

موسیٰ نے کہا: ﴿ربنا الذی اعطیٰ کل شیء خلقه ثم هدی﴾ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر موجود کو اس کی خلقت کی ہر لازمی چیز کے ساتھ وجود بخشا اور اس کے بعد ہدایت کی۔

اس کے اس سوال کے جواب میں کہ گزشتہ نسلوں کی تکلیف پھر کیا ہوگی؟ کہا: اس کا علم ہمارے پروردگار کے پاس ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے آرام و آسائش کی جگہ قرار دی...، خداوند عالم ایک دوسرے موقع پر موسیٰ و ہارون سے فرماتا ہے: فرعون سے کہو: ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں۔

فرعون نے کہا: رب العالمین کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا: زمین، آسمان اور ان کے مابین موجود چیزوں کا رب۔

تمہارا اور تمہارے گزشتہ آباء اجداد کا رب، مشرق و مغرب اور ان کے درمیان کا رب ہے۔

لیکن ان کے جادوگروں نے جب عصا کا معجزہ دیکھا اور یہ دیکھا کہ جو کچھ انھوں نے غیر واقعی اور جھوٹ دکھایا تھا سب کو نگل گیا، تو بے ساختہ کہنے لگے: ﴿آمنا برب العالمین، رب موسیٰ و

ھارون﴾ ہم رب العالمین پر ایمان لائے رب موسیٰ وہارون پر۔

اور فرعون کے جواب میں کہ جب اس نے کہا: تمہارے ہاتھ پاؤں خلاف سمتوں سے قطع کروں گا تو ان لوگوں نے کہا:

﴿لاضیر اِنا الیٰ ربنا منقلبون ☆وما تنقم منا الا ان آمنا بآیات ربنا لما جائتنا ربنا افرغ علینا صبراً و توفنا مسلمین﴾

کوئی بات نہیں ہے ہم اپنے رب کی طرف لوٹ جائیں گے، تم ہم سے صرف اس وجہ سے انتقام لے رہے ہو کہ ہم اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لائے ہیں جب وہ ہمارے پاس آئیں، خدایا! ہمیں صبر و استقامت عطا کر اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں موت دے۔

قرآن کریم میں مذکورہ بیان سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے: موسیٰ و ہارون کی بحث اور معرکہ آرائی فرعون اور اس کے سرکش و باغی طرفداروں کیساتھ بارہا تکرار ہوئی، جیسا کہ خدا کی آیتیں اور نشانیاں بھی متعدد تھیں: طوفان، ٹڈیوں کی کثرت، پیڑ پودوں کی آفت، مینڈک اور خون اور یہ بھی ہے کہ تمام نزاع ربوبیت کے بارے میں تھی لہٰذا موسیٰ و ہارون نے اس سے کہا: ہمارا اور تمہارا رب وہی عالمین کا پالنے والا ہے، جو زمین و آسمان اور اس کے مابین کا رب ہے نیز گزشتہ نسلوں کا رب ہے، مشرق و مغرب اور ان کے ما بین کا رب ہے نیز تمہارے گزشتہ آباء و اجداد کا رب ہے۔

اور کہا: سب کا رب ایک ہی ہے اور وہ وہ ہے جس نے ہر موجود کو اس کے تمام لوازم خلقت کے ساتھ خلق کیا پھر اس نے ہدایت کی، اور یہ کہ: اس کے جادوگروں نے سمجھا کہ ان کا سحر خیالی اور موہوم شیٔ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس کے آثار وقتی ہیں۔ لکڑیاں اور رسیاں جو کہ میدان میں سانپ کی طرح لہرا رہی ہیں اور بل کھا رہی ہیں وہ اپنی پرانی حالت پر واپس آکر لکڑی اور رسی ہی رہ جائیں گی لیکن عصا کے معجزہ نے سب کو نگل لیا اور کوئی اصل اور فرع باقی نہیں رہ گئی، یہ عصا کے خالق رب العالمین کے علاوہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے، لہٰذا کہا: ہم رب العالمین یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے، اس پروردگار پر جس نے دونوں کو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔

ابراہیمؑ کی جنگ توحید ”الوہیت اور ربوبیت“ سے متعلق

حضرت موسیٰؑ کلیم کے زمانے سے صدیوں پہلے حضرت ابراہیم خلیل نے اپنے زمانے کے انواع و اقسام شرک سے مقابلہ کیا کہ منجملہ یہ ہیں:

الف۔توحید الوہیت کے بارے میں مبارزہ

خداوند عالم نے سورۂ انبیاء، شعراء اور صافات میں توحید الوہیت کے بارے میں ابراہیم کی اپنی قوم سے نزاع کا تذکرہ کیا ہے اور ہر ایک میں اس کی کچھ کچھ داستان بیان کی ہے۔

ابراہیمؑ نے محکم دلائل سے ان کے اعتقادات کو باطل کیا اور ان کے بتوں کو توڑ ڈالا جس کے نتیجہ میں انہیں آگ میں ڈال دیا گیا، پھر خداوند عالم نے آگ کو ان پر سرد کر کے انہیں سلامتی عطا کی ہم اس کے متعلق تفصیلی بیان سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف ”توحید الوہیت“ کے بارے میں جو کچھ تحقیق ہے بیان کریں گے۔

جب مشرکوں نے اپنے بتوں کو ٹوٹا پھوٹا اور بکھرا ہوا دیکھا تو ابراہیمؑ کو حاضر کر کے ان سے کہا:

﴿ءأنت فعلت هذا بآلهتنا يا ابراهيم☆ قال بل فعله كبيرهم هذا فاسألوهم ان كانوا ينطقون﴾

آیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے اے ابراہیم! ابراہیم نے کہا: بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے، ان سے پوچھو اگر بول سکیں۔(۱)

یعنی اگر ان میں نطق کی صلاحیت ہے تو خود ان سے دریافت کرلو: ان کے بڑے نے کیا ہے یا کسی اور نے؟ اور چونکہ بت بات نہیں کرسکتے یقیناً ان کے بڑے نے نہیں توڑا ہے۔

اسی طرح خداوند عالم خبر دیتا ہے: ابراہیمؑ نے ان لوگوں کے ساتھ بھی مبارزہ کیا جنھوں نے ستاروں کو اپنا رب سمجھ لیا تھا لیکن ان کے نزدیک معنی و مفہوم کیا تھا اس سے ہمیں آگاہ نہیں کرتا ہم مشرکوں کے اخبار میں صرف اس بات کو درک کرتے ہیں کہ، ان میں سے بعض ”رب“ اور ”الہ“ کو الگ الگ نہیں جانتے تھے جیسا کہ اس سے پہلے ہم بیان کرچکے ہیں کہ انبیاء اور پیغمبروں نے ہمیشہ اپنی امت کے مشرکین سے ”توحید

(۱) انبیاء/۶۲۔۶۳

ربوبیت" کے بارے میں مبارزہ کیا ہے۔

خداوند عالم سورۂ انعام میں حضرت ابراہیمؑ کے، ستارہ پرستوں سے مبارزہ کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿و کذلك نری ابراهیم ملکوت السموات و الارض و لیکون من الموقنین☆ فلما جن علیه الیل رای کوکباً قال هذا ربی فلما افل قال لا احب الآفلین☆ فلما رأ ی القمر بازغاً قال هذا ربی فلما افل قال لئن لم یهدنی ربی لأکونن من القوم الضالین☆ فلما رای الشمس بازغة قال هذا ربی هذا اکبر فلما افلت قال یا قوم انی بریٌ مما تشرکون☆ انی وجهت وجهی للذی فطر السموات و الارض حنیفاً و ما أنا من المشرکین☆ و حاجه قومه قال اتحاجونی فی الله و قد هدانِ و لا اخاف ما تشرکون به الا ان یشاء ربی شیئاً وسع ربی کل شیء علماً افلا تتذکرون﴾

اوراس طرح ابراہیم کو زمین وآسمان کے ملکوت کی نشاندہی کرائی تاکہ اہل یقین میں سے ہو جائیں جب شب کی تاریکی آئی تو ایک ستارہ دیکھا، کہا: یہ میرا رب ہے؟ اور جب ڈوب گیا تو کہا: میں ڈوبنے والے کو دوست نہیں رکھتا اور جب افق پر درخشاں چاند کو دیکھا تو کہا: "یہ میرا رب ہے"؟ اور جب ڈوب گیا، کہا: اگر میرا رب میری ہدایت نہ کرتا تو یقینی طور پر میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا۔ اور جب سورج کو دیکھا کہ افق پر تاباں ہے، کہا: یہ میرا خدا ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے اور جب ڈوب گیا، کہا: اے میری قوم! جس کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو میں اس سے بیزار ہوں۔

میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے زمین وآسمان کو خلق کیا ہے میں اپنے ایمان میں خالص ہوں نیز مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ کی قوم ان سے جھگڑنے کے لئے آمادہ ہوگئی، کہا: کیا تم مجھ سے خدا کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو؟ جبکہ خدا نے میری ہدایت کی اور جس کو تم لوگوں نے اس کا شریک قرار دیا ہے میں اس سے نہیں ڈرتا، مگر یہ کہ ہمارا رب ہم سے کوئی مطالبہ کرے کہ ہمارے رب کا علم تمام چیزوں پر محیط ہے تم لوگ نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟!(۱)

حضرت ابراہیمؑ خلیل اپنی قوم کے ستارہ پرستوں کی زبان میں ان سے بات کرتے ہیں اور وہ لوگ رب

(۱) انعام/ ۸۰۔۸۵

کے جو معنی سمجھتے ہیں اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں آپ کا یہ کہنا: یہ میرا رب ہے: یہ تو ریہ اور استفہام انکاری کے عنوان سے ہے یعنی کیا یہ میرا خدا ہے؟ (یعنی میرا خدا یہ نہیں ہے) جس طرح انہوں نے بتوں کو توڑا تو توریہ کیا تھا اور بت پرستوں کے جواب میں کہا تھا: بلکہ ان کے بزرگ نے یہ کام کیا ہے!

ب۔ حضرت ابراہیمؑ کا جہاد توحید ربوبیت کے بارے میں تربیت اجسام کے معنی میں: گزشتہ زمانے میں بہت سارے انسانوں کا عقیدہ تھا کہ، ستارے ہماری دنیا میں اور جو کچھ اس میں ہے انسان، حیوانات اور نباتات پر اثر چھوڑتے ہیں۔

بارش ان کی مرضی کے مطابق ہے برسے یا نہ برسے، سعادت، شقاوت، تنگدستی اور آسائش، سلامت اور مرض انسانی سماج میں انہیں کی بدولت ہے موت کا کم وبیش ہونا انسان وحیوانات اور نباتات میں ان کی وجہ سے ہے، محبت اور نفرت کا وجود آدمیوں کے درمیان یا آدمی کی محبت کا دوسروں کے دل میں ڈالنا اور جو کچھ ان امور کے مانند ہے ستاروں کی بدولت ہے اس لئے بعض عبادی مراسم ان کے لئے انجام دیتے تھے اور مراسم کی فضا کو عود وعنبر، خوشبو اور عطر اور گلاب سے بساتے اور معطر کرتے تھے نیز دعائیں پڑھتے تھے اور ان سے دفع شر اور جلب خیر کی امیدیں لگاتے تھے ان میں سے بعض کو سکا کی سے منسوب ایک نوشتہ پر میں نے دیکھا ہے کہ جس میں اقسام وانواع کے طلسم، دعائیں اور مناجات بعض ستاروں کے لئے جیسے: زہرہ، مریخ وغیرہ کیلئے تھے کہ کبھی انہیں ''رب'' کے نام سے مخاطب قرار دیا ہے، لیکن یہ تالیف سکا کی کی ہے، یہ ہم پر ثابت نہیں ہے، ندیم نے بھی صابئین سے متعلق بعض خبروں میں اپنی فہرست میں، نویں مقالہ کے ذیل میں بعض صابئ قوموں کے بارے میں فرمایا ہے: 'وہ لوگ بعض ستاروں کی پوجا کرتے تھے اور ان کے لئے بعض مخصوص مراسم انجام دیتے تھے۔

ابراہیمؑ نے اس گروہ کی کہ جن سے ستارے، چاند اور خورشید کے بارے میں گفتگو کی ہے راہنمائی کی اور ''ھذا ربي'' کہہ کران کے طلوع کے وقت اور ''لا أحب الآفلین'' بوقت غروب کہہ کران کی فکری بنیاد کو ڈھادیا اور آخر میں ﴿إني وجهت وجهي للذی فطر السموات والأرض﴾ کہہ کرانہیں راہِ راست دکھائی ہے۔

ج۔ حضرت ابراہیمؑ کا جہاد ''توحید رب'' کے سلسلے میں نظام کائنات کے مدبر کے معنی میں خداوند عالم اس جہاد کی سورۂ بقرہ میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿الم تر الیٰ الذی حاج ابراھیم فی ربه ان آتاہ اللہ الملك اذ قال ابراھیم ربی الذی یحیی و یمیت قال انا احیی و امیت قال ابراھیم فإن اللہ یأتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر۔۔۔﴾

کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنے پروردگار کے بارے میں حضرت ابراہیم سے کٹ حجتی کی کہ اسے خدا نے ملک عطا کیا تھا، جب ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ شخص ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے۔ اس نے کہا: میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں! ابراہیم نے کہا: خداوند عالم مشرق سے سورج نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال دے! وہ کافر مبہوت اور بے بس ہو گیا۔ (۱)

حضرت خلیلؑ کی اس آیت میں وہی منطق ہے جو قرآن کی منطق سورہ اعلیٰ میں ہے کہ فرماتا ہے: پروردگار وہی خدا ہے جس نے خلعت وجود بخشا اور منظم کیا اور اندازے کے ساتھ ساتھ ہدایت کی، نیز اس سلسلے میں موجودات کی مثال وہ چراگاہ ہے جسے خداوند عالم نے اُگایا پھر اسے خشک کر دیا اور سیاہ رنگ بنا دیا، یعنی موجودات کو حیات کے بعد موت دی۔

حضرت ابراہیمؑ کا استدلال قوی اور واضح تھا۔ لیکن ان کے زمانے کے طاغوت کی خواہش تھی کہ اس پر گمراہ کن پردہ ڈال دے، لہٰذا اس نے کہا: اگر ربوبیت کا مالک وہ شخص ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں، اس نے حکم دیا کہ پھانسی کی سزا کے مجرم کو حاضر کرو اور اسے آزاد کر دیا اور ایک گزرتے ہوئے بے گناہ انسان کو پکڑ کر قتل کر دیا۔

اس طرح سے اس نے اپنے اطرافیوں اور ہمنواؤں کو شبہہ میں ڈال دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے موت اور حیات کے معنی کے بارے میں بحث و تکرار کرنے کے بجائے محسوس موضوع اور آشکار دلیل سے احتجاج کرنا شروع کیا، تا کہ اس طاغوت کے دعوی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں اور فرمایا: میرا خدا مشرق سے سورج نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا تو وہ کافر انسان مبہوت و ششدر رہ گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کے طاغوتوں کا شرک حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے طاغوت کی طرح تھا، دونوں ہی ربوبیت کے دعویدار تھے، یعنی دونوں ہی کہتے تھے، ہم انسانی زندگی کے نظام میں قانون

---

(۱) بقرہ/۲۵۸

گزاری (تشریع) کا حق رکھتے ہیں اور چونکہ دونوں کا دعویٰ ایک جیسا تھا تو ان دونوں پیغمبروں نے بھی ایک ہی جیسا جواب دیا اور فرمایا:

انسان کا رب وہ ہے جس نے نظامِ حیات معین کیا ہے وہی تمام موجودات کا رب ہے، جس نے موجودات کو حیات عطا کی اور اس سلسلۂ وجود کی بقا اور دوام کے لئے مخصوص فطری نظام مقرر فرمایا اور اسی نظام کے مطابق انہیں جینے کا طریقہ سکھایا اور ان کی، ہدایت کی وہ وہی ہے جو تمام زندوں کو موت دیتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی یہ منطق مشرکوں کو دعوت توحید دینے میں تھی جیسا کہ خداوند عالم سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے:

﴿فانهم عدو لی إلا رب العالمین☆ الذی خلقنی فهو یهدین﴾

جن چیزوں کی تم لوگ عبادت کرتے ہو ہمارے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے، وہی جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہمیشہ ہماری راہنمائی کرتا ہے۔(۱)

یہی بات حضرت موسیٰ نے دوسرے قالب میں فرعون کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہی:

﴿ربنا الذی اعطیٰ کل شیء خلقه ثم هدیٰ﴾

ہمارا رب وہی ہے جس نے ہر موجود کو اس کیل لوازم خلقت وحیات کے ساتھ خلق کیا پھر اس کی ہدایت کی۔(۲)

اس کے بعد حضرت ابراہیم ربوبیت الٰہی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿و الذی هو یطعمنی و یسقینِ، و اذا مرضت فهو یشفینِ و الذی یمیتنی ثم یحیینِ، والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین﴾

وہی پروردگار جو ہمیں کھانا کھلاتا اور سیراب کرتا ہے اور جب مریض ہو جاتے ہیں شفا دیتا ہے اور وہ جو کہ ہمیں حیات اور ممات دیتا ہے (موت وحیات دیتا ہے) اور وہ ذات جس سے امید رکھتا ہوں کہ روز قیامت میرے گناہ بخش دے۔(۳)

قرآن کریم جب پیغمبروں کے ان کی قوم سے بحث ومباحثہ اور استدلال کے اخبار کی تکرار کرتا ہے تو ہر بار اس کے بعض حصے کو ایک دوسرے سورہ میں مناسبت کے ساتھ بیان کر دیتا ہے یعنی فکر کو صحیح جہت دینے اور

---

(۱) شعراء/۷۷۔۷۸ (۲) طہٰ/۵۰ (۳) شعراء/۸۲۔۷۹

لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے خواہ وہ لوگ مسلمان ہوں یا مشرک، یہود ہوں یا نصاریٰ، جو بات ان کی ہدایت کے لئے ضروری ہے اس کی تکرار کرتا ہے کیونکہ قرآن کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے جو گزشتہ لوگوں کے واقعات کو وقوع کے اعتبار سے سلسلہ وار بیان کرے۔

پیغمبروں کے مبارزے اور اس بات کے جاننے کے بعد کہ انکا جہاد زیادہ تر ''رب العالمین کی ربوبیت'' سے متعلق تھا اور ''رب العالمین'' یعنی وہ جو انسانوں کا رب ہے، جس نے ان کی زندگی کو تامین اور مقدر کیا ہے، نیز انسان کی فطرت کے مطابق اس کے لئے نظام مقرر کیا ہے، ایسا نظام کہ جس کا نام ''دین اسلام ہے'' وہ دین کہ جس کی پیغام رسانی کے لئے تمام پیغمبروں کو وحی کی اور ان حضرات نے اس کا پیغام پہنچانے کے لئے قیام کیا، لیکن اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اگر خدا کا دین صرف اور صرف اسلام ہے تو بعض پیغمبروں کی شریعت کے ذریعہ دوسرے پیغمبروں کی ''نسخ شریعت'' کے کیا معنی ہیں؟

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی تحقیق انشاء اللہ آئندہ بحث ''نسخ؛ انبیاء کی راہ میں'' کے عنوان سے اس کتاب کی دوسری جلد میں تحقیق کریں گے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

فہرست

حرف اول ۷
مقدمہ: ۹
میثاق: ۱۷
۱۔۲۔آیہ کریمہ "الست بربکم" اور فکری جستجو ۱۹
۳۔آیت کی تفسیر ۲۱
۴۔انسان ماحول اور ماں باپ کا مجبور نہیں ہے ۲۱
الوہیت سے متعلق بحثیں ۳۱
الف۔آیا مخلوقات کا وجود اتفاقی طور پر ہے ۳۳
ب۔الٰہ اور اس کے معنی ۳۶
ج۔لا الٰہ الا اللہ کے معنی ۳۹
د۔کیا خداوند عالم صاحب اولاد ہے؟ ۴۸
قرآن میں مخلوقات الٰہی کی قسمیں ۵۹
۱۔ملائکہ ۶۱
۲۔السمٰوات والارض وسماء الارض ۷۳
۳۔چوپائے اور رینگنے والی مخلوق ۹۵
۴۔جن اور شیاطین ۹۷
۵۔انسان ۱۱۳

آیات کی شرح اور روایات میں ان کی تفسیر ۱۲۹
ربوبیت کی بخششیں ۱۴۱
۱۔رب ۱۴۳
۲۔رب العالمین اور اقسام ہدایت ۱۴۶
۳۔رب العالمین کے لئے اقسام ہدایت ۱۶۰
دین اور اسلام ۱۷۹
الف۔دین ۱۸۱
ب۔اسلام اور مسلمان ۱۸۲
ج۔مومن اور منافق ۱۸۴
د۔اسلام تمام شریعتوں کا نام ہے ۱۸۶
ھ۔گزشتہ شریعتوں اور ان کے اسماء میں تحریف ۱۸۹
و۔اسلام انسانی فطرت سے سازگار ہے ۱۹۵
ز۔انسان اور نفس امارہ بالسوء ۲۰۱
ح۔شریعت اسلام میں جن وانسان کی مشارکت ۲۰۵
اللہ کے مبلغ اور لوگوں کے معلم ۲۱۳
۱۔نبی، رسول اور وصی ۲۱۵
۲۔کتب عہدین میں بعض اوصیاء کی خبریں ۲۲۳
۳۔آیت اور معجزہ ۲۲۶
مبلغین الٰہی کے صفات۔گناہوں سے عصمت ۲۳۵
۱۔ابلیس روئے زمین پر خدا کے جانشینوں پر غالب نہیں آسکتا ۲۳۷
۲۔۳۔عمل کے آثار اور ان کا دائمی ہونا ۲۴۳
۴۔جھوٹی روایات جو اوریا کی بیوہ سے حضرت داؤد کے ازدواج کے بارے میں ۲۴۷
۵۔جن آیات کی تاویل بارے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں ۲۶۹

بعض کلموں اور اصطلاحوں کی تفسیر ۲۷۲
ائمہ اہل بیتؑ کی روایات میں آیات کی تاویل ۲۷۹
انبیاءؑ کے مبارزے ۲۸۷
ربوبیت کے سلسلے میں انبیاءؑ کے مبارزے ۲۸۹
فہرست ۳۰۵

مجمع جهانی اهل بیت علیهم السلام
www.ahl-ul-bayt.org
ISBN 964-529-054-6
9789645290540